نکاتُ الفرقان
فی شانِ حبیب الرحمٰن (صلی اللہ علیہ وسلم)

جلد اوّل

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علو مرتبت اور رفعت شان پر مشتمل
آیات سے مستنبط ایمان افروز وجد آور نکات، آیات،
اور دیگر احادیث اور حوالہ جات کی مفصل تخریج

مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی

Marfat.com

نکاتُ الفرقان
فی
شانِ حبیب الرحمٰن (صلی اللہ علیہ وسلم)

جلد اوّل

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علوّ مرتبت اور رفعت شان پر مشتمل
آیات سے مستنبط ایمان افروز، وجد آور نکات، آیات،
اور دیگر احادیث اور حوالہ جات کی مفصل تخریج

مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

Copyright ©
All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.



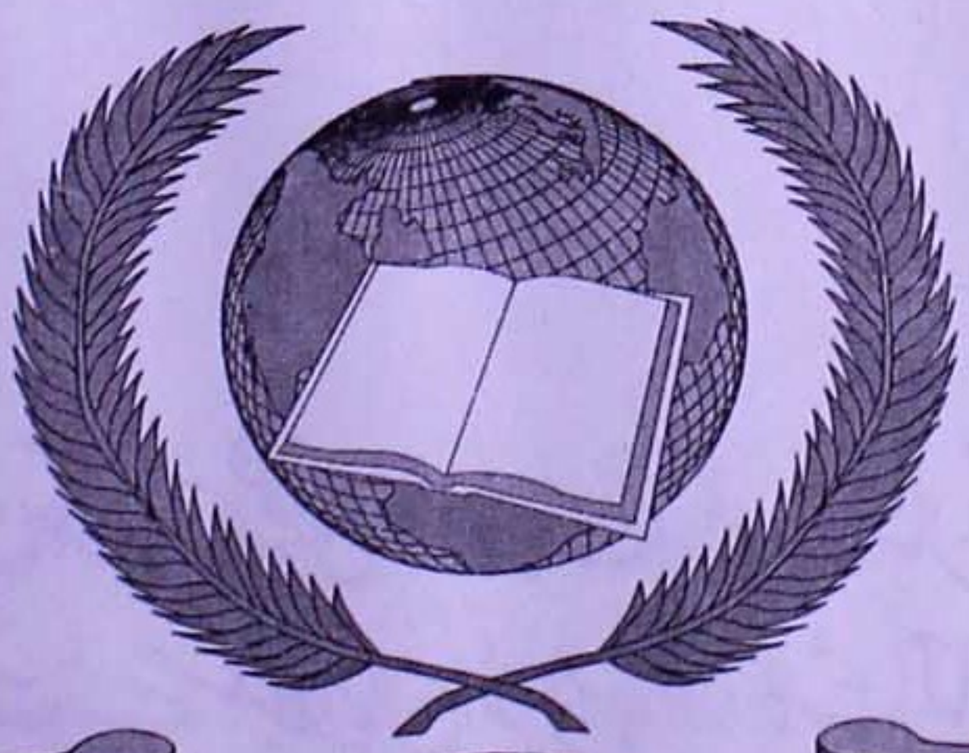



نام کتاب : نکات الفرقان فی شانِ حبیب الرحمٰن (ﷺ)
مصنف : محمد عاطف رمضان سیالوی
پروف ریڈنگ : قاری محمد ضیاء الرحمٰن
کمپوزنگ : ریحان علی
مطبع : روی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
تاریخ اشاعت : جنوری 2015ء
قیمت : روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵،
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ
پیش نوشت	7
صراطِ مستقیم کا مفہوم (اھدنا الصراط المستقیم کی جامع تفسیر)	10
''واذ قلنا للملٰٓئکة اسجدوا لاٰدم'' کی تفسیر اور عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	13
''واذ استسقٰی موسٰی لقومہٖ'' اور کمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	15
نکتہ اولیٰ	17
نکتہ ثانیہ	17
آیت کریمہ ''وکانوا من قبل یستفتحون'' اور وسیلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	18
وسیلہ کے ثبوت پر دلائل	20
آیت کریمہ ''یایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا'' اور ادب بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	27
نکتہ اولیٰ	28
صحابہ کرام کے اندازِ ادب	32
نکتہ ثالثہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے موھم اہانت لفظ کا حرام وکفر ہونا	36
دعائے سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور وجودِ سیّدنا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	37
نکتہ اولیٰ	39
نکتہ ثانیہ	41
نکتہ ثالثہ	42
نکتہ رابعہ	42
اہل سنت پر اتہام شرک کی تردید بلیغ	44
تحویل قبلہ اور رضائے مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	49
آیت کریمہ کا شانِ نزول	49
آیت کریمہ سے مستنبط نکات	50
نکتہ اولیٰ	50

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
نکتہ ثانی	53
نکتہ ثالثہ	54
نکتہ رابعہ	56
اہل کتاب کا حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچاننا آیت کریمہ ''یعرفونه کما یعرفون ابنآء هم''	56
نکتہ اولیٰ	57
نکتہ ثانیہ	58
نکتہ ثالثہ	60
''ولکل وجهة هو موليها'' کے تحت ایک لطیف نکتہ از علامہ آلوسی	62
''تلك الرسل فضلنا'' اور افضلیت سیّدنا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	62
حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت قطعیہ مطلقہ پر دلائل محکمہ	64
خلیل اور حبیب میں فرق	96
کلیم اور حبیب میں فرق	98
انبیاء سابقین علیہم السلام کے معجزات پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی افضلیت	100
حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت پر ایک واضح دلیل	119
''العروة الوثقیٰ'' کا مفہوم	124
''قل ان کنتم تحبون الله'' کی تفسیر	125
''ان اولی الناس بابراهیم'' اور عظمت سیّدنا مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	127
میثاقِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور افضلیت سیّدنا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	127
آیت کریمہ ''وما محمد الا رسول'' کے تحت لطیف نکتہ	129
آیت کریمہ ''وما کان الله لیطلعکم علی الغیب'' اور علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	129
لفظ ''غیب'' کی تعریف	131
عقیدۂ اہل سنت کی وضاحت	131
حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطائی علم غیب پر قرآنی آیات اور ان کی تفاسیر	134
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطائی علم غیب پر چند احادیث	151
''واذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس'' کے تفسیری نکات	158
آیت کریمہ ''اطیعوا الرسول'' اور اطاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطلاق	163
آیت کریمہ ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآءوك'' کی لطیف تفسیر	164

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
آیت کریمہ سے مستخرج لطیف نکات	171
''فلا ربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم'' اور حاکمیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	177
آیت کریمہ ''من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰه'' اور عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	184
آیت کریمہ ''ومن یخرج من بیتهٖ مهاجرًا الی اللّٰه ورسوله'' کا مفہوم	187
آیت کریمہ ''وانزل اللّٰه علیك الکتاب والحکمة'' اور وسعت علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	189
حجیت حدیث کے چند دلائل	190
حجیت حدیث کی ایک عقلی دلیل	194
آیت کریمہ ''یایها الناس قد جآء کم برهان من ربکم'' اور معجزاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	199
برھان کا معنی	201
ایک لطیف ایمان افروز نکتہ	205
حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بصر کا اعجاز	205
قوتِ سامعہ کا اعجاز	211
دست مبارک کا اعجاز	214
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک کا اعجاز	221
قلب اقدس کا اعجاز	221
لعابِ اقدس کا اعجاز	224
پسینہ مبارک کا اعجاز	228
فضلات کی طہارت پر دلائل	230
''برھان'' کی دوسری تفسیر	233
عقلی معجزات	233
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسی معجزات	240
معجزہ شق القمر	240
معجزہ ردِ شمس	241
تکثیر طعام کے چند معجزات	242
تکثیر ماء کے چند معجزات	248
اشجار و احجار کے متعلق چند معجزات	252
حیوانات کے متعلق چند معجزات	257

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
چند مزید معجزات	258
آیت کریمہ ''قد جآء کم من اللّٰہ نور'' اور نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	262
نورِ حسّی کے دلائل	265
آیت کریمہ ''انما جزآء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ'' کا مفہوم	273
آیت کریمہ ''الذین یتبعون الرسول النبی الامّی'' کے لطیف نکات	275
تشریعی اُمور میں اختیارات	282
ایک لطیف علمی نکتہ	296
آیت کریمہ ''یایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول'' کا مفہوم	296
آیت کریمہ ''وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم'' اور رحمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	303
آیت کریمہ ''قل ان کان اٰباؤکم الخ'' اور محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لزوم	304
محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لزوم پر احادیث	305
محبت کی وجوہات واسباب	308
محبت کا پہلا سبب: حسن وجمال	308
محبت کا دوسرا سبب..... جود واحسان	316
محبت کا تیسرا سبب..... وسعت علمی	323
ایک لطیف ذوق افزاء نکتہ	324
محبت کی چند علامات	324
محبت کی پہلی علامت: شوقِ وصال	324
محبت کی دوسری علامت: کثرتِ ذکر	330
محبت کی تیسری علامت: ادب وتعظیم	330
محبت کی چوتھی علامت: اطاعت واتباع	332

☆☆☆☆☆

Marfat.com

پیش نوشت

یہ حقیقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جب سے مطلع فاران سے آفتابِ اسلام پوری آب وتاب کے ساتھ افق عالم پر جلوہ گر ہوا ہے' اس وقت سے تاامروز بولہبی شرارے' چراغِ مصطفوی سے ستیزہ کار ہیں۔ بقول اقبالؔ

ستیزہ کار رہا ازل سے تا امروز　　چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

ہر دور میں باطل طغیانی قوتوں کا ہدف اور ان کی ساری تگ ودو کا مقصود صرف اور صرف حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کردار کشی' آپ کی ذاتِ ارفع واعلیٰ پر اتہامات' آپ کی عظمت وشان کی توہین وتنقیص اور مسلم اُمہ کے قلوب واذہان سے محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات کا استیصال رہا ہے۔ باطل' کفر اور طاغوت یہ حقیقت اچھی طرح سمجھتا ہے کہ جب تک مسلمانوں کا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حبی اور عشقی تعلق استوار اور مستحکم ہے اور ان کے قلوب میں وارفتگی کے جذبات جنون اور دیوانگی کی حد تک ہیں' اس وقت تک کسی میں یہ دم خم نہیں کہ وہ ان کو مغلوب ومقہور کر سکے' اس لیے کہ ان کی قوتِ عشق کے مقابلہ میں ہر باطل قوت پاش پاش ہو جائے گی' جو مسلمان اپنے نبی کی عزت' ناموس اور حرمت کے تحفظ میں اپنی جان کی قربانی اپنے لیے باعث صد اعزاز جانتے ہیں اور اپنے نبی کی ادنیٰ سی بے ادبی پر وہ لرزہ براندام ہو جاتے ہیں' ان کا خون کھولنے لگتا ہے' ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس بے ادبی کے انسداد کے لیے اپنے تن' من' دھن کی قربانی کے لیے مستعد ہو جاتے ہیں' ایسی قوم سے مقابلہ کرنا یقیناً بہت مشکل کام ہے' اس لیے باطل کی ہر دور میں تمام کاوشوں کا مرکزی نقطہ یہ رہا ہے کہ اُمت مسلمہ کا اپنے نبی سے جو حبی' عشقی اور وارفتگی کا ربط وتعلق ہے' یہ ٹوٹ جائے یا کم از کم کمزور ہو جائے اور یہ وہ مرکزی نقطہ ہے جہاں تمام باطل ادیان ومذاہب باہمی اختلاف وافتراق کے باوجود جمع ہو جاتے ہیں اور اسی کو ''الکفر ملة واحدة'' کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اقبالؔ نے بڑے دردانگیز انداز میں فکر طاغوت کو اس طرح بیان کیا:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا　　روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات　　اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

آج کے اس سائنسی میڈیا کے دور میں باطل کی یہ تگ ودو پہلے اَدوار سے کہیں زیادہ ہے۔ مستشرقین' یہود ونصاریٰ اور ہنود ومشرکین' اپنے تمام جدید وسائل بروئے کار لاتے ہوئے مسلمانوں کے دلوں سے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش' حرفِ غلط کی طرح مٹانے کے درپے ہیں' اور انہیں خصوصاً اس کرب انگیز دور میں کافی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے اور اس دور میں اُمت مسلمہ کی زبوں حالی اور فرسودہ حالی اُمت مسلمہ کے تشتت اور انتشار کا بنیادی سبب ہی یہی ہے کہ محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

جذبات سرد مہری اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں' نئی آنے والی نسل اپنے محبوب نبی ﷺ کی معرفت اور عظمت سے ہی نا آشنا ہے' آج کا نوجوان مصطفوی تہذیب وتمدن اور معاشرت ومعیشت کے بجائے مغربی تہذیب وتمدن اور مغربی اصولِ معیشت و معاشرت کو ترجیح دیتا ہے اور کبھی بھولے سے بھی اپنے محبوب ﷺ کی عظمت' خداداد کمالات ومعجزات' محامد رفیعہ اور محاسن جمیلہ کو یاد نہیں کرتا۔ الا ماشاء اللہ! آج کے اُمتی نے اپنے محبوب آقا ﷺ کے احسانات' جود ونوال اور عنایات کو بھی نظر انداز اور فراموش کر دیا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی محنت' جانفشانی اور جہد مسلسل کے ساتھ ہماری اَبدی اور باقی کامیابی کیلئے یہ دین ہم تک پہنچایا۔

سو ایسی فکر انگیز صورتِ حال میں اُمت مسلمہ کے جمیع طبقات خواہ ان کا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبے کے ساتھ ہے' پر فرض اور قرض ہے کہ وہ اپنے تمام فکری' مادی اور سائنسی وسائل بروئے کار لا کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کو دلائل محکمہ اور براہین قطعیہ کے ساتھ پوری دنیا میں اُجاگر کریں' تاکہ اُمت مسلمہ کا ٹوٹا ہوا ربط وتعلق پھر سے مکین گنبد خضریٰ سے استوار ہو جائے۔ ہر سینہ عشق محمدی ﷺ کی دولتِ سرمدی سے فیض یاب ہو اور ہر گلی' کوچہ میں ذکر مصطفےٰ ﷺ کے ڈنکے بجیں۔

جب اُمت مسلمہ پوری دنیائے کفر کے سامنے اپنے محبوب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وارفتگی اور جنونی تعلق کا اظہار کرے گی تو کفر کی سرگرمیوں کا اگر بالفرض خاتمہ نہ ہو سکا تو انشاء اللہ تعالیٰ کمی ضرور واقع ہو گی۔ اے اُمت مسلمہ! عشق مصطفیٰ ﷺ وہ قوت اور طاقت ہے اور وہ نسخہ کیمیاء ہے جس کی بدولت تم ساری کائنات کو مسخر کر سکتے ہو' کفر کے ایوانوں میں لرزہ بپا کر سکتے ہو' عالم کفر کو مغلوب ومقہور کر سکتے ہو۔ ''انتم الاعلون'' کی قرآنی صدا آج بھی تمہیں بیدار کر رہی ہے اور شعور دے رہی ہے کہ بلندی اور عظمت اُمت مسلمہ کے قدم چومے گی' شرط یہ ہے کہ ربِ کائنات کے محبوب ﷺ سے تم اپنا کھرا اور سچا تعلق استوار کر لو۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

ہر کہ عشق مصطفےٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

تا شعارِ مصطفےٰ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت

اور حضور نبی مکرم ﷺ کی معرفت کا سب سے بہتر اور مستند ماخذ قرآن مجید' فرقانِ حمید ہے' یقیناً حضور نبی مکرم ﷺ کی عظمت اور آپ کا ذکر اور آپ کی مدح وثناء جس طرح اللہ رب العزت کر سکتا ہے' اس طرح کوئی مخلوق نہیں کر سکتی' اس لیے کہ ایک واحد ذات اللہ رب العزت کی ذات ایسی ہے جس نے اپنے محبوب ﷺ کے جملہ فضائل' کمالات' محاسن اور درجات کا

Marfat.com

احاطہ کیا ہوا ہے ورنہ کسی مخلوق کی مجال نہیں کہ وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منتہیٰ اور آپ کی حقیقت اور کمالات کا کماحقہ احاطہ اور ادراک کرے۔ بقول امام اہل سنت' مجدد دین وملت امام شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن:

اے رضاؔ خود صاحب قرآن ہے مداح حضور
تجھ سے پھر ممکن ہے کب مدحت رسول اللہ کی

اور بقول تاجدارِ گولڑہ ؎

کتھے مہر علی تے کتھے تیری ثناء

سو راقم الحروف کے دل میں اللہ رب العزت کی توفیق سے یہ جذبہ اور داعیہ پیدا ہوا کہ قرآن مجید' فرقانِ حمید کے بحرِ ذخار سے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دررِ یتیمہ اور جواہر فریدہ اُمت مسلمہ تک پہنچاؤں اور میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہِ عالی میں سراپا عجز و نیاز بن کے سوالی ہوں کہ وہ مجھے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور باطل سے تنفر اور اجتناب کی توفیق مرحمت فرمائے۔

محمد عاطف رمضان سیالوی
مرکزی جامع مسجد' پرانی عید گاہ' جھنگ صدر
0301-7698701 / 0311-6055005

☆☆☆☆☆

Marfat.com

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ المصطفٰے، ورسولہ المرتضٰی، وولیہ المجتبٰے، وامینہ علٰی وحی السمآء، وعلیٰ الہ الطیبین الطاھرین التقٰی، وصحبہ الکرامین الاکملین النقٰی اما بعد!

صراطِ مستقیم کا مفہوم (اھدنا الصراط المستقیم کی جامع تفسیر)

اللہ رب العزت نے قرآن مجید، فرقانِ حمید میں اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا۔ ارشاد فرمایا:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ ۙ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ۔ (الفاتحہ:۶۔۵)

یہ وہ دعا ہے جس کے بغیر نماز نامکمل اور ناقص ہے اور شرق تا غرب پوری دنیا کے مسلمان اپنی نمازوں میں اس دعا کا تلفظ کرتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ہر مسلمان ''صراط مستقیم'' کا طالب ہے اور ''صراط مستقیم'' اس کا مطلوب ومقصود ہے بلکہ صرف یہ اُمت ہی طالب ''صراط مستقیم'' نہیں، اللہ رب العزت کے جمیع انعام یافتہ بندے بھی اس ''صراط مستقیم'' کے طالب وقاصد ہیں اور ''صراط مستقیم'' ان کا مقصود ومطلوب ہے اور اللہ رب العزت کے انعام یافتہ بندے کون ہیں؟ اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا○ (النساء:۶۹)

(ترجمہ:) ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا اور وہ انعام یافتہ، نبی، صدیق، شہداء اور صالحین ہیں، اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں○''

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ ''صراط مستقیم'' سے مراد کیا ہے؟ اگرچہ ''صراط مستقیم'' کی تشریح، تعبیر اور تفسیر میں متعدد اقوال ہیں، لیکن ان سب اقوال میں جامع تر قول اور تفسیر وہ ہے جسے حضرت امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۴ھ نے اپنی مشہور و معروف اور متداول کتاب ''الشفا'' میں نقل فرمایا اور یہ قول، باقی جملہ اقوال کا مآل اور مرجع ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''وقد اختلف المفسرون فی معنی قولہ تعالٰی فی ام الکتاب: (اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم) فقال ابو العالیۃ، والحسن البصری: "الصراط المستقیم" ھو رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخیار اھل بیتہ واصحابہ حکاہ عنھما ابو الحسن الماوردی، وحکی مکی عنھما نحوہ وقال: ھو رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصاحباہ ابو بکر و عمر رضی اللّٰہ تعالی عنھما۔

وحکی ابو اللیث السمرقندی مثلہ، عن ابی العالیۃ فی قولہ تعالٰی "صراط الذین انعمت علیھم" قال: فبلغ ذلک الحسن، فقال: صدق واللّٰہ! ونصح۔ وحکی الماوردی ذلک فی تفسیر:

Marfat.com

(صراط الذین انعمت علیهم)' عن عبد الرحمٰن بن زید''۔

(الشفا' الباب الاوّل: فی ثناء اللہ تعالیٰ علیہ واظہارہ عظیم قدرہ لدیہ صفحہ ۱۸' دار ابن حزم' بیروت)

(ترجمہ:) ''مفسرین نے اس آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے' پس حضرت ابوالعالیہ اور امام حسن بصری علیہما الرحمۃ نے فرمایا کہ ''صراط مستقیم'' سے مراد ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب ہیں''۔ یہی تفسیر ان دونوں سے امام ماوردی نے بھی حکایت کی ہے اور مکی نے بھی یہی حکایت کی ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبین کریمین یعنی حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔

ابواللیث سمرقندی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوالعالیہ کی یہ تفسیر' حضرت امام حسن بصری کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا اور اُمت کی خیر خواہی کی۔ یہی قول حضرت عبدالرحمٰن بن زید سے بھی مروی ہے''۔

''صراطِ مستقیم'' کی یہی تفسیر درج ذیل ائمہ تفاسیر سے بھی نقل فرمائی ہے:

(۱) امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری علیہ الرحمۃ متوفی ۳۱۰ھ ''تفسیر الطبری'' جلد ۱ صفحہ ۱۰۵' رقم الحدیث: ۱۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت

(۲) حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ ''تفسیر ابن کثیر'' جلد ۱ صفحہ ۶۱' مؤسسۃ الریان

(۳) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی علیہ الرحمہ ''تفسیر الجامع لاحکام القرآن'' جلد ۱ صفحہ ۱۹۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ

(۴) امام ابومحمد حسین بن مسعود البغوی الشافعی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۱۶ھ ''تفسیر البغوی'' جلد ۱ صفحہ ۱۵' دار لکتب العلمیۃ' بیروت

اس تفسیر کے راوی حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو حبر ہذہ الامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جلیل القدر تلمیذ اور اجلہ تابعین میں سے ہیں' جن کی ثقاہت اور جلالت علمی کا اندازہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''کان ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما یعظمه ویجلسه معه علی السریر ویفرش تحته''۔

(شرح الشفا جلد ۱ صفحہ ۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (باوجودیکہ خود مفسر قرآن' جلیل القدر صحابی اور اُن کے استاذ ہیں لیکن پھر بھی) حضرت ابوالعالیہ کی تعظیم کرتے اور ان کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے اور (بعض اوقات) خود نیچے زمین پر بیٹھ جائے''۔

یہ جلیل القدر تابعی بڑے وثوق' شرح صدر اور اعتماد کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ''صراط مستقیم'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے اور ان کا یہ بیان کس قدر حقیقت افروز' ایمان فروز اور محبت انگیز ہے کہ واقعتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس

کے بغیر دین اور صراطِ مستقیم کا تصور ہی کیا رہتا ہے؟ بلکہ بقول اقبال: جس چیز کا تعلق مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ سے منقطع ہے وہ بولہبیت ہے۔

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر بہ او نرسیدی تمام بو لہبیست

(ترجمہ:) ''اپنے آپ کو مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ کی ذاتِ اقدس سے واصل کرو، اگر تُو حضورِ اقدس تک رسائی نہ پا سکا تو یہ تمام بولہبی ہے''۔

حضور نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس دین کی تمام اقدار، عقائد سے لے کر احکام تک ہر ایک چیز کا منبع اور مصدر ہیں اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تک بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے رہے، اس وقت تک بیت المقدس قبلہ رہا اور اسی جہت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فرض رہی، یہاں تک کہ اگر کوئی اس وقت اپنا چہرہ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتا تو اس کی نماز بھلے اس نے جس قدر خشوع اور خضوع سے پڑھی ہوتی عنداللہ غیر مقبول تھی۔ وجہ یہی ہے کہ اس کے محبوب ﷺ نے بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی۔ اور جب کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا چہرہ کعبہ کی طرف کر لیا تو اب کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فرض ہے اور بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ربِ کائنات کے محبوبِ اعظم نے اپنا چہرہ بیت المقدس سے پھیر کر کعبہ کی طرف کر لیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص قیام میں تلاوت کی بجائے تشہد پڑھے اور تشہد میں تلاوت کرے تو صد ہزار خشوع اور تذلل کے باوجود اس کی نماز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول نہیں، وجہ صرف یہی ہے کہ اس کے محبوب ﷺ نے اس طرح نماز نہیں پڑھی حالانکہ انہوں نے خود فرما دیا تھا:

''صلوا کما رایتمونی اصلی''۔

(ترجمہ:) ''تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو''۔

معلوم ہوا کہ دین اسلام کے جملہ احکام و اقدار اور اصول و قوانین کی اساس اور بنیاد، حضرت نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو ''صراط مستقیم'' کے ساتھ تعبیر فرمایا۔

یہاں ایک نکتہ سمجھ لیں کہ روئے زمین کا کوئی شخص اوّل دن سے تا قیامت ''صراط مستقیم'' سے مستغنی اور بے پرواہ نہیں۔ دنیوی، اُخروی اور روحانی کامیابی اور کامرانی کے لیے ہر بندہ صراط مستقیم کا طالب ہے، خواہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں یا اولیاء یا صالحین وغیرہم۔ اسی افادیت کی وجہ اس اُمت کو یہ تلقین کی گئی کہ وہ ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا مانگیں اور یہ ''صراط مستقیم'' کی دعا روئے زمین پر سب سے زیادہ مانگی جانے والی دعا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ہر بندہ ''صراط مستقیم'' کا محتاج اور اس کا طالب ہے اور جب ''صراط مستقیم'' سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے تو قرآن کی یہ آیت بتاتی ہے کہ روئے زمین کا کوئی فرد بشر رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے مستغنی، بے نیاز اور بے پرواہ نہیں ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''واخرت الثالثة ليوم يرغب الى الخلق كلهم حتى ابراهيم (على نبينا وعليه الصلوٰة والسلام''۔ (صحیح مسلم)

(ترجمہ:) ''اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لیے مؤخر کر دی ہے کہ جس دن تمام مخلوق میری طرف (شفاعت کے لیے) راغب ہوگی' یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میرے پاس آئیں گے''۔

سو جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض سے بے نیاز نہیں تو اور کون ہے جو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرم سے بے نیاز ہو؟

''واذ قلنا للملٰئكة اسجدوا لادم'' کی تفسیر اور عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ O'' (البقرہ:۳۴)

(ترجمہ:) ''اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا O''

اللہ رب العزت نے فرشتوں کو حضرت سیّدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے سجدہ کرنے کا حکم کس وجہ سے دیا؟ اس کی ایمان افروز وجہ مفسر شہیر فخر الملۃ والدین امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''تفسیر کبیر'' میں بیان کرتے ہیں:

''ان الملائكة امروا بالسجود لادم لاجل ان نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی جبهة آدم عليه السلام''۔

(التفسیر الکبیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۳' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نورِ محمدی علیہ التحیۃ والثناء ضوفشاں تھا''۔

اس عبارت سے دو نکات معلوم ہوئے:

(۱) حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت ثابت ہوئی اور یہ کہ آپ کے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔

(۲) یہ کہ فرشتوں نے سجدہ کے ذریعے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو تعظیم کی تھی' یہ بظاہر تو حضرت آدم علیہ

Marfat.com

السلام کی تعظیم تھی لیکن درحقیقت یہ تعظیم مصطفیٰ کریم ﷺ بھی تھی۔ اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا وجودِ مبارک، وجودِ محمدی ﷺ کے وسیلہ سے ہے تو یقیناً آپ کی تعظیم بھی، حقیقت میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

''عن عمر ابن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: لما اقترف آدم الخطیئۃ قال: یا رب اسالك بحق محمد (ﷺ) لما غفرت لی، فقال اللّٰہ تعالیٰ! یاآدم و کیف عرفت محمدا ولم اخلقہ؟ قال: یا رب لانك لما خلقتنی بیدك ونفخت فی من روحك رفعت راسی فرایت علیٰ قوائم العرش مکتوبا "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" فعلمت انك لم تضف الیٰ اسمك الا احب الخلق الیك، فقال اللّٰہ عزوجل: صدقت یآدم انہ لاحب الخلق الی ادعنی بحقہٖ فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك''۔ (رواہ الحاکم وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد)

(المستدرک جلد۳ صفحہ۵۱۷، استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد ﷺ، رقم الحدیث:۴۲۸۶، دارالمعرفۃ بیروت، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۵ صفحہ۴۸۹، المعجم الصغیر جلد۲ صفحہ۸۳، الوفاء صفحہ۳۳، مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ جلد۲ صفحہ۱۵۰، خصائص کبریٰ جلد۱ صفحہ۶)

(ترجمہ:) ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے (ظاہری) خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار! میں تجھ سے حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما! اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تُو نے محمد (ﷺ) کو کس طرح پہچانا حالانکہ ابھی تک میں نے انہیں پیدا ہی نہیں فرمایا ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! جب تُو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی طرف سے روح میرے اندر پھونکی، میں نے سر اُٹھایا تو عرش کے ہر ستون پر ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا تو میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اسی کا نام ہو سکتا ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے محبوب ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تُو نے سچ کہا ہے مجھے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ وہی محبوب ہیں چونکہ تم نے مجھ سے ان کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے تو میں نے تجھے معاف فرما دیا اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے بھی تخلیق نہ کرتا۔ (اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا اور فرمایا: حدیث کی سند صحیح ہے)''

قارئین! ہر کمال، وجود کے واسطہ سے ملتا ہے گر وجود ہی نہ ہو تو پھر کمال کیسے میسر آئے؟ اور حدیث بتا رہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو وجود ہی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ اور وسیلہ سے ملا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ہر کمال اور ہر حسن وسیلہ محمدی ﷺ کی وجہ ہے، سو ملائکہ نے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا یہ بظاہر تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم تھی لیکن درحقیقت یہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

''واذ استسقٰی موسٰی لقومہٖ'' اور کمالِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ'' ۔ (البقرہ:۶۰)

(ترجمہ:) ''اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا: تم اپنا ڈنڈا پتھر پر مارو، پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، تحقیق ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ جان لی''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کمال اور معجزہ بیان فرمایا۔ لق ودق ریگزار و ریگستان میں دورانِ سفر پانی ختم ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اللہ رب العزت سے پانی طلب کریں، اللہ رب العزت نے آپ کو پتھر پر عصا مارنے کا حکم فرمایا جس سے بارہ چشمے پانی کے نکل آئے، پتھر سے بغیر مادی وسائل و اسباب کے صرف عصا مار کر پانی نکالنا یقیناً کمال اور معجزہ اور خرقِ عادت ہے۔ لیکن ذرا دیکھئے! ربِ کائنات جل وعلا نے اپنے محبوب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسا کمال عطا فرمایا۔

(۱) عن جابر بن عبد اللّٰه رضی الله تعالیٰ عنهما، قال: عطش الناس یوم الحدیبیة، والنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین یدیه رکوة فتوضاء، فجهش الناس نحوه، فقال: ما لکم؟ قالوا: لیس عندنا مآء نتوضاء ولا نشرب الا ما بین یدیك، فوضع یده فی الرکوة فجعل المآء یثور بین اصابعه کامثال العیون، فشربنا وتوضأنا قلت: کم کنتم؟ قال: لو کنا مائة الف لکفانا، کنا خمس عشرة مائة ۔

(صحیح بخاری، کتاب: المناقب، باب: علامات النبوة فی الاسلام، رقم الحدیث: ۳۵۷۶، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۴۱۵۲۔۴۱۵۳۔۴۱۵۴۔۴۸۴۰۔۵۶۳۹) (سنن النسائی، کتاب: الطہارۃ، باب: الوضوء من الاناء، رقم الحدیث: ۷۷، دارالفکر، بیروت) (مسند احمد: ۱۴۵۶۲، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۵، صحیح ابن حبان: ۶۵۴۲، سنن دارمی: ۲۷، مسند ابویعلیٰ: ۲۱۰۷)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل تھی، آپ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام آپ کے اردگرد آ گئے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی: ہمارے پاس نہ وضو کا پانی ہے اور نہ پینے کا، صرف یہی پانی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ پس کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست مبارک اس چھاگل میں رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح اُبلنے لگا، پس ہم نے پانی پیا اور وضو کیا، حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمیں کافی ہو جاتا، لیکن ہم پندرہ سو تھے''۔

(۲) عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالٰی عنه' انه قال: رأیت رسول اللّٰه ﷺ وحانت صلٰوة العصر' فالتمس الناس الوضوء' فلم یجدوه' فاتی رسول اللّٰه ﷺ بوضوء' فوضع رسول اللّٰه ﷺ فی ذلك الاناء یده' وامر الناس ان یتوضؤوا منه ۔ قال: فرایت المآء ینبع من تحت اصابعه' حتی توضّؤوا من عند آخرهم ۔

(صحیح بخاری' کتاب: الوضوء' باب: التماس الوضوء اذا حانت الصلٰوة' رقم الحدیث:۱۶۹' دارالکتب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث: ۱۹۵۔۲۰۰۔۳۵۷۲۔۳۵۷۳۔۳۵۷۴۔۳۵۷۵) (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فی معجزات النبی ﷺ' رقم الحدیث:۵۹۴۲) (سنن النسائی' کتاب: الطہارۃ' باب: الوضوء من الاناء' رقم الحدیث:۷۶' دارالفکر' بیروت) (مسند الشافعی جلد۲ صفحہ۱۸۶' صحیح ابن حبان:۶۵۳۹' مسند احمد:۱۲۳۴۸' مؤطا امام مالک جلد۱ صفحہ۳۲)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا' پس لوگوں نے وضو کے لیے پانی کو طلب کیا تو ان کو پانی نہ ملا' پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک برتن میں پانی لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس برتن میں دست پاک رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن کے پانی سے وضو کر دیں' حضرت انس نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی اُبل رہا تھا' حتیٰ کہ تمام لوگوں نے وضو کر لیا''۔

(۳) عن عبد اللّٰه قال: کنا نعد الآیات برکة' وانتم تعدونها تخویفا' کنا مع رسول اللّٰه ﷺ فی سفر' فقل المآء' فقال: اطلبوا فضلة من مآء' فجاؤوا باناء فیه ماء قلیل' فادخل یده فی الاناء ثم قال: حی علی الطهور المبارك' والبرکة من اللّٰه فلقد رأیت الماء ینبع من بین اصابع رسول اللّٰه ﷺ' ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وهو یؤکل ۔

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۷۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی آیات اثبات نبوۃ النبی ﷺ وما قد خصه اللہ عزوجل بہٖ' رقم الحدیث:۳۶۳۳' دارالمعرفۃ' بیروت) (سنن النسائی' کتاب: الطہارۃ' باب: الوضوء فی الاناء' رقم الحدیث:۷۷' دارالفکر' بیروت) (مسند احمد' جلد۲ صفحہ۶۹۶' رقم الحدیث:۴۴۸۱' سنن الدارمی' المقدمۃ' رقم الحدیث:۲۹۔۳۰' صحیح ابن حبان:۶۵۴۰' مشکوٰۃ المصابیح:۵۹۱۰)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم آیات و معجزات کو برکت شمار کرتے ہیں اور تم اس کو ڈراوا شمار کرتے ہو' ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ پانی کم ہو گیا' فرمایا: باقی ماندہ پانی تلاش کرو' پس وہ ایک برتن لے کر آئے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا' تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک کو برتن میں ڈالا' پھر فرمایا: آؤ برکت والے پاک پانی کی طرف اور

Marfat.com

برکت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے اُبلنے لگا اور تحقیق جب حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانا تناول فرماتے تو ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے"۔

یہاں دو نکات قابل توجہ ہیں:

نکتہ اولیٰ

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ اور کمال میں اور حضرت محمد مصطفیٰ حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ اور کمال میں کتنا عظیم الشان فرق ہے' اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے پانی جاری فرمایا اور اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آپ کی ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی جاری فرمایا' پتھروں سے پانی کا نکلنا اتنا تعجب خیز نہیں کیونکہ قرآن گواہ ہے کہ پتھروں سے پانی نکل بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

"وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط" ۔ (البقرہ:۷۴)

(ترجمہ:) "اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے نہریں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے"۔

لیکن ایسا نہ سننے میں آیا اور نہ دیکھنے میں آیا کہ گوشت' پوست اور ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جائیں۔ اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے بڑا کمال اور معجزہ اپنے محبوبِ مکرم کو عطا فرمایا اور محبوب کے لیے ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمائے۔ امام اہل سنت عرض کرتے ہیں:

سارے اونچوں سے اونچا کہئے جسے ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

انگلیاں ہیں فیض پہ ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنج آبِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

☆

پنجہ مہر عرب جس سے دریا بہہ گئے
چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

نکتہ ثانیہ

اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے پتھر سے پانی جاری فرمایا تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی پتھروں سے پانی جاری فرما دیتا۔ لیکن محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے پتھروں سے نہیں بلکہ آپ کی انگشت ہائے مبارکہ سے پانی جاری فرمایا' اس میں کیا حکمت اور مصلحت کارفرما ہے؟ اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر اپنے

Marfat.com

محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی پتھروں سے پانی جاری فرماتا تو کوئی یہودی کہہ سکتا تھا کہ اس میں تمہارے نبی کی کیا فضیلت اور کمال ہے جبکہ یہ کمال تو صدیوں پہلے ہمارے نبی نے دکھا دیا؟ سو ربِ کائنات جل وعلا نے چاہا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہر جہت اور ہر پہلو سے یکتا' منفرد اور بے مثل و بے مثال رہے' جس طرح میں نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی ذات میں بے مثل و بے مثال بنایا' اس طرح اپنے محبوب کو ان کے معجزات و کمالات میں بھی یکتا' منفرد اور بے مثل بناؤں' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے پانی جاری فرمایا اور محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ کے دست مبارک سے پانی جاری فرما دیا۔

آیت کریمہ ''و کانوا من قبل یستفتحون'' اور وسیلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

''وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ O''۔ (البقرہ:۸۹)

(ترجمہ:) ''اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا' وہ اُن کے پاس جس کو وہ جانتے تھے تو انہوں نے کفر کیا اس کا' تو اللہ کی لعنت ہے کافروں پر O''

یہودیوں کے دو مشہور قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر جب ان کا مقابلہ اوس اور خزرج کے ساتھ ہوتا تو یہودی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے دعا مانگتے تھے۔ اللہ رب العزت اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ان یہودیوں کو فتح عطا فرماتا' لیکن جب حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی تو یہودیوں نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا۔ اکثر مفسرین نے اس آیت کریمہ کا یہی شانِ نزول فرمایا ہے' جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ' فرماتے ہیں:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما: ان یھود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل مبعثہ ۔ فلما بعثہ اللّٰہ من العرب کفروا بہٖ' وجحدوا ما کانوا یقولون بہٖ۔

(تفسیر الطبری جلد ۱ صفحہ ۴۵۵' رقم الحدیث: ۱۵۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ یہود' اوس اور خزرج کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے' پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو انہوں نے کفر کیا اور اپنی بات کا انکار کیا''۔

(۲) علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ فرماتے ہیں:

''(یستفتحون): یستنصرون ۔ و کانت الیھود اذا قاتلت المشرکین استنصروا باسم نبی اللّٰہ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''۔ (زادالمسیر جلد اوّل صفحہ ۸۷' مطبوعہ مکتبۃ الاحرار)

(ترجمہ:) ''یستفتحون'' کا معنی ہے: وہ مدد طلب کرتے تھے اور یہود کا جب مشرکین سے قتال ہوتا تو وہ اللہ عزوجل کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے مدد طلب کرتے تھے''۔

(۳) امام فخرالدین رازی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ان الیھود من قبل مبعث محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونزول القرآن .کانوا یستفتحون . ای یسألون الفتح والنصرۃ و کانوا یقولون: اللّٰھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی'' .

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۱۷۶' دارالفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''بے شک یہود' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور قرآن کے نزول سے پہلے فتح اور نصرت طلب کرتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! نبی اُمی کے وسیلہ سے ہمیں فتح عطا فرما اور ہماری مدد فرما''۔

درج ذیل مفسرین نے بھی اس آیت کریمہ کا یہی شانِ نزول بیان فرمایا ہے:

(۴) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (الدرالمنثور جلد ا صفحہ ۸۸' مطبوعہ ایران)

(۵) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی علیہ الرحمۃ (تفسیر القرطبی جلد ۲ صفحہ ۳۰' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(۶) حافظ عمادالدین اسماعیل بن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۶ھ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۱۴۹' مؤسسۃ الریان' بیروت)

(۷) امام ابومحمد حسین بن مسعود الفرا البغوی الشافعی متوفی ۵۱۶ھ (تفسیر البغوی جلد ا صفحہ ۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۸) علامہ جارمحمود بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۸ھ (تفسیر الکشاف صفحہ ۸۶' دارالمعرفہ' بیروت)

(۹) امام صاوی علیہ الرحمۃ (تفسیر صاوی جلد اوّل صفحہ ۸۶' دارالفکر' بیروت)

(۱۰) امام اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ (تفسیر روح البیان جلد اوّل صفحہ ۲۲۸' مکتبہ رحمانیہ)

''تلك عشرة كاملة ''اس آیت کریمہ اور جمیع مفسرین کی تصریحات سے یہ نکتہ مستنبط ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص تاجدارِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ' جلیلہ' اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کرنا مستحب و مستحسن ہے اور اسے شرک یا بدعت کہنا اس آیت کریمہ اور تصریحات مفسرین کے مخالف و منافی ہے۔

چنانچہ امام علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''شفاء السقام'' میں فرماتے ہیں:

''اعلم انه یجوز ویحسن التوسل والاستعانة والتشفع بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی ربه عزوجل وجواز ذلك وحسنه من الامور المعلومة لكل ذی دین المعروفة من فعل الانبیاء والمرسلین وسیر السلف الصالحین والعلماء والعوام من المسلمین ولم ینكر ذلك احد من اهل الادیان ولا سمع به فی زمن من الامان' حتٰی جاء ابن تیمیه فتكلم فی ذلك بكلام یلبس فیه علی الضعفاء وابتدع

Marfat.com

ما لم یسبق الیه فی سائر الاعصار.....الیٰ .....وحسبك ان انكار ابن تیمیه للاستعانة والتوسل قول لم یقله عالم قبله ''۔ (شفاء السّقام فی زیارۃ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' الباب الثامن: فی التوسل والاستعانۃ والتشفع بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صفحہ ۱۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اچھی طرح جان لے کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگنا اور آپ سے شفاعت طلب کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحب و مستحسن ہے اور اس کا جواز و استحباب' ہر دیندار کے لیے اُمورِ معلوم سے ہے اور یہ ان اُمور سے ہیں جو کہ انبیاء و مرسلین کے فعل سے اور سلف صالحین' علماء اور عوام مسلمین کے فعل سے معروف و مشہور ہیں۔ جملہ ادیان میں سے کسی ایک نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی زمانے میں اس کا انکار سنا گیا۔ یہاں تک کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے اس موضوع پر کلام کیا اور کمزور ایمان والوں کو اشتباہ میں ڈالا اور ایسی بدعت کا اختراع کیا کہ تمام زمانوں میں کسی نے بھی اس کی طرف سبقت نہیں کی.....الیٰ.....اور تیرے لیے اتنی دلیل کافی ہے کہ ابن تیمیہ نے جو استعانت اور توسل کا انکار کیا ہے' یہ ایسا قول ہے کہ اس سے پہلے کسی بھی عالم نے ایسا قول نہیں کیا''۔

علامہ سبکی علیہ الرحمۃ کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کرنا بدعت نہیں' بلکہ اس توسل کے استحسان و استحباب کا انکار کرنا بدعت ہے' کیونکہ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ پیش کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بلکہ جمیع اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی روش اور طریقہ ہے۔ اس پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں تاکہ علیٰ وجہ البصیرۃ' اس عقیدہ کی حقانیت ثابت ہو۔

وسیلہ کے ثبوت پر دلائل

امام سبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے پہلے بھی آپ سے توسل کیا گیا' ظاہری حیاتِ طیبہ میں بھی آپ سے توسل کیا گیا اور بعد از وصال بھی آپ سے توسل کیا گیا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝'' ۔ (البقرہ:۳۷)

(ترجمہ:) ''پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمائی' بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد مہربان ہے''۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفصل حوالہ جات کے ساتھ پچھلے صفحات میں حدیث گزری جسے امام حاکم نے تصحیح کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمات اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیے' وہ یہ تھے:

''**یا رب اسئلك بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما غفرت لی**''۔ (المستدرک جلد ۳ صفحہ ۵۱۷' رقم الحدیث: ۴۲۸۶)

(ترجمہ:) ''اے میرے رب عزوجل! میں تجھ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت

Marfat.com

فرما''۔

تو یہ وہ کلمات تھے جن کی وجہ سے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی۔ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد قرار دیا اور اس واقعہ کی صحت پر بیّن دلیل یہ ہے کہ عالم مدینہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے اسی واقعہ سے توسل کا استحسان ثابت فرمایا ہے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے جسے امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''الشفا'' میں نقل فرماتے ہیں:

''قال ابو جعفر: یا ابا عبد اللّٰہ! أستقبل القبلة وادعو ام استقبل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادعو؟ فقال مالك: ولم تصرف وجهك عنه وهو وسیلتك ووسیلة ابیك آدم علیه السلام الیٰ اللّٰہ تعالیٰ؟ بل استقبله واستشفع به' فیشفعه اللّٰہ تعالیٰ' قال اللّٰہ تعالیٰ: ولو انهم اذا ظلموا انفسهم جاء وك الخ''۔ (الشفا صفحہ ۲۶۵' بیروت)

(ترجمہ:) ''خلیفہ ابوجعفر نے عرض کی: اے ابوعبداللہ! (حضرت امام مالک کی کنیت ہے) کیا میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چہرہ کر کے دعا مانگوں؟ امام مالک علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ تُو اپنا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے' حالانکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا وسیلہ بھی ہیں اور تیرے باپ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ بھی ہیں' بلکہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اپنا چہرہ کر اور سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شفاعت طلب کر' اللہ رب العزت اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: (ترجمہ:) ''اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو محبوب تمہارے پاس آ جائیں' الخ''۔

اور اس سے پہلے گزرا کہ یہود و نصاریٰ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلۂ جلیلہ سے فتح طلب کرتے تھے تو اللہ رب العزت اُن کو فتح عطا فرماتا۔ یہ بھی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل آپ سے توسل کی صریح دلیل ہے۔

اسی طرح حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی وسیلہ کے ساتھ دعا کی تعلیم فرمائی۔ چنانچہ امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام احمد نقل فرماتے ہیں:

''عن عثمان بن حنیف رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه' ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: ادع اللّٰہ تعالیٰ لی ان یعافینی ۔ فقال: ان شئت اخرت لك وهو خیر' وان شئت دعوت ۔ فقال: ادعه فامره ان یتوضأ فیحسن وضوءه ویصلی رکعتین ۔ ویدعو بهذا الدعاء: اللّٰهم انی اسالك واتوجه الیك بمحمد نبی الرحمة ۔ یا محمد انی قد توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه

Marfat.com

لتقضٰی ۔ اللّٰھم فشفعه فی ۔ قال ابو عیسٰی: ھذا حدیث حسن صحیح وقال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علٰی شرط الشیخین''۔

(سنن الترمذی' کتاب: الدعوات' باب:۱۱۸' رقم الحدیث:۳۵۷۸' دارالمعرفۃ' بیروت) (سنن ابن ماجۃ' کتاب: اقامۃ الصلوٰۃ' باب: ماجآء فی صلاۃ الحاجۃ' رقم الحدیث:۱۳۸۵' دارالسلام' ریاض) (السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث:۱۰۴۹۴' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۱۹' المستدرک:۱۱۷۰' مسند احمد:۱۷۲۴۰' المعجم الصغیر:۵۰۸' التاریخ الکبیر للامام البخاری' رقم الحدیث:۲۱۹۲' مسند عبد بن حمید:۳۷۹' عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث:۶۵۸)

(ترجمہ:) ''حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لیے خیر و عافیت کی دعا فرمایئے! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اور اگر تُو چاہے تو تیرے لیے دعا کو مؤخر کردوں جو تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تُو چاہے تو تیرے لیے دعا کردوں۔ اس نے عرض کیا: آقا! آپ دعا کریں! نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ دعا کرنا ''**اللّٰھم انی اسئلك واتوجه الیك**..... ''اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے' اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا ہوں تاکہ وہ پوری ہو' اے اللہ عزوجل! میرے حق میں سرکارِ اقدس کی شفاعت کو قبول فرما!''۔

امام ترمذی اور امام حاکم دونوں نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔

امام بیہقی ''دلائل النبوۃ'' میں مزید روایت کرتے ہیں کہ

''قال عثمان: فو اللّٰه ما تفرقنا ولا طال الحدیث حتی دخل الرجل و کانه لم یکن به ضرقط''۔

(ترجمہ:) ''حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! ابھی ہم جدا بھی نہیں ہوئے تھے اور نہ زیادہ وقت گزرا تھا کہ وہ بندہ داخل ہوا اور یوں لگتا تھا جیسے اس کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں''۔

یعنی اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اس نابینا کو بینائی واپس عطا فرمادی۔

اسی طرح یہ حدیث بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں آپ سے توسل کی دلیل ہے جیسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے روایت کیا:

''عن عبد اللّٰه بن دینار رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: سمعت ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما یتمثل بشعر ابی طالب

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامٰی عصمة للارامل

Marfat.com

وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم' عن ابیه: ربما ذکرت قول الشاعر' وانا انظر الٰی وجه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یستسقی' فما ینزل حتی یجیش کل میزاب . وهو قول ابی طالبؓ.

(صحیح بخاری' کتاب: الاستسقاء' باب: سؤال الناس الامام الاستسقاء' رقم الحدیث: ۱۰۰۸۔۱۰۰۹) (سنن ابن ماجہ' کتاب: اقامة الصلوٰة والسنة فیها' باب: ماجاء فی الدعاء فی الاستسقاء' رقم الحدیث: ۱۲۷۲) (مسند احمد: ۲۶' السنن الکبریٰ للبیہقی' رقم الحدیث: ۶۲۱۸' تاریخ بغداد: ۷۷۰۰)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

''وہ سفید چہرے والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے چہرے کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے' یتیموں کے والی' بیواؤں کے سہارا ہیں''۔

حضرت عمر بن حمزہ کہتے ہیں کہ حضرت سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھتا کہ اس جلوۂ زیبا کے توسل سے بارش طلب کی جاتی ہے تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر سے اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنالے بہنے لگے اور مذکورہ بالا شعر ابوطالب کا ہے''۔

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد بھی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے دعائیں کرتے اور وہ دعائیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پاتی' سو اگر یہ عمل بدعت سیئہ ہوتا تو صحابہ کرام سے بڑھ کر اس کو جاننے والا کون ہوسکتا ہے؟ جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا وسیلہ پیش کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے' وگرنہ صحابہ کرام کا العیاذ باللہ تعالیٰ جہنمی ہونا لازم ہوتا ہے' اس پر چند دلیلیں ملاحظہ فرمائیں:

''عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه' ان عمر ابن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: کان اذا قحطوا استسقٰی بالعباس بن عبد المطلب' فقال: اللّٰهم انا کنا نتوسل الیك بنبینا فاسقنا' قال: فیسقون'' . (صحیح بخاری' کتاب: الاستسقاء' باب: سؤال الناس الامام الاستسقاء' رقم الحدیث: ۱۰۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۱' صحیح ابن حبان: ۲۸۶۱' المعجم الاوسط: ۲۴۳۷' السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۲۷۰)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں پر قحط پڑتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے اور یہ دعا کرتے: ''اللّٰهم انا کنا نتوسل الخ..... ''اے اللہ عزوجل! ہم تیری طرف اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو تُو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ کے طور پر پیش کر رہے ہیں' سو تُو ہمیں بارش عطا فرما' پھر ان پر بارش نازل ہوتی''۔

Marfat.com

یہ تو تھا حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرزِ عمل' اب ذرا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طرزِ عمل بھی ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت ابو جوزاء سے روایت ہے کہ اہل مدینہ ایک مرتبہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو دیکھو اور وہاں سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف کھولو' یہاں تک کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت کا پردہ حائل نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسے ہی کیا تو بہت زیادہ بارش ہوئی' یہاں تک کہ خوب سبزہ اُگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے اور اس سال کا نام عام الفتق یعنی پھٹنے کا سال رکھ دیا گیا''۔

(سنن الدارمی' باب: ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد موتہ جلد ا صفحہ ۵۶' رقم الحدیث: ۹۲) (مشکوٰۃ المصابیح: ۵۹۵۰' الوفا لابن جوزی جلد ۲ صفحہ ۸۰۱)

گویا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور سے توسل اختیار کرنے کا حکم دیا' سو جب انہوں نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور سے توسل کیا تو اللہ رب العزت نے انہیں بارش عطا فرمائی اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے توسل کیوں کر نہ کیا جائے جبکہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی قبور سے توسل کیا گیا تو اللہ رب العزت نے ان متوسلین کی حاجت روائی فرمائی۔ چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے متعلق' امام قسطلانی تحریر فرماتے ہیں:

''ابوالفتح سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے دو سو سال بعد سمرقند میں خشک سالی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا' لوگوں نے بارہا نمازِ استسقاء پڑھی' دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی' پھر ایک صالح مرد' قاضی کے پاس گیا اور اس کو مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو امام بخاری کی قبر انور پر لے جاؤ اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگو' شاید اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرما لے۔ قاضی شہر نے مشورہ قبول کر لیا اور شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضر ہوا' لوگوں نے وہاں گریہ وزاری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے انتہائی خضوع وخشوع سے دعا مانگی اور امام بخاری سے قبولیت دعا کے لیے سفارش کی درخواست کی' اسی وقت آسمان پر بادل اُمڈ آئے اور سات دن تک لگاتار بارش ہوتی رہی''۔ (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۳۹)

بلکہ خود جلیل القدر' وقیع المرتبت اولیاء کرام نے اپنے وصال کے بعد اپنی ذوات سے توسل کا حکم دیا۔

چنانچہ علامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۷۳ھ' سیدی محمد الحنفی علیہ الرحمۃ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ

''قال سیدی محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی مرض موتہ من کانت لہ حاجۃ فلیأت الی قبری' ویطلب حاجتہ فان ما بینی وبینکم غیر ذراع من تراب وکل رجل یحجبہ عن اصحابہ ذراع'

فلیس برجل''۔ (الطبقات الکبریٰ صفحہ ۴۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''سیدی محمد حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرضِ وفات میں (اپنے مریدین ومتوسلین سے) فرمایا کہ جس کو کوئی حاجت ہو تو وہ میری قبر پر آئے اور اپنی حاجت طلب کرے کیونکہ اس کے اور میرے درمیان صرف ایک بالشت بھر مٹی کا فاصلہ ہے اور وہ کیا کامل مرد ہوا کہ ایک بالشت بھر مٹی جس سے حجاب بن جائے''۔

نیز یہی امام شعرانی علیہ الرحمۃ' شیخ محمد بن احمد الفرغلی علیہ الرحمۃ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''انا من المتصرفین فی قبورھم فمن کانت له حاجة فلیأت الٰی قبالة وجهی ویذکرها لی اقضیها له''۔ (الطبقات الکبریٰ صفحہ ۴۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''فرمایا کہ میں وہ ہوں جو اپنی قبور میں بھی تصرف کرتے ہیں' پس جس کو کوئی حاجت ہو تو وہ میری قبر پر میرے چہرہ کے سامنے آئے اور اس حاجت کو ذکر کرے تو میں اس کی وہ حاجت پوری کر دوں گا''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کے استحباب واستحسان پر چند مزید روایات ملاحظہ فرمائیں تاکہ علیٰ وجہ البصیرۃ اور شرح صدر سے اس عقیدہ کی حقانیت معلوم ہو۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد آپ سے توسل کے جواز واستحسان کی ایک مضبوط دلیل یہ ہے کہ وہ توسل والی دعا جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمائی تھی جس کا مفصل حوالہ جات کے ساتھ مذکورہ صفحات میں ذکر ہوا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی وہ دعا کرتے رہے اور اس دعا کی برکات سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے جو کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد آپ سے توسل کی صریح دلیل ہے۔

چنانچہ امام طبرانی' معجم کبیر میں نقل فرماتے ہیں:

''حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی ایک حاجت کے لیے کئی بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا مگر حضرت عثمان نہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور نہ اس کی حاجت کو دیکھا تو وہ آدمی حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور اس نے اس بات کی شکایت لگائی تو حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے فرمایا کہ تو وضو کر' پھر مسجد میں جا اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگ: ''اللّٰھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الرحمة' یا محمد انی اتوجه الیك الٰی ربك فیقضی حاجتی''۔ پس وہ آدمی مسجد گیا اور اس نے اسی طرح عمل کیا' پھر وہ آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دربان اس بندے کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان کی خدمت میں لے گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی کو اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا اور پوچھا: ''ما حاجتك؟'' تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس آدمی نے اپنی حاجت بیان کی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی حاجت پوری فرما

Marfat.com

دی' بلکہ فرمایا کہ آئندہ بھی کوئی کام ہوتو وہ بتا دینا' پھر وہ آدمی باہر نکلا اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا: جزاک اللہ تعالیٰ خیراً! آپ کی وجہ سے میرا کام ہو گیا' حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا: میری وجہ سے نہیں بلکہ اس دعا کی وجہ سے (کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ تھا) تمہارا کام ہوا ہے''۔

(المعجم الکبیر بحوالہ شفاء السقام للعلامۃ السبکی صفحہ ۱۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصالِ اقدس کے بعد آپ سے توسل کے استحسان پر ایک بڑی ایمان افروز' نجدیت سوز روایت نقل کی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

''حضرت مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے' پس ایک آدمی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! ''**استسق لامتك فانهم قد هلكو**'' (ترجمہ:) ''اپنی اُمت کے لیے بارش طلب کریں کیونکہ وہ ہلاک ہو چکی ہے''۔ پس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اور اسے میرا سلام دو اور خبر دو کہ تم سیراب کیے جاؤ گے اور ان سے کہنا: تم پر دانشمندی لازم ہے' تم پر دانشمندی لازم ہے۔ پھر وہ آدمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رو پڑے اور عرض کی: اے میرے ربِ عزوجل! میں کسی کام میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ میں عاجز ہو جاؤں''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۶ صفحہ ۳۵۶' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۷' الاستیعاب جلد ۳ صفحہ ۱۱۴۹' شفاء السقام جلد ۱ صفحہ ۱۳۰' کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۳۱' البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۱۶۷' الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۸۴)

توسل کے استحباب و استحسان پر عتبی کی یہ روایت بھی پیش نظر رہے جسے امام بیہقی' امام نووی' علامہ ابن قدامہ' حافظ ابن کثیر اور امام جلال الدین سیوطی علیہم الرحمۃ جیسے محققین نے نقل کیا:

''عتبی سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا' اس نے عرض کی: ''السلام علیک یارسول اللہ!'' میں نے اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''اور لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ تمہارے پاس آ جائیں' پس وہ اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحم کرنے والا پائیں گے (النساء:۶۴) اور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا' اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ واپس چلا گیا اور اس دوران میری آنکھ لگ گئی' پس میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے مجھے فرمایا: اے عتبی! اس دیہاتی کے پاس جا کر اسے بشارت دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے''۔ (کتاب: الاذکار للنووی' باب: اذکار الحج' صفحہ ۱۵۰' شعب الایمان للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۴۹۵' رقم

الحدیث:۴۱۷۸' المغنی لابن قدامۃ جلد۳ صفحہ ۲۹۸' تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۵۲۱' الدر المنثور للسیوطی جلد ا صفحہ ۵۷۰)

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ و بحیات ہیں' آنے والے غلاموں اور زائرین کو جانتے پہچانتے ہیں' ان کی حاجات اور عرضیاں سماعت کرتے ہیں اور باذنِ اللہ تعالیٰ پوری بھی فرماتے ہیں۔

(۲) حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد آپ سے توسل کا استحسان بھی اس روایت سے معلوم ہوا۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت کریمہ ''ولو انهم اذ ظلموا الخ ''اس کا تعلق صرف حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیاتِ طیبہ تک ہی نہیں بلکہ تا قیامت حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمیع اُمتیوں کو ''جاء وك'' کا حکم شامل ہے۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل کے استحباب پر بہت دلائل پیش کیا جا سکتے ہیں لیکن چونکہ تمام دلائل کا یہاں استیعاب اور احاطہ مقصود نہیں' اس لیے انہیں دلائل پر اکتفاء کرتا ہوں' مگر تتمہ کے طور پر ایک ایمان افروز حدیث ضرور ذکر کروں گا جس میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی ذات اور سابقہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کیا۔ چنانچہ امام طبرانی علیہ الرحمۃ' امام ہیثمی علیہ الرحمۃ اور امام ابونعیم روایت کرتے ہیں:

''جب حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدۂ ماجدہ' حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تدفین سے پہلے ان کی قبر میں لیٹے اور یہ دعا مانگی:

''اللّٰهم اغفر لامی فاطمة بنت اسد ولقنها حجتها ووسع عليها مدخلها بحق نبيك والانبياء الذين من قبلی' فانك ارحم الراحمين''۔

(المعجم الکبیر' رقم الحدیث:۱۷۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۱۸۹' مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ ۲۵۸' حلیۃ الاولیاء جلد۳ صفحہ ۱۲۱)

(ترجمہ:) ''اے اللہ عزوجل! اپنے نبی کے وسیلہ سے اور مجھ سے سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اسے اس کی حجت کی تلقین فرما اور اس کے داخل ہونے کی جگہ کو وسعت عطا فرما' بے شک تُو ارحم الراحمین ہے''۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خصوصاً حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنی' خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے' اس واضح اور صریح حدیث کے بعد بھی وسیلہ کو بدعت کہنے کا کیا جواز باقی رہتا ہے؟

آیت کریمہ ''یایها الذین امنوا لا تقولوا راعنا'' اور ادب بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے قرآن مجید' فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ○''

(البقرہ:۱۰۴)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر (کرم) فرمائیں اور پہلے ہی بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال: کان المسلمون یقولون راعنا یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکانت ھذہ اللفظة سبًا قبیحًا بلغة الیھود، لما سمعتھا الیھود اغتنموا ھا وقالوا فیھا بینھم کنا نسب محمد اسرا فاعلنوا لہ الان بالشتم وکانوا یاتونہ ویقولون: راعنا یا محمد ویضحکون فیما بینھم فسمعھا سعد بن معاذ ففطن لھا وکان یعرف لغتھم فقال للیھود علیکم لعنة اللّٰہ والذی نفسی بیدہٖ یا معشر الیھود لئن سمعتھا من رجل منکم یقولھا لرسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاضربن عنقہ فقالوا اولستم تقولونھا؟ فانزل اللّٰہ تعالٰی (یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا) لکیلا یتخذ الیھود سبیلا الی شتم رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(تفسیر قرطبی جلد۲ صفحہ۵۶، تفسیر الطبری جلد۱ صفحہ۵۱۹، تفسیر ابن کثیر جلد۱ صفحہ۱۷۶، تفسیر جلالین صفحہ۱۶، الصارم المسلول صفحہ۲۱۳، تفسیر روح البیان جلد اوّل صفحہ۲۴۹، تفسیر البغوی جلد۱ صفحہ۶۶، تفسیر کبیر جلد۱ صفحہ۲۱۹)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے تھے: یارسول اللہ ا ہماری رعایت فرمایئے اور یہ لفظ (راعنا) یہودیوں کی لغت میں قبیح گالی تھی، پس جب یہود نے یہ لفظ سنا تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور آپس میں کہا کہ ہم پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھپا کر گالیاں دیتے تھے لیکن اب اعلانیہ ان پر شتم کرو، پس وہ آئے اور انہیں نے کہا: راعنا یا محمد! اور آپس میں ہنسنے لگے، پس اس کلمہ کو حضرت سعد بن معاذ نے سن لیا اور وہ سمجھ گئے اور وہ ان کی لغت کو پہچانتے تھے، پس انہوں نے یہود سے کہا: تمہارے اوپر اللہ کی لعنت ہو، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر اب میں نے تم میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا تو میں ضرور اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ پس یہودیوں نے کہا کہ کیا تم بھی ایسا نہیں کہتے ہو؟

تو اللہ تبارک وتعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی: ''یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا'' تاکہ یہود اس لفظ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گالی کا ذریعہ نہ بنالیں''۔

آیت کریمہ اور اس کے شانِ نزول سے چند نکات معلوم ہوئے:

نکتہ اولٰی

انسانوں میں یہ بات معروف ومشہور ہے کہ ہمیشہ چھوٹے مرتبے اور منصب والا اپنے سے بڑے مرتبے اور منصب والے

کے آداب سکھاتا ہے' کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بڑے منصب و مرتبہ والا اپنے سے چھوٹے منصب و مرتبہ والے کے آداب سکھائے۔ بلاتشبیہ و بلامثال وزیراعظم کا سیکرٹری' وزیراعظم کے ساتھ آدابِ مجلس اور آدابِ نشست و برخاست سکھاتا ہے لیکن وزیراعظم' اپنے سیکرٹری سے ملنے کے آداب نہیں سکھاتا' یہ تو ہے بندوں کا عرف لیکن اللہ رب العزت کے اندازِ محبت نرالے اور منفرد ہیں اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت' قربت اور اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں وجاہت کچھ ایسی عظیم ہے کہ وہ اپنے محبوب کا خالق' مالک' رازق' منعم اور سب مراتب و درجات عطا فرمانے والا ہے اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ذات وصفات میں اس کے محتاج اور اس کے عبد مکرم ہیں لیکن پھر بھی اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے آداب' قرآنِ مجید' فرقانِ حمید کے کئی مقامات پر بیان فرمائے ہیں:

مثلاً: ایک مقام پر اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب سکھاتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

(۱) ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ'' ۔ (الانفال:۲۴)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ' جب رسول تمہیں بلائے''۔

(۲) ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ط اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ط'' ۔ (الاحزاب:۵۳)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! نبی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو کھانے کیلئے نہ کہ تم اس کے پکنے کی راہ دیکھو لیکن جب تم بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ' پس جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور بیٹھ کر باتوں میں دل نہ بہلاؤ' بے شک اس میں نبی کو تکلیف ہوتی تھی' وہ تو تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا''۔

(۳) ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ○''

(الاحزاب:۵۷)

(ترجمہ:) ''بے شک جو لوگ اذیت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو' ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اللہ نے ان کیلئے ذلیل کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

(٤) ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○''

(الحجرات:۱)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو (کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی نہ ہو جائے)' بے شک اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سننے والا خوب جاننے والا ہے()''

(۵) ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O'' . (الحجرات:۲)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! میرے نبی کی آواز سے اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو O''

(٦) ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ O اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ O وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O'' (الحجرات:۵۔۴۔۳)

(ترجمہ:) ''بے شک وہ لوگ جو رسول اللہ کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے، بے شک وہ لوگ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

ان تمام آیاتِ بینات میں موجود عظمت مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکات انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے محل پر بیان کیے جائیں گے، یہاں جو نکتہ قابل توجہ ہے وہ یہ کہ اللہ رب العزت نے خود تاکیداً اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ تمام آداب اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمائے۔ حالانکہ ایسا بھی ممکن تھا کہ کوئی صحابی یا کوئی اور شخصیت حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ آداب بیان کرتی۔ لیکن اللہ رب العزت نے ایسا نہیں کیا بلکہ خود آیات کو نازل کر کے اُمت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب سکھائے۔

اس کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ اگر کوئی صحابی آداب سکھاتا تو ان کے آداب سکھانے میں بارگاہِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ویسی افضلیت، اہمیت اور نزاکت معلوم نہ ہوتی جیسی کہ اللہ رب العزت کے آداب سکھانے سے معلوم ہوئی کیونکہ وہ رب العالمین ہے، وہ بے نیاز اور مالک الملک والملکوت ہے، سو جب وہ بے پرواہ ہو کر اتنے اہتمام سے آداب سکھا رہا ہے اور ادب نہ کرنے پر سخت وعیدیں ارشاد فرما رہا ہے تو یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ یہ کسی عام بادشاہ یا سلطان کا دربار نہیں بلکہ مملکت باری تعالیٰ کے خلیفۃ الاعظم اور حبیب اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربارِ عالی شان ہے۔ اسی لیے ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور ادب کتنے احسن پیرائے میں سکھایا، ''لا تقولوا راعنا'' فرما کر اس لفظ کو حرام فرمایا کہ جو موہم اہانت تھا، پھر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو اس کا متبادل لفظ سکھایا اور وہ ایسا لفظ ہے جس میں بے ادبی کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں، فرمایا: بلکہ عرض کیا کرو ''انظرنا'' یارسول اللہ! ہمارے حال پر نظر کرم فرمائیں۔ صرف اسی ادب پر کلام ختم نہیں فرمایا بلکہ اس بارگاہ کی نزاکت بھی بیان کر دی کہ یہ کوئی استاد یا شاگرد کا معاملہ نہیں کہ تم عدم توجہی اور لاپرواہی سے بات سنو اور پھر بار بار میرے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

Marfat.com

تکرار کی زحمت دو بلکہ ابتداء سے پوری توجہ' دھیان اور انہماک اور ہمہ تن گوش بن کر میرے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنا کرو تا کہ میرے محبوب کو دوبارہ کلام کے تکرار کی ہی زحمت نہ ہو۔ ارشاد فرمایا: ''واسمعوا'' اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو غور سے سنا کرو۔

اور جو لوگ بارگاہِ مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی' گستاخی' اہانت اور استخفاف کے مرتکب ہوتے ہیں' ان کے متعلق دو وعیدیں ارشاد فرمائی' ایک تو یہ کہ وہ کافر ہیں اور دوسری یہ کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ارشاد فرمایا:

''وللکفرین عذاب الیم'' اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور آیت کریمہ دوسرے مقام پر بھی ہے' اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰکِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِکُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا O'' (النساء:۴۶)

(ترجمہ:) ''کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ نہ سنائے جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لیے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لیے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب' تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا O''

نکتہ ثانیہ: اس آیت کریمہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے متعلق دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے بارگاہِ مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب سکھانے کے لیے صرف ایمان والوں کو مخاطب اور مدعو کیا' جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا ادب کرنا صرف اسی بندے کا کام ہے کہ جس کے دل میں ایمان کی جڑیں راسخ اور مستحکم ہیں اور بے ادبی کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جس کا دل نورِ ایمان سے خالی ہوگا' اس لیے کہ ایمان اور ادب بارگاہِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لازم و ملزوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو ایمان کے سب سے بلند رتبہ پر فائز ہیں اور جن کا ایمان پوری اُمت کے ایمان کے لیے کسوٹی اور معیار ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ O'' (البقرہ:۱۳)

(ترجمہ:) ''اور جب ان سے (یعنی منافقین و کفار سے) یہ کہا جائے کہ تم ایمان لاؤ جیسے کہ دوسرے لوگ (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے ایمان لے آئیں جیسے بے وقوف ایمان لائے' خبردار! وہی بے وقوف ہیں O''

Marfat.com

نیز ارشاد فرمایا:

''فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ج'' ۔ (البقرہ:۱۳۷)

(ترجمہ:) ''اور اور اگر وہ تمہاری مثل ایمان لے آئیں تو وہ ہدایت پا جائیں گے''۔

کفار نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بے وقوف اس لیے کہا کہ وہ دن رات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے انداز ہائے آداب دیکھتے تھے کہ یہ اپنے نبی کے ادب اور ان کی تعظیم میں کس قدر فنا ہیں کہ ان کی تھوک اور لعاب کو زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ اپنے ہاتھوں پر لے کر اسے جسم پر مل لیتے ہیں' اپنے نبی کا اس قدر ادب کہ ان کے وضو کا پانی بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے' ان کے سامنے آوازیں بلند نہیں کرتے' ان کے حکم پر لبیک کہتے ہیں' ان کے سامنے نگاہیں نیچی کر کے بیٹھتے ہیں تو یہ بے وقوف اور مجنوں لوگوں کے کام ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کفار کو جواب دیا کہ یہ جس ادب اور تعظیم کو تم حماقت' سفاہت اور بے وقوفی سمجھ رہے ہو' یہ حماقت نہیں بلکہ ان کے ایمان کا اقتضاء ہے اور ان کا یہ ایمان مجھے اتنا محبوب ہے کہ میں نے ان کے ایمان کو تا قیامت ایک کسوٹی اور معیار بنا دیا یعنی جو میرے نبی کے صحابہ کے طرزِ ادب کو اپنائے گا وہی میری نظر میں مؤمن ہے۔ چند روایات اس پر ملاحظہ فرمائیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس طرح ادب کرتے تھے؟

صحابہ کرام کے اندازِ ادب

(۱) ''عن المسور بن مخرمة ومروان' قالا: ان عروة جعل يرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعينه قال: فوالله ما تنخم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نخامة الا وقعت فی كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده واذا امرهم ابتدروا امره واذا توضأ كادوا يقتتلون علىٰ وضوئه واذا تكلم خفضوا اصواتهم عنده وما يحدونُ اليه النظر تعظيما له فرجع عروة الىٰ اصحابه فقال: اى قوم' والله لقد وفدتُ على الملوك وفدت علىٰ قيصر و كسرىٰ والنجاشی' والله ان رأيت ملكا قط يعظمه اصحابه ما يعظم اصحاب محمدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) محمدا'' ۔

(صحیح بخاری' کتاب: الشروط' باب: الشروط فی الجہاد' رقم الحدیث: ۲۷۳۲۔۲۷۳۱' دار الکتب العربی' بیروت) (صحیح ابن حبان' کتاب: السیر' رقم الحدیث: ۴۸۷۲' دار المعرفہ' بیروت) (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۲۹' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۹ صفحہ ۲۲۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳)

(ترجمہ:) ''حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت ہے' عروہ بن مسعود' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھتا رہا' اس نے کہا کہ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعابِ دہن پھینکتے تو وہ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر گرتا لیکن وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا اور جب وہ ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کرتے اور جب وہ وضو کرتے تو قریب تھا کہ وہ ان کے وضو کے پانی لینے کیلئے ایک دوسرے سے لڑ پڑتے تھے اور جب وہ کلام کرتے تو ان کے حضور وہ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے اور وہ ان کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے ان کی طرف نظر جما کے نہ

Marfat.com

دیکھتے۔ پھر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا: اے قوم! اللہ (رب العزت) کی قسم! میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں''۔

(۲) ''عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یخرج علیٰ اصحابه من المهاجرین والانصار وهم جلوس فیهم ابو بکر و عمر، فلا یرفع الیه احد منهم بصره الا ابو بکر و عمر''۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رقم الحدیث: ۳۶۶۸، دار المعرفۃ بیروت) (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۵۰، رقم الحدیث: ۱۲۵۳۸، المستدرک رقم الحدیث: ۴۱۸، تہذیب الکمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۳، مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۲۰۶۴)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف لایا کرتے، صحابہ کرام بیٹھے ہوتے اور ان میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ بھی موجود ہوتے۔ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی بھی آپ کی طرف نظریں اُٹھا کر نہیں دیکھتا تھا (آپ کی تعظیم کی وجہ سے) سوائے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے (کیونکہ ان کو مقامِ ناز میسر تھا)''۔

(۳) ''عن طارق عن ابی بکر رضی اللّٰه تعالیٰ، قال: لما نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ) (الحجرات:۳)۔ قال ابو بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، فالیت علیٰ نفسی ان لا اکلم رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم الا کاخی السرار''۔

(المستدرک، کتاب: معرفۃ الصحابۃ، جلد ۳، رقم الحدیث: ۴۴۴۹، الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۸۸۷)

(ترجمہ:) ''طارق، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب سورۃ الحجرات کی آیت ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' نازل ہوئی تو میں نے قسم اُٹھائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کلام سرگوشی کی صورت میں کروں گا جس طرح رازدان سرگوشی کرتے ہیں''۔

(٤) ''عن عمرو بن العاص قال: ما کان احد احب الی من رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا اجل فی عینی منه، وما کنت اطیق ان املاء عینی منه اجلالا له ولو سئلت ان اصفه ما اطقت لانی لم اکن املاء عینی منه''۔ (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: کون الاسلام یہدم ما قبلہ، رقم الحدیث: ۳۲۱، دار الکتاب العربی بیروت) (مسند ابوعوانہ جلد ۱ صفحہ ۷۰، رقم الحدیث: ۲۰۰، طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۲۵۹)

(ترجمہ:) ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے مجھے فرمایا: مجھے حضورِ اقدس علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا اور نہ میری نگاہ میں کوئی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر بزرگ اور معظم تھا اور میں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلالت شان کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہ سکتا تھا اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ میں آپ کا حلیہ بیان کروں تو میں بیان نہیں کر سکتا' اس لیے کہ میں نے کبھی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا''۔

(۵) ''روی اسامة بن شریك' قال: اتیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابه حوله كانما علىٰ رؤسهم الطير''.

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۳۸۵۵' مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۵۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۷۷۸۳)

(ترجمہ:) ''حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے اصحاب آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے (اور یوں سراپا ادب تھے) کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں''۔

(٦) ''عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: لقد رأیت رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والحلاق یحلقه واطاف به اصحابه فما یریدون ان تقع شعرة الا فی ید رجل''.

(صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: قرب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الناس' رقم الحدیث:۶۰۴۳' بیروت) (مسند احمد: رقم الحدیث:۱۲۴۲۳)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' اس حال میں کہ حلاق آپ کے موئے مبارک کاٹ رہا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے اردگرد گھوم رہے تھے' پس وہ یہ چاہتے تھے کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال مبارک زمین پر نہ گریں بلکہ ان میں سے کسی کے ہاتھ میں آ جائیں''۔

(۷) حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف ان کے درمیان صلح کروانے کے لیے گئے' پس نماز کا وقت آ گیا' پھر مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں نماز کی اقامت پڑھوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور لوگ اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں کے درمیان سے گزرے ہوئے آتے' حتیٰ کہ پہلی صف میں آ کھڑے ہوئے' پس لوگوں نے تالیاں بجائیں اور حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر التفات نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو انہوں نے توجہ کی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ پھر حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے حتیٰ کہ صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کو اپنی جگہ پر برقرار رہنے سے کس چیز نے روکا حالانکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں بہت زیادہ تالیاں بجاتے دیکھا؟ جس کو نماز میں کوئی امر پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے' جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الاذان' باب: من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاوّل' رقم الحدیث:۳۸۳' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۱۲۰۱_۱۲۰۴_۱۲۱۸_۱۲۳۴_۲۶۹۰_۲۶۹۳_۷۱۹۰) (صحیح مسلم' کتاب: الصلوٰۃ' باب: تقدیم الجماعۃ من یصلی بہم اذا تاخر الامام' رقم الحدیث:۹۲۴' بیروت) (سنن ابوداؤد' کتاب: الصلوٰۃ' باب: التصفیق فی الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۹۴۰' دارالسلام' ریاض) (سنن النسائی' کتاب: آداب القضاء' باب: مصیر الحاکم الی رعیتہ للصلح بینہم' رقم الحدیث: ۵۴۱۳' دارالفکر' بیروت) (مؤطا امام مالک' کتاب: قصر الصلاۃ فی السفر' رقم الحدیث:۶۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۲۲۶' مسند احمد رقم الحدیث:۲۲۸۶۱' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۱۶۲۳' المعجم الکبیر:۵۹۳۲' جامع المسانید لابن جوزی:۲۴۱۸)

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرضِ وصال میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور صحابہ کرام صفیں باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اُٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے' گویا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ انور' قرآن کا ورق ہے پھر تبسم فرما کر مسکرانے لگے اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گمان کیا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں' پس آپ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف میں مل جائیں' پھر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف اشارہ فرمایا کہ تم اپنی نماز مکمل کرو' تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پردہ گرا دیا اور اسی دن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الاذان' باب: العلم والفضل احق بالامامۃ' رقم الحدیث: ۶۸۰' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۶۸۱_۷۵۳_۱۲۰۵_۴۴۴۸) (صحیح مسلم' کتاب: الصلوٰۃ' باب: استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر من مرض' رقم الحدیث:۴۱۹' بیروت) (سنن نسائی' کتاب: الجنائز' باب: الموت یوم الاثنین' رقم الحدیث:۱۸۳۱' دارالفکر' بیروت) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الجنائز' باب: ماجآء فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۱۶۲۴' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد' رقم الحدیث:۲۱۱' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث:۵۸۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۱۳۴۴)

نوٹ: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے متعلق مزید تفصیلی دلائل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ''عقائد اہل السنہ'' مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور باب: تعظیم سیّدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صفحہ ۵۱ تا صفحہ ۷۸ مطالعہ فرمائیں۔

نکتہ ثالثہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے موھم اہانت لفظ کا حرام و کفر ہونا

اللہ رب العزت نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے ''راعنا'' کا لفظ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں بولنا حرام قرار دے دیا، حالانکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی گستاخی اور بے ادبی کی نیت قطعاً نہ تھی، لیکن چونکہ یہ ذو معنی لفظ تھا اور لغتِ یہود میں ''چرواہا'' کے معنی میں استعمال ہوتا تھا اور یہودی اپنے بغض و حسد کا اس لفظ کی آڑ میں اظہار کرتے تھے اور منع پر دلیل دیتے کہ تم بھی تو یہ لفظ استعمال کرتے ہو، سو چونکہ اس لفظ سے گستاخی کا ایہام تھا تو اگرچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نیت درست تھی لیکن پھر بھی اللہ رب العزت نے ناموسِ رسالت اور حرمتِ نبوت کے تحفظ کے لیے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے یہ لفظ استعمال کرنا حرام قرار دے دیا تاکہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی اور گستاخی کا کوئی حیلہ و بہانہ یہودیوں کو نہ ملے، اس سے علماء کرام نے یہ نکتہ اخذ کیا ہے، ہر وہ لفظ جس سے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استخفاف و استحقار کا ایہام لازم آئے اور وہ لفظ موھم اہانت ہو تو ایسا لفظ بھی تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں استعمال کرنا حرام و کفر ہے۔ سو محل تدبر ہے کہ جب اللہ رب العزت کے نزدیک بارگاہِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موھم اہانت کلمہ موجب غضب ہے تو صریح اور واضح گستاخی کا کلمہ کس قدر موجب غضب ہوگا۔ اسی لیے علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ادنیٰ سی بے ادبی اور جسارت خواہ صریح الفاظ سے ہو یا غیر صریح الفاظ سے ہو، قصداً ہو یا غیر قصداً، اشارۃً ہو یا کنایۃً ہو، ہر حال میں کفر قطعی ہے اور اس کا قائل خلود فی النار اور غضب الٰہی عزوجل کا مستحق ہے، یہاں تک کہ بعض ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہیں اور جو اس گستاخ کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی دائرۂ ایمان و اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

''قال محمد بن سحنون: اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المتنقص له كافر، والوعيد جار عليه بعذاب الله له، وحكمه عند الامة القتل، ومن شك فی كفره وعذابه فقد كفر۔
وعن مالك فی كتاب ابن حبيب: من سب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المسلمين قتل، ولم يستتب''۔

(الشفاء، الباب الاوّل فی بیان ما ھو فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سب او نقص، من تعریض ونص، صفحہ ۴۰۵، دار ابن حزم، بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت محمد بن سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام علماء کا اجماع ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ جل مجدہ کے عذاب کی وعید ہے اور اُمت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور امام مالک علیہ الرحمۃ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرے تو اسے

Marfat.com

قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"نقل ابن المنذر الاتفاق ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجب قتله" ۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۱، تفسیر قرطبی جلد ۹ صفحہ ۲۰) (الصارم المسلول لابن تیمیہ صفحہ ۲۷)

(ترجمہ:) "امام ابن المنذر نے نقل کیا کہ جس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی کی تو اس کے قتل کے وجوب پر جمیع اُمت کا اتفاق و اجماع ہے"۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری میں رقم طراز ہیں:

"من اذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطعن فی شخصه او دینه او نسبه او صفة من صفاته او بوجه من الوجوه الشین فیه صراحة او کنایة او تعریضًا او اشارة کفر ولعنة اللہ فی الدنیا والاٰخرة واعدله عذاب جهنم" ۔ (تفسیر مظہری جلد ۷ صفحہ ۳۸۱)

(ترجمہ:) "جس شخص نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اشارہ و کنایۃً صریح و غیر صریح طریق سے، عیب کی جملہ وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے یا آپ کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں، آپ کے نسب میں، آپ کے دین میں یا آپ کی ذاتِ مقدسہ کے متعلق کسی قسم کی زبان طعن دراز کی تو وہ کافر ہے، اللہ نے دنیا و آخرت میں اس پر لعنت کی اور اس کے لیے جہنم کا عذاب تیار کر کے رکھا ہے"۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے تحریر کیا:

"التهور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر" ۔ (اکفار الملحدین صفحہ ۲۱۶، مکتبہ امدادیہ)

(ترجمہ:) "انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کفر ہے، اگرچہ گستاخی کا ارادہ نہ بھی ہو"۔

حسین احمد مدنی "الشہاب الثاقب" میں لطائف رشیدیہ کے حوالہ سے رشید احمد گنگوہی کی یہ عبارت نقل کرتا ہے:

"جو الفاظ موہم تحقیر بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، اگرچہ ان کے کہنے والے نے نیتِ حقارت بھی نہ کی ہو مگر پھر بھی ان کے کہنے سے کافر ہو جائے گا"۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۵۷)

دعائے سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور وجودِ سیّدنا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○" (البقرہ:۱۲۹)

(ترجمہ:) "(حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی:) اے ہمارے رب! اور بھیج ان میں ایک عظیم

Marfat.com

رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ فرمائے' بے شک تُو ہی غالب' حکمت والا ہےO''

حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت کے بعد اللہ رب العزت سے چند دعائیں مانگیں۔ وہ سب دعائیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت اور درجہ استجابت پر فائز ہوئیں۔ ان دعاؤں میں سے ایک بہت عظیم اور متہم بالشان دعا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل مجدہ سے مانگی' وہ وجودِ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کی نسل سے ظہور میں آنا ہے۔ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تھا کہ ایک عظیم المرتبت رسول تشریف لائیں گے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے کائنات تخلیق فرمائی اور انہیں اپنی بارگاہِ عالی میں سب سے اونچا مقام نصیب فرمایا ہے اور بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت' محل استجابت ہے تو کیوں نہ اللہ رب العزت سے یہ عظیم دولت اور نعمت کبریٰ مانگ لوں' چنانچہ اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور بعینہٖ انہی صفات کے ساتھ' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل پاک سے ظاہر فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَO'' (البقرہ:۱۵۱)

(ترجمہ:) ''جیسے ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں ستھرا کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھےO''

نیز ارشاد فرمایا:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ۚ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍO'' (آل عمران:۱۶۴)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ نے بڑا احسان فرمایا مؤمنین پر جب ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں خوب پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

اور حدیث پاک میں ہے:

''عن العرباض بن السارية رضی اللّٰه تعالیٰ عنه' قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انی عبد اللّٰه فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینة وسانبئکم بتاویل ذلك: دعوة ابی ابراهیم' وبشارة عیسیٰ قومه' ورؤیا امی التی رأت انه خرج منها نور اضاء ت له قصور الشام''۔

(مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۱۴۰' رقم الحدیث: ۱۷۶۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (المستدرک جلد ۲ صفحہ ۶۰۰' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۸۰' مجمع

Marfat.com

الزوائد للہیثمی جلد۲ صفحہ ۲۲۳، حلیۃ الاولیاء جلد۶ صفحہ ۸۹) (مواہب اللدنیہ جلد۱ صفحہ ۶۷)

(ترجمہ:) ''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں لوحِ محفوظ میں عبداللہ اور خاتم النبیین (اس وقت) تھا جبکہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی اپنی مٹی میں تھے اور میں اس کا معنی بتاتا ہوں: میں اپنے باپ ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ بشارت ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو دی اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا، بے شک ان سے ایک نور نکلا جس سے ان کے لیے شام کے محلات روشن ہو گئے''۔

اس آیت کریمہ سے چند نکات معلوم ہوئے:

نکتہ اولیٰ

اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹے عطا فرمائے اور ان دونوں کو شرفِ نبوت و رسالت سے مشرف فرمایا: (۱) حضرت سیّدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (۲) حضرت سیّدنا اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام، پھر حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ'' ۔ (الانعام:۸۴)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے انہیں (یعنی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) اسحٰق اور یعقوب عطا کیے''۔

نیز ارشاد فرمایا:

''وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝'' (ھود:۷۱)

(ترجمہ:) ''اور ابراہیم کی بیوی کھڑی تھی، وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحٰق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی''۔

حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام (جن کو اسرائیل بھی کہا جاتا ہے اور آپ کی جملہ اولاد کو بنو اسرائیل کہا جاتا ہے) سے حضرت سیّدنا یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولد ہوا، وہ بھی شرفِ رسالت و نبوت سے مشرف ہوئے۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک ہزاروں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بنو اسرائیل سے ہوئے، جن میں حضرت سیّدنا موسیٰ اور حضرت سیّدنا ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام شامل ہیں، جبکہ حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے عظیم لختِ جگر، حضرت سیّدنا اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری لڑی میں صرف ایک ہی عظیم نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ یہ بات محلِ تدبر ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لڑی سے ہزاروں انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی لڑی سے صرف تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی اتفاقی حادثہ

Marfat.com

تو ہو نہیں سکتا' تو یقیناً اس میں اللہ رب العزت کی بے شمار حکمتیں اور مصالح کارفرما ہوں گی۔ جن میں بنیادی حکمت یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جمیع انبیاء پر برتری' افضلیت' تفوق' انفرادیت اور یکتائیت کو ظاہر فرمانا چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل کی ایک لڑی میں ہزاروں نبی ہیں' مگر وہ پھر بھی اپنے کمالات میں' حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری لڑی میں ایک ہی ذات کی برابری نہیں کر سکتے' گویا کہ بنواسرائیل کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جس قدر محاسن ومحامد اور معجزات وکمالات سے نوازا گیا' اللہ رب العزت نے وہ جملہ محاسب وکمالات ذاتِ سیّدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع فرما دیا۔ چنانچہ ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری　　آنچہ خوباں ہم دارند تو تنہا داری

اس مضمون کو خود حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مقامات پر بیان فرمایا' چنانچہ حدیث میں ہے:

(۱) ''عن واثلة بن الاسقع رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان اصطفیٰ من ولد ابراهیم اسماعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانة واصطفیٰ من بنی کنانة قریشا' واصطفیٰ من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم (قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن)''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۵۸۹۷) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۶۰۵) (مسند احمد' رقم الحدیث: ۱۷۴۴۹' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۷۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۳۳۳' السنن الکبریٰ رقم الحدیث:۳۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۳۱۷۳۱)

(ترجمہ:) ''حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چنا' پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو چنا' پھر بنی کنانہ سے قریش کو چنا' پھر قریش میں سے بنوہاشم کو چنا اور بنوہاشم میں سے مجھے منتخب کیا''۔

(۲) ''عن المطلب بن ابی وداعة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: جاء العباس الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فکانه سمع شیئا ۔ فقام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنبر فقال: من انا ۔ قالوا: انت رسول اللّٰہ علیك السلام ۔ قال: انا محمد بن عبد اللّٰہ بن عبد المطلب ۔ ان اللّٰہ خلق الخلق' فجعلنی فی خیرهم فرقة' ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة' ثم جعلهم قبائل' فجعلنی فی خیرهم قبیلة' ثم جعلهم بیوتا' فجعلنی فی خیرهم بیتا و خیرهم نفسا''۔ (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجاء فی فضل النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۰۸' دار المعرفۃ' بیروت' مسند احمد رقم الحدیث:۱۸۱۶)

(ترجمہ:) ''حضرت مطلب بن وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' آپ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عباس

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' گویا کہ انہوں نے کچھ سنا تھا' پس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور پوچھا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں' آپ پر سلام ہو! فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا' پھر ان کے قبائل بنائے تو مجھے ان میں بہتر قبیلہ میں رکھا' پھر ان کے گھر بنائے تو اللہ عزوجل نے مجھے ان کے بہتر گھر میں رکھا اور میری ذات کو سب سے بہتر بنایا (صدقت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!)''۔

(۳) ''عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها' عن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' عن جبریل علیه الصلوٰة والسلام قال: قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم ار بیتا افضل من بیت بنی هاشم''۔ (المعجم الاوسط للطبرانی جلد ۶ صفحہ ۲۳۷' رقم الحدیث: ۶۲۸۵' مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۲۱۷)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشارق اور مغارب چھان ڈالے' لیکن کوئی مرد میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہ پایا اور کوئی گھر میں نے بنی ہاشم کے گھر سے افضل نہیں پایا''۔

نکتہ ثانیہ

حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی دعا مانگی اور اس میں یہ کلمات عرض کیے: ''رسولا منهم'' کہ انہیں میں عظیم رسول مبعوث فرما۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ یہ رسول انسانوں کی جنس سے ہے' فرشتوں یا جنات کی جنس سے نہیں ہے کیونکہ اگر وہ رسول فرشتہ یا جن ہوتا تو انسان نہ اس کو دیکھ سکتے اور نہ اس کا کلام سن سکتے' اور اس کی سیرت انسانوں کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتی۔ فرشتہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے' نہ نکاح کرتا ہے اور نہ ہی اس کی اولاد ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ امراض وعوارضات سے بھی پاک ہوتا ہے' تو اس کی زندگی سے انسانوں کو بہترین نمونہ کس طرح میسر آتا جو انسان کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی اور ان میں توالد وتناسل بھی ہے۔ سو اللہ رب العزت کا حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنس بشر میں مبعوث فرمانا گم گشتہ راہ انسانوں پر احسانِ عظیم ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر اللہ رب العزت نے اسی حکمت کی طرف اشارہ فرمایا:

''وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝'' (الانعام: ۹-۸)

(ترجمہ:) ''اور بولے: ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتارا گیا اور ہم فرشتہ اُتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا اور پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی ۝ اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب

Marfat.com

پڑے ہیں O"

نکتہ ثالثہ

"رسولًا" پر تنوین تعظیم کے لیے ہے، جس کا معنی ہے: "عظیم رسول" سو جس ذاتِ اقدس وارفع کو حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے عظیم الشان رسول، عظیم قرار دیں، یقیناً سیّد المرسلین کا تاج انہیں کے سر انور کی زینت ہونا چاہیے۔

نکتہ رابعہ

حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند صفات کا تذکرہ فرمایا جن میں پہلی صفت ہے: "یتلوا علیھم ایتك" کہ وہ اللہ کی آیات کی اپنی اُمت پر تلاوت کریں گے۔ دوسری صفت یہ ہے: "ویعلمھم الکتاب" کتاب اللہ کے اسرار و رموز اور معارف و حکم کی تعلیم دیں گے۔ اور تیسری صفت ہے: "والحکمۃ" کہ حکمت کی تعلیم دیں گے یعنی اللہ عزوجل کی آیات کی تبیین و تشریح اپنے اقوال و افعال کے ساتھ فرمائیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت "مبین" کو ایک اور مقام پر بیان فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے: صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ" ۔ (النحل:۴۴)

(ترجمہ:) "اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اُتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اُترا"۔

"حکمت" کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں، لیکن اس مقام پر حکمت کی تعریف میں راجح قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث ہیں، چنانچہ قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام پر "حکمت" سے یہی معنی مراد لیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ازواجِ مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ" ۔ (الاحزاب:۳۴)

(ترجمہ:) "اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں، اللہ (عزوجل) کی آیتیں اور حکمت"۔

مفسرین کے جم غفیر نے اس مقام پر "حکمت" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث مراد لی ہیں۔ چنانچہ:

امام محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

"والصواب من القول عندنا فی "الحکمة" انها العلم باحکام اللّٰه التی لا یدرك علمها الا بیان الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " ۔ (تفسیر جامع القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۰۸، دار الکتب العلمیہ)

(ترجمہ:) "اور ہمارے نزدیک درست قول "حکمت" کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے ان احکام کا علم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا"۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ رقم طراز ہیں:

''(والحکمة) یعنی السنة' قاله الحسن وقتادة' ومقاتل بن حیان وابو مالك وغیرهم'' .

(تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۲۱۶' مؤسسۃ الریان)

(ترجمہ:) ''حسن' قتادہ' مقاتل بن حیان' ابو مالک اور دیگر بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ ''حکمت'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے''۔

اور یہی قول درج ذیل مفسرین نے بھی بیان کیا:

☆ امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ (تفسیر البغوی جلد ا صفحہ ۷۸)

☆ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (تفسیر قرطبی جز ثانی صفحہ ۱۳۰)

☆ امام حافظ عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ (زاد المسیر جلد ا صفحہ ۱۱۳)

☆ علامہ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی (روح المعانی جلد ا صفحہ ۵۲۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

تصریحاتِ مفسرین سے معلوم ہوا کہ ''حکمت'' سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جو کہ قرآنی آیات کی مبین اور موضح ہے۔ اور جب یہ معنی ہے تو قطعی طور پر معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض رسالت میں صرف ابلاغِ قرآن نہیں بلکہ اپنے اقوال و افعال اور سنت کے ذریعے تبیین قرآن بھی ہے۔ سو جو لوگ حدیث یا سنت کی حجیت کے قائل نہیں' وہ نہ صرف یہ کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شانِ مبین کے منکر ہیں بلکہ وہ قرآن مجید' فرقانِ حمید کی اس آیت کریمہ کے بھی منکر ہیں۔ قرآن مجید کے کثیر مقامات پر کتاب و حکمت کو مقترن کر کے بیان کیا گیا ہے' جو اس بات پر دلیل ہے کہ صرف تمسک بالکتاب کافی نہیں بلکہ تمسک بالحکمۃ اور تمسک بالسنۃ بھی لازم' واجب اور ایمانیات میں شامل ہے' بغیر حکمت و سنت کے قرآن کے معانی و مطالب اور اسرار و رموز کا فہم و ادراک ناممکن اور محال ہے۔

حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی صفت یہ بیان کی گئی ہے: ''ویزکیھم'' اور وہ ان کو ستھرا کرے' یعنی اپنی تعلیم و حکمت' سیرت و کردار' محاسن جمیلہ اور اخلاقِ محمودہ فاضلہ سے اپنی اُمت کے ظلماتی' کثافتی قلوب و باطن کا تزکیہ' تصفیہ اور تجلیہ فرمائیں۔ چنانچہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ صفت علیٰ وجہ الکمال والتمام موجود تھی۔ ارشادِ ربانی ہے:

''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O'' (التوبہ:۱۰۳)

(ترجمہ:) ''اے محبوبِ مکرم! ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو' بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے O''

Marfat.com

اہل سنت پر اتہام شرک کی تردید بلیغ

مذکورہ آیت اور دعائے سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ''تطھرھم'' اور ''تزکیھم'' اسی طرح ''یزکیھم'' میں اللہ رب العزت نے تطہیر و تزکیہ کے اسناد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرمائی ہے اور ان تمام افعال میں ''ھو'' ضمیر کا فاعل اور مرجع حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنایا ہے حالانکہ قلوب و بواطن کا تصفیہ اور تزکیہ فرمانے والا اللہ رب العزت ہے۔ چنانچہ کئی مقامات میں اللہ رب العزت نے تطہیر و تزکیہ کی اسناد اپنی طرف فرمائی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ O''۔ (المائدہ:٦)

(ترجمہ:) ''اور لیکن اللہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تا کہ تم شکر ادا کرو O''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ''۔ (الانفال:١١)

(ترجمہ:) ''اور اللہ نے آسمان سے تم پر پانی اتارا تا کہ تمہیں اس کے ساتھ ستھرا کر دے''۔

نیز ارشاد فرمایا:

''اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا O''(الاحزاب:٣٣)

(ترجمہ:) ''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے O''

''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا O''(النساء:٤٩)

(ترجمہ:) ''کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی پاکی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے برابر O''

ارشادِ رب العالمین ہے:

''وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O''(النور:٢١)

(ترجمہ:) ''اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ستھرا نہ ہو سکتا' ہاں اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے O''

اور حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

Marfat.com

''اللّٰھم ات نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکّٰھا''۔

(ترجمہ:) ''اے اللہ عزوجل! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اس کو ستھرا کر دے، تُو سب سے بہتر تزکیہ فرمانے والا ہے''۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بالذات اور درحقیقت تزکیہ اور تنقیہ فرمانے والی ذات صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ قلوب و بواطن کی تطہیر میں دراصل اس کا ارادہ مؤثر ہوتا ہے، لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اس تطہیر و تزکیہ کا سبب اور واسطہ ہیں، اس لیے اللہ رب العزت نے بطورِ مجاز تزکیہ کی اسناد آپ کی طرف فرمائی، سو جہاں اللہ رب العزت کی طرف تزکیہ کی نسبت ہے، وہ نسبت حقیقی ذاتی ہے اور جہاں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تطہیر و تزکیہ کی نسبت ہے تو وہ نسبت مجازی عطائی ہے۔ قرآن مجید کے کئی مقامات پر اس نسبت حقیقی و مجازی کا فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں:

اللہ رب العزت رؤف و رحیم ہے، ارشادِ ربانی ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O'' (البقرہ:۱۴۳)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ لوگوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے O''

اسی ذات نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ''رؤف و رحیم'' فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O'' (التوبہ:۱۲۸)

(ترجمہ:) ''ان پر (یعنی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) گراں ہے وہ کام جو تمہیں مشقت میں ڈالے تمہاری خیر کے خواہاں ہیں (اور) مؤمنین پر ''رؤف و رحیم'' ہے O''

اسی طرح عزت تمام کی تمام اللہ رب العزت کے لیے خاص ہے۔ ارشاد فرمایا:

''فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا O'' (النساء:۱۳۹)

(ترجمہ:) ''پس بے شک عزت تمام کی تمام اللہ ہی کے لیے ہے O''

اسی ذات نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے غلاموں کے لیے عزت کو ثابت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ O'' (المنافقون:۸)

(ترجمہ:) ''اور عزت صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور مؤمنین کے لیے، لیکن منافق نہیں جانتے O''

حمد کا استحقاق صرف اللہ رب العزت کی ذات سے مختص ہے اور حمد کے جمیع افراد صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O'' (الفاتحہ:۱)

(ترجمہ:) ''تمام حمدیں صرف اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے O''

اسی ذاتِ ارفع واعلیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''محمد'' نام عطا فرمایا' جس کا معنی یہ ہے: ''الذی یحمد مرة بعد مرة ''وہ ذات کہ جس کی بار بار حمد کی جائے''۔ قرآن مجید کے چار مقامات پر اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کا ذکر فرمایا۔ ارشادِ رب العالمین ہے:

''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ'' ۔ (آل عمران:۱۴۴)

(ترجمہ:) ''اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف رسول ہیں (خدا نہیں) تحقیق ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں''۔

''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ'' (الاحزاب:۴۰)

(ترجمہ:) ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں''۔

''وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ'' ۔ (محمد:۲)

(ترجمہ:) ''اور وہ ایمان لائے اس پر جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا گیا اور وہ نازل کردہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے''۔

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ'' ۔ (الفتح:۲۹)

(ترجمہ:) ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں''۔

اسی طرح ولی صرف اللہ عزوجل ہے۔ ارشاد فرمایا:

''وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ O'' (العنکبوت:۲۲)

(ترجمہ:) ''اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی ولی ہے اور نہ ہی کوئی مددگار O''

''وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ O'' (آل عمران:۶۸)

(ترجمہ:) ''اور اللہ (عزوجل) مؤمنین کا ولی ہے O''

اسی ذات نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مؤمنین کا ولی قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' ۔ (المائدہ:۵۵)

(ترجمہ:) ''تمہارا ولی صرف اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان والے (بھی تمہارے ولی ہیں)''۔

اسی طرح عطا فرمانے والا اللہ عزوجل ہے لیکن اس نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطا فرمانے والا قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ

Marfat.com

اِلَی اللّٰہِ رَاغِبُوْنَ O ''(التوبہ:۵۹)

(ترجمہ:) ''اور کیا اچھا ہوتا کہ اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے: ہمیں اللہ کافی ہے' عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے عطا فرمائے گا اور اس کا رسول' ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے O''

سو اس طرح کی تمام آیات میں ذاتی و عطائی اور حقیقی و مجازی کا فرق کیا گیا' یعنی اللہ رب العزت کی جمیع صفاتِ ذاتی' حقیقی' استقلالی' ابدی اور ازلی ہیں اور ان میں تغیر و تبدل ممتنع بالذات اور محالِ قطعی ہے' جبکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جمیع صفات' عطائی' مجازی' غیر مستقل' حادث اور ممکن التغیر ہیں' انہی فروق کی وجہ سے صفاتِ باری تعالیٰ اور صفاتِ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لفظاً اشتراک کی وجہ سے شرک لازم نہیں آئے گا' چنانچہ اُمت کے جمیع علماء نے اس طرح کی تمام آیات میں اسنادِ حقیقی اور اسنادِ مجازی کا فرق کیا ہے۔ دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی متوفی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

''کہ حدیث پاک میں فرشتے کی طرف ان الفاظ کی نسبت ہے: ''بعث اللّٰہ الیھا ملکا فصورھا وخلق سمعھا وبصرھا وشعرھا'' (صحیح مسلم) اللہ رب العزت اس جنین رحم کے پاس فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ فرشتہ اس کی تصویر بناتا ہے اور اس میں سماعت' بصارت اور بال پیدا کرتا ہے''۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''نسبة الخلق والتصوير للملك نسبة مجازية لا حقيقة''۔

(التذکرۃ فی احوال الموتیٰ صفحہ ۶۸' دارالکتاب العربی' بیروت)

(ترجمہ:) ''فرشتے کی طرف ''خلق'' اور ''تصویر'' کی نسبت' نسبت مجازی ہے نہ کہ نسبت حقیقی''۔

آیت کریمہ ''لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا O'' (مریم:۱۹) میں ''ھبہ'' کی نسبت حضرت جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طرف کی۔ اس کی وضاحت میں فخر الملۃ والدین امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ان الھبة لما جرت علىٰ يده بان كان هو الذى نفخ فى جيبها بامر اللّٰه تعالىٰ جعل نفسه كانه هو الذى وهب لما واضافة الفعل الىٰ ما هو سبب له مستعمل''۔

(التفسیر الکبیر جلد ۷' جزو ۲۱' صفحہ ۱۸۲' دارالفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''چونکہ ھبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھوں سے جاری ہوا' اس طرح کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے گریبان میں پھونک ماری تو انہوں نے اس ھبہ کی اسناد اپنی طرف کی اور فعل کی اضافت و نسبت' واسطہ اور سبب کی طرف (عربی کلام میں) مستعمل اور شائع و ذائع ہے''۔

اس کی مزید تفصیل جاننے کے لیے علامہ تفتازانی کی متداول کتاب ''مختصر المعانی'' صفحہ ۵۳ تا ۵۱ ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

''اس ساری بحث سے ان لوگوں کی تردید مقصود تھی جو ان مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگاتے ہیں کہ جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مدد، حاجت روائی، اختیارات وتصرفات اور نفع ونقصان کی نسبت کرتے ہیں۔ کسی بھی مسلمان کے ذہن میں خیال میں یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ان صفات میں مستقل ہیں یا اللہ رب العزت کی عطا اور توفیق کے بغیر تصرف فرماتے ہیں۔ سو جب ان مذکورہ آیات میں ذاتی وعطائی اور حقیقی ومجازی کے فرق سے شرک مرتفع ہو گیا تو یہاں بھی شرک کا قطعاً کوئی احتمال وامکان نہیں ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی لیے چودہ سو سال پہلے اپنی اُمت کی شرک سے برأت کا اعلان فرما دیا تھا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''عن عقبة بن عامر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، قال: صلی رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٰ قتل احد، بعد ثمانی سنین کالمودع للاحیاء والاموات، ثم طلع المنبر، فقال: انی بین ایدیکم فرط وانا علیکم شهید، وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیه من مقامی هذا، وانی لست اخشا علیکم ان تشرکوا، ولکنی اخشیٰ علیکم الدنیا ان تنافسوا فیها قال: فکانت آخر نظرة نظرتها الیٰ رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''۔

(صحیح بخاری، کتاب: المغازی، باب غزوة اُحد، رقم الحدیث:۳۸۱۶) (صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفاته، رقم الحدیث:۲۲۹۴) (سنن ابوداؤد، کتاب: الجنائز، باب: المیت یصلی علیٰ قبره بعد حین، رقم الحدیث:۷۶۸) (السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث:۶۶۰۱، مسند احمد جلد۴ صفحہ۱۵۴)

(ترجمہ:) ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداءِ اُحد پر آٹھ سال بعد (دوبارہ) اس طرح نماز پڑھی گویا زندوں اور مُردوں کو الوداع کہہ رہے ہیں۔ پھر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا پیش رُو ہوں، میں تمہارے اوپر گواہ ہوں، ہماری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اس جگہ سے حوضِ کوثر دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمہارے متعلق اس بات کا ڈر ہی نہیں ہے کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ تمہارے متعلق مجھے دنیا کی محبت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میرا یہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری دیدار تھا''۔

''عن حذیفة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان ما اتخوف علیکم رجل قرء القرآن حتیٰ اذا رئیت بهجته علیه وکان ردئا للاسلام غیره الیٰ ماشآء اللّٰه فانسلخ منه، فسعیٰ علیٰ جاره بالسیف، ورماه بالشرک، قال: قلت: یا نبی اللّٰه، ایهما اولیٰ بالشرک المرمی ام الرامی؟ قال: بل الرامی''۔ (صحیح ابن حبان، کتاب: العلم)

Marfat.com

تحویل قبلہ اور رضائے مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ''۔ (البقرہ:۱۴۴)

(ترجمہ:) ''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا' تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے' ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف''۔

آیت کریمہ کا شانِ نزول

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے متعلق جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس کی طرف چہرۂ اقدس کر کے نماز ادا کرتے۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے اس طرزِ عمل سے بہت خوش تھے کیونکہ بیت المقدس یہودیوں اور عیسائیوں کا قبلہ تھا لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلبی خواہش اور تمنا یہ تھی کہ بیت اللہ' قبلہ نماز بن جائے۔ چنانچہ ایک دن حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بنو سلمہ کی مسجد جسے آج مسجد قبلتین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' میں نمازِ ظہر ادا فرما رہے تھے' دو رکعت نماز ادا کر لی تھیں اور دو رکعت ابھی باقی تھیں' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرطِ تمنا اور شدتِ خواہش میں اپنا چہرۂ اقدس بار بار آسمان کی طرف اُٹھایا۔ ابھی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باقی دو رکعت مکمل نہ کی تھیں کہ عین حالتِ نماز میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحویل قبلہ اور کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم دیا۔ امام بخاری اور دیگر محدثین و مفسرین روایت کرتے ہیں:

''عن البراء' قال: لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینة صلی نحو بیت المقدس ستة عشر او سبعة عشر شهرا' وکان یحب ان یوجه الی الکعبة' فانزل اللہ (قد نری تقلب وجهك فی السمآء فلنولینك قبلة ترضٰها) فوجه نحو الکعبة''۔

(صحیح بخاری' کتاب: اخبار الآحاد' باب: ماجآء فی اجازة خبر الواحد الصدوق' رقم الحدیث:۷۲۵۲۔۷۲۵۱' دار الکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۳۹۹۔۴۴۸۶۔۴۴۹۲) (صحیح مسلم' کتاب: المساجد' باب: تحویل القبلة من القدس الی الکعبة' رقم الحدیث: ۵۲۵۔۵۲۶) (سنن الترمذی' کتاب: الصلوٰۃ' باب: ماجآء فی ابتداء القبلة' رقم الحدیث:۳۴۰' دار المعرفہ) (سنن النسائی' کتاب: الصلوٰۃ' باب: فرض القبلة' رقم الحدیث:۴۸۵' دار الفکر) (صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۴۳۳' صحیح ابن حبان:۱۷۱۶' سنن بیہقی جلد۲ صفحہ۲' معرفة السنن والآثار رقم الحدیث:۲۸۷۶' الطبقات الکبریٰ جلد۱ صفحہ۲۴۳' مسند احمد رقم الحدیث:۱۸۴۹۶)

(ترجمہ:) ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو

Marfat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى O'' (الضحیٰ:۵)

(ترجمہ:) ''اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے''۔

''وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى O'' (طٰہٰ:۱۳۰)

(ترجمہ:) ''رات کے کچھ اوقات اور دن کے اطراف میں اس کی تسبیح کریں تا کہ آپ راضی ہو جائیں O''

اور حدیث پاک میں ہے:

''عن عبد اللّٰه بن عمرو ابن العاص: ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلا قول اللّٰه عزوجل فی ابراهيم: (رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ ۚ) (ابراہیم:۳۶) وقال عیسٰی علیه السلام (اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O) (المائدہ:۱۱۸) فرفع یدیه وقال: ''اللّٰهم امتی امتی'' وبکٰی، فقال اللّٰه عزوجل: یا جبریل اذهب الٰی محمد، وربك اعلم، فسله ما یبكیك، فاخبره رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بما قال، وهو اعلم فقال اللّٰه تعالٰی: یا جبریل اذهب الٰی محمد فقل: انا سنرضیك فی امتك ولا نسوئك''۔

(صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: دعآء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لامتہ، رقم الحدیث:۴۹۹، دارالکتاب العربی، بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب: احوال القیامۃ، باب: الحوض والشفاعۃ، رقم الحدیث:۵۵۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت) (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:۱۱۲۶۹، صحیح ابن حبان، کتاب: اخبارہ عن مناقب الصحابۃ، باب: ذکر ماوعد اللہ تعالیٰ رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یرضیہ فی امتہ، رقم الحدیث:۷۲۳۴۔۷۲۳۵، دارالمعرفہ، بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی تلاوت کی: ''اور اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے'' (ابراہیم:۳۶) اور عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: ''اگر تُو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تُو ان کو بخش دے تو تُو بہت غالب بہت حکمت والا ہے'' (المائدہ:۱۱۸)۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور عرض کی: اے اللہ! میری اُمت! میری اُمت! اور آپ رونے لگے، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جاننے والا ہے، ان سے پوچھو کہ ان کو کیا چیز رُلاتی ہے؟ جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو: ہم آپ کو آپ کی اُمت کے متعلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے''۔

Marfat.com

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں:

''کہ جب قیامت کے دن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کریں گے اور اللہ رب العزت آپ کی شفاعت سے آپ کی اُمت کو جنت میں داخل فرمائے گا تو پوچھے گا: ''ارضیت یا محمد'' (مدارج النبوۃ) (ترجمہ:) ''اے محبوبِ مکرم! کیا آپ راضی ہیں؟''۔

اسی طرح امام ابن حبان اپنی کتاب ''صحیح ابن حبان'' میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ

''اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اُمت کی کثرت دکھائی اور ساتھ میں وہ ستّر ہزار افرادِ اُمت بھی دکھائے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے' یہ کرم ظاہر کرنے پر فرمایا: ''ارضیت یا محمد'' (ترجمہ:) ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ راضی ہیں؟'' (صحیح ابن حبان)۔

سبحان اللہ! مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ محبوبیت تو ملاحظہ فرمائیں کہ شہنشاہِ حقیقی' ملک جلیل' غنی مغنی' احد وصمد اپنے محبوب سے پوچھتا ہے کہ محبوب! کیا تم راضی ہو؟ جس ذات کو تمام کائنات راضی کرنا چاہتی ہے' وہ اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی فرما رہا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نکتہ ثانی

اس آیت کریمہ میں دوسرا ایمان افروز اور وجد آور نکتہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحویل قبلہ کا حکم دیا تو یہ نہیں فرمایا: ''فلنولینك کعبة ترضٰها'' بلکہ فرمایا: ''فلنولینك قبلة ترضٰها''۔ سوال پیدا ہوا کہ ''کعبہ'' اور ''قبلہ'' میں فرق کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ لفظ ''کعبة'' معرفہ ہے جس کا اطلاق ایک جہت مخصوصہ پر ہوتا ہے جبکہ لفظ ''قبلة'' نکرہ ہے جس کا اطلاق ہر سمت اور جہاتِ اربعہ پر ہو سکتا ہے' اگر اللہ رب العزت ارشاد فرماتا: ''فلنولینك کعبة ترضٰها'' تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف ایک متعین جہت کی طرف چہرہ پھیرنے کی اجازت ہوتی' لیکن اللہ رب العزت نے جہات و سمات کی تعیین' تحدید اور تقیید اُٹھا دی اور مطلقاً فرمایا: ''فلنولینك قبلة ترضٰها'' جس کا اشارۃً مفہوم یہ ہے کہ محبوب میں نے تو تجھے راضی کرنا ہے میری ذات کو جہات کی احتیاج نہیں' میرے محبوب صرف جہت کعبہ نہیں بلکہ تمام جہات آپ کے سامنے ہیں' جہاں محبوب تم اپنا رخ پھیرو گے' اسی کو قبلہ بنا دوں گا۔

سو اگر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کعبہ کی بجائے کسی اور جہت کی طرف رخ انور پھیر لیتے تو اللہ رب العزت اس کو قبلہ بنا دیتا۔

''فسبحان من عَظَّمَ وَکَرَّمَ وَشَرَّفَ حبیبه العظیم صلی اللّٰه تعالٰی علیه واٰله وبارك وسلم''۔

Marfat.com

نکتہ ثالثہ

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قولِ مختار کے مطابق ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے' ابھی دو رکعت نماز ادا کی تھیں اور دو رکعت باقی تھیں کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرطِ تمنا اور شدتِ خواہش میں اپنا رخِ انور آسمان کی طرف اُٹھایا' ابھی اپنی خواہش کا لفظوں میں اظہار نہیں کیا کہ تحویل قبلہ کا حکم آ گیا' عین حالت نماز میں صفیں ٹوٹ گئیں' سینے پھر گئے' بظاہر نماز میں خلل آ گیا تو ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ بقیہ نماز کے بعد تحویل قبلہ کا حکم دے دیا جاتا اور اگلی عصر کی نماز میں تمام لوگ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے لیکن ایسا نہیں ہوا' جس سے معلوم ہوا کہ منشاءِ ایزدی یہی تھا کہ میں لوگوں کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور وجاہت دکھاؤں کہ صفیں ٹوٹ جائیں' یہ بھی گوارا ہے' سینے پھر جائیں یہ بھی گوارا ہے' نماز میں ظاہراً خلل آ جائے یہ بھی گوارا ہے لیکن اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس میں پیدا ہونے والی تمنا کو ردّ کرنا گوارا نہیں ہے۔

یہ تو ایک واقعہ ہے' حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ اپنی پوری زندگی کے مشاہدہ کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

''عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: ما اری ربك الا یسارع فی هواك''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' سورۃ الاحزاب' رقم الحدیث: ۴۷۸۸) (صحیح بخاری' کتاب النکاح' رقم الحدیث: ۵۱۱۳' دار الکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الرضاع' باب: جواز هبتها نوبتها لضرتها' رقم الحدیث: ۳۶۳' دار الکتاب العربی' بیروت) (سنن النسائی' کتاب النکاح' باب: ذکر امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی النکاح' رقم الحدیث: ۳۱۹۶' دار الفکر)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے عرض کی: (یا رسول اللہ!) میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ آپ کا ربِ عزوجل آپ کی خواہش اور تمنا کو فوراً پورا فرما دیتا ہے''۔

سو جب اللہ رب العزت آپ کی قلبی تمنا اور خواہش کو پورا فرما دیتا ہے تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس پر آنے والی دعاؤں کی استجابت اور قبولیت کا کیا عالم ہوگا؟ اس کی تفصیل تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ آیت کریمہ ''لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا'' کے تحت کریں گے' یہاں ذوقِ ایمان کے جلا کے لیے صرف دو عدد حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

''عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال اصابت الناس سنة علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبینا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخطب فی یوم جمعة' قام اعرابی فقال: یا رسول اللّٰه! هلك المال وجاع العیال فادع اللّٰه لنا فرفع یدیه وما نری فی السماء قزعة فوالذی نفسی بیده ما وضعها حتی نار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبره حتی رأیت المطر یتحادر علیٰ لحیته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمطرنا یومنا ذالك' ومن الغد وبعد الغد والذی یلیه حتی الجمعة الاُخری وقام ذلك الاعرابی او قال غیره فقال یا رسول' تهدم البناء وغرق المال فادع اللّٰه لنا فرفع یدیه فقال: اللّٰهم حوالینا ولا علینا فما یشیر بیده الیٰ ناحیة من السحاب الا انفرجت یریهم اللّٰه کرامة نبیه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجابة دعوته''۔

Marfat.com

(صحیح بخاری' کتاب: الجمعۃ' باب: الاستسقاء فی الخطبۃ ' رقم الحدیث:۹۳۳' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۹۳۲_۱۰۱۳_۱۰۱۴_۱۰۱۵_۱۰۱۶_۱۰۱۷_۱۰۱۸_۱۰۱۸_۱۰۲۱_ ۱۰۲۹_۱۰۳۳_۳۵۸۲_۶۰۹۳_۶۳۴۲) (صحیح مسلم' کتاب: صلوٰۃ الاستسقاء' باب: الدعاء فی الاستسقاء' رقم الحدیث:۸۹۷' دارالکتاب العربی) (سنن ابی داؤد' کتاب: صلاۃ الاستسقاء' باب: رفع الدین فی الاستسقاء' رقم الحدیث:۱۱۷۳_۱۱۷۴_۱۱۷۵' دارالسلام) (سنن ابن ماجہ:۱۲۶۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم:۳۷۰) (سنن الکبریٰ جلد۳ صفحہ۳۵۴' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۶ صفحہ۱۳۹' شرح السنہ:۱۱۶۷' مسند احمد:۱۳۶۹۳)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں قحط پہنچا' پس جب آپ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے ہیں' سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا فرمائیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اُٹھائے' ہم نے اس وقت آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھا' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ابھی آپ نے اپنے دست پاک کو نیچے نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی مثل بادل اُمڈ آئے اور آپ ابھی منبر سے بھی نہیں اترے تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کے قطرات آپ کی داڑھی مبارک پر ٹپک رہے تھے' پھر اس دن ہم پر بارش ہوئی اور اس کے اگلے دن بارش ہوئی اور اس کے بعد والے دن بارش ہوئی اور اس کے قریب والے دن بارش ہوئی یہاں تک کہ اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی' پھر وہی دیہاتی کھڑا ہوا' یا کوئی اور شخص' اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مکان گر گئے اور مال غرق ہو گئے' سو آپ اللہ ذوالمجد والعلیٰ سے دعا کریں' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا' ہم پر نہ برسا۔ پھر آپ بادل کی جس سمت بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تو بادل ہٹ جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سب اس لیے ہوا کہ اللہ رب العزت لوگوں کو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت اور دعا کی قبولیت واجابت دکھانا چاہتا تھا''۔

''عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال کان ابو لیلیٰ یسیر مع علی رضی اللّٰہ عنہ' فکان یلبس ثیاب الصیف فی الشتاء وثیاب الشتاء فی الصیف فقلنا: لوسالتہ ' فقال: ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث الی وانا ارمد العین یوم خیبر قلت: یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی ارمد العین فتفل فی عینی ثم قال اللّٰھم اذھب عنہ الحر والبرد قال فما وجدت حرا ولا بردًا بعد یومئذ'' .

(سنن ابن ماجہ' المقدمۃ' باب: فضل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث:۱۱۷' دارالسلام' ریاض) (السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۵۳۶' مسند احمد رقم الحدیث:۷۷۸' مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۱۱۲)

(ترجمہ:) ''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابولیلیٰ' حضرت علی کے ساتھ چل رہے تھے

Marfat.com

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں اور سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنتے تھے' ہم نے کہا: کاش! آپ سے وجہ پوچھ لیں' تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن مجھے بلانے کیلئے بندہ بھیجا تو میری آنکھوں میں آشوب تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے آشوبِ چشم ہے۔ پس حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعابِ اقدس میری آنکھوں میں ڈالا' پھر عرض کی: اے اللہ! علی کو گرمی اور سردی کی تکلیف سے بچا۔ حضرت علی فرماتے ہیں: اس دن کے بعد کبھی بھی میں نے گرمی اور سردی محسوس نہیں کی''۔

نکتہ رابعہ

تحویل قبلہ سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا یہ پہلو بھی معلوم ہوا کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرۂ اقدس کعبہ کی طرف پھیر لیا تو اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق کے چہرے اسی سمت پھیر دیئے یعنی ایک رخِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کعبہ کی طرف پھرنے کی دیر تھی کہ تمام خدائی کے قیامت تک اسی طرف چہرے پھروا دیئے گئے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عرض کرتے ہیں:

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی ۔۔۔ ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

جس کی طرف حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس اور نگاہِ کرم ہو جائے تو تمام مخلوق اسی طرف متوجہ ہو جاتی ہے بلکہ خالق جل وعلا کی توجہات بھی اسی پر مرکوز ہو جاتی ہیں جو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منظورِ نظر ہو جائے۔ چنانچہ اولیائے کرام کے مزارات پر آج جو خلق خدا کا اژدھام ہے اور اللہ رب العزت کی ان پر توجہات ہوتی ہیں' اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منظورِ نظر بن چکے ہیں' اس کے برعکس جو بندہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنا چہرہ پھیرتا ہے یا جس سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا رخِ انور پھیر لیتے ہیں تو نہ صرف مخلوق اس سے پھر جاتی ہے بلکہ خالق جل مجدہ کی توجہات' اس کی رحمت' اس کا کرم وفضل بھی اس بندے سے پھر جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''ثُمَّ انْصَرَفُوْا ط صَرَفَ اللّٰهُ''۔ (التوبہ:۱۲۷)

(ترجمہ:) ''پھر جب وہ پھر گئے (یعنی محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) تو اللہ نے ان سے پھیر لی (یعنی اپنا رحمت و کرم)''۔

اہل کتاب کا حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچاننا آیت کریمہ ''یعرفونہ کما یعرفون ابنآء ھم''

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ط وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ

Marfat.com

یَعْلَمُوْنَ O ''(البقرہ:۱۴۶)

(ترجمہ:) ''وہ جن کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ میرے محبوب کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور بے شک ان میں سے ایک گروہ ضرور حق کو چھپاتا ہے جان بوجھ کر''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا جو کہ اسلام لانے سے قبل یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے: ''الذین اٰتینٰھم الکتاب ''تو یہ معرفت کیسی ہے۔

''اتعرف سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما تعرف ابنك؟ فقال: نعم واللّٰه'' .

(ترجمہ:) ''کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح پہچانتے ہو جیسے تم اپنے بیٹے کو پہچانتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں''۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب میں آپ کی صفات بیان فرمائی ہیں اور اپنے بیٹوں کے متعلق ہمیں علم نہیں کہ عورتیں کیا کرتی ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسولِ برحق ہیں' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سر کو بوسہ دیا۔

(البحر المحیط جلد۲ صفحہ۳۳۔۳۲' دارالفکر' بیروت) (الجامع لاحکام القرآن جلد۲ صفحہ۱۵۸' مکتبہ رشیدیہ) (تفسیر کبیر جلد۲ صفحہ۱۲۶' دارالفکر' بیروت) (تفسیر روح المعانی جلد۲ صفحہ۵۶۳' مکتبہ رشیدیہ' لاہور)

اس آیت کریمہ سے چند نکات معلوم ہوئے:

نکتہ اولیٰ

اللہ رب العزت نے صرف قرآن مجید' فرقانِ حمید ہی میں آپ کے ذکر جمیل اور محاسن و محامد کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ کتب سابقہ میں بھی آپ کے اذکارِ عالیہ اور اوصافِ عظیمہ کو بیان فرمایا اور یہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی کتنی بڑی دلیل ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے قبل ہی کتب سابقہ میں آپ کے ذکر کے ڈنکے بجائے جا رہے ہیں یا اس کو یوں سمجھئے کہ کتب سابقہ اللہ رب العزت نے نازل تو سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فرمائی لیکن ان میں ذکر جمیل اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمایا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمائی:

''اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ'' .

(الاعراف:۱۵۷)

(ترجمہ:) ''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے' غیب کی خبریں دینے والے کی' جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں''۔

کتب سابقہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن و فضائل موجود ہیں' ان میں سے ایک بڑی ایمان افروز فضیلت کا ذکر صحیح

Marfat.com

بخاری کے اندر آیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری' امام دارمی' امام بیہقی' امام طبرانی اور علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

''عن عطاء بن یسار قال: لقیت عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما' قلت: اخبرنی عن صفة رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی التوراة قال: اجل' واللّٰہ انه لموصوف فی التوراة ببعض صفته فی القرآن: (یایھا النبی انا ارسلناك شاھدا ومبشرا ونذیرا) وحرز الامیین' انت عبدی ورسولی' سمیتك المتوکل' لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق' ولا یدفع بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویغفر' ولن یقبضه اللّٰہ حتٰی یقیم به الملة العوجاء' بان یقولوا: لا الٰه الا اللّٰہ' ویفتح بھا اعینا عمیا وآذانا صما' وقلوبا غلفا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: البیوع' باب: کراھیة السخب فی الاسواق' رقم الحدیث: ۲۱۲۵' وفی کتاب التفسیر' باب: انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا' رقم الحدیث: ۴۸۳۸' دارالکتاب العربی) (الادب المفرد: ۲۴۷' سنن الدارمی: ۶' مسند احمد: ۶۶۲۲' دلائل النبوة جلد ۱ صفحہ ۳۷۴' مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۷۱' جامع الاصول جلد ۱۱ رقم الحدیث: ۸۸۳۷' المعجم الکبیر: ۱۰۰۴۶' الطبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۶۰)

(ترجمہ:) ''حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور میں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توریت میں مذکور صفت کی خبر دیں' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' اللہ عزوجل کی قسم! توریت میں آپ کی ان بعض صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں' وہ یہ ہیں: اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر' بشارت دینے والا' ڈر سنانے والا اور اُمیین کی پناہ بنا کر۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں' میں نے آپ کا نام ''متوکل'' رکھا ہے' آپ سخت مزاج اور درشت خو نہیں ہیں اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح قبض نہیں فرمائے گا جب تک آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کر دے' بایں طور کہ وہ کہیں گے: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا''۔

نکتہ ثانیہ

اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: ''یعرفونه کما یعرفون ابنآء ھم'' کہ اہل کتاب میرے محبوب کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیٹوں کے ذکر کی تخصیص میں کیا مصلحت ہے؟ جبکہ یہ بھی فرمایا جا سکتا تھا کہ وہ میرے محبوب کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے نفوس یعنی اپنے آپ کو پہچانتے ہیں یا کسی اور کا بھی ذکر کیا جا سکتا تھا تو ''ابنآء'' کے ذکر میں کیا نکتہ پنہاں ہے؟

علامہ قرطبی مالکی اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

''وخص الابنآء فی المعرفة بالذکر دون الانفس وان کانت الصق لان الانسان یمر علیه من زمنه برهة لا یعرف فیها نفسه' ولا یمر علیه وقت لا یعرف فیه ابنه'' .

(الجامع لاحکام القرآن' جلد۲ صفحہ ۱۵۸' مکتبہ رشیدیہ)

''جواب کی وضاحت اس طرح ہے کہ انسان کی اپنی ذات پر ایک بچپن کا ایسا وقت گزرا ہے جس میں اسے اپنی ذات کی قطعاً اور کلیتاً کوئی معرفت نہیں تھی' اس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

''وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا'' . (النحل:۷۸)

(ترجمہ:) ''اور اللہ نے تمہیں ماؤں کے پیٹ سے نکالا اس حال میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے''۔

لیکن اپنے بیٹے پر اس کا کوئی ایسا وقت نہیں گزرا جس میں اسے اپنے بیٹے کی معرفت نہ ہو' سو اللہ رب العزت نے اہل کتاب کے متعلق جو فرمایا کہ انہیں میرے محبوب کی صفات' فضائل' محاسن و محامد اور صداقت و حقانیت کی اس طرح معرفت ہے کہ جس طرح انہیں اپنے بیٹوں کی معرفت ہے تو اس سے مقصود یہ تھا کہ اہل کتاب کو میرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق نبی اور سچے رسول ہونے کی معرفت تامہ کاملہ ہے۔ جس طرح بہت سے لڑکوں میں اپنے بیٹے کو پہچاننا دشوار اور مشکل نہیں' بلکہ یک نظر سے ہی بندہ پہچان لیتا ہے' اسی طرح اہل کتاب کے لیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچاننا قطعاً مشکل نہیں۔ اس پر یہ روایت دلیل صادق ہے:

''عن عبد الله بن سلام' قال: لما قدم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی المدینة' انجفل الناس الیه' وقیل: قدم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' قدم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' قدم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' فجئت فی الناس لانظر الیه' فلما استثبت وجه رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' عرفت ان وجهه لیس بوجه کذابٍ'.

(سنن الترمذی' کتاب: القیامة والرقائق' باب: ۱۰۷' رقم الحدیث: ۲۴۸۵' دار المعرفہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''عبداللہ بن سلام سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ (عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ) میں بھی لوگوں کے ساتھ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے لیے آیا' پس جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھا تو یک نظر دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے''۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و حقانیت کی ایک ہی نظر میں معرفت ہو گئی اور آپ نے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

بخاری کے اندر آیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری' امام دارمی' امام بیہقی' امام طبرانی اور علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

''عن عطاء بن یسار قال: لقیت عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما' قلت: اخبرنی عن صفة رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی التوراة قال: اجل' واللّٰہ انه لموصوف فی التوراة ببعض صفته فی القرآن: (یایها النبی انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذیرا) وحرز الامیین' انت عبدی ورسولی' سمیتك المتوکل' لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق' ولا یدفع بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویغفر' ولن یقبضه اللّٰہ حتٰی یقیم به الملة العوجاء' بان یقولوا: لا الٰه الا اللّٰہ' ویفتح بها اعینا عمیا و آذانا صما' وقلوبا غلفا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: البیوع' باب: کراہیة السخب فی الاسواق' رقم الحدیث: ۲۱۲۵' وفی کتاب التفسیر' باب: انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا' رقم الحدیث: ۴۸۳۸' دارالکتاب العربی) (الادب المفرد: ۲۴۷' سنن الدارمی: ۶' مسند احمد: ۶۶۲۲' دلائل النبوة جلدا صفحہ ۳۷۴' مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۷۱' جامع الاصول جلد ۱۱ رقم الحدیث: ۸۸۳۷' المعجم الکبیر: ۱۰۰۴۶' الطبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۶۰)

(ترجمہ:) ''حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور میں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توریت میں مذکور صفت کی خبر دیں' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' اللہ عزوجل کی قسم! توریت میں آپ کی ان بعض صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں' وہ یہ ہیں: اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر' بشارت دینے والا' ڈر سنانے والا اور اُمیین کی پناہ بنا کر۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں' میں نے آپ کا نام ''متوکل'' رکھا ہے' آپ سخت مزاج اور درشت خو نہیں ہیں اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح قبض نہیں فرمائے گا جب تک آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کر دے' بایں طور کہ وہ کہیں گے: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا''۔

نکتہ ثانیہ

اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: ''یعرفونه کما یعرفون ابنآء هم'' کہ اہل کتاب میرے محبوب کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیٹوں کے ذکر کی تخصیص میں کیا مصلحت ہے؟ جبکہ یہ بھی فرمایا جا سکتا تھا کہ وہ میرے محبوب کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے نفوس یعنی اپنے آپ کو پہچانتے ہیں یا کسی اور کا بھی ذکر کیا جا سکتا تھا تو ''ابنآء'' کے ذکر میں کیا نکتہ پنہاں ہے؟

علامہ قرطبی مالکی اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

''وخص الابنآء فی المعرفة بالذکر دون الانفس وان کانت الصق لان الانسان یمر علیه من زمنه برهة لا یعرف فیها نفسه' ولا یمر علیه وقت لا یعرف فیه ابنه'' ۔

(الجامع لاحکام القرآن' جلد۲ صفحہ ۱۵۸' مکتبہ رشیدیہ)

''جواب کی وضاحت اس طرح ہے کہ انسان کی اپنی ذات پر ایک بچپن کا ایسا وقت گزرا ہے جس میں اسے اپنی ذات کی قطعاً اور کلیتاً کوئی معرفت نہیں تھی' اس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

''وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا'' ۔ (النحل:۷۸)

(ترجمہ:) ''اور اللہ نے تمہیں ماؤں کے پیٹ سے نکالا اس حال میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے''۔

لیکن اپنے بیٹے پر اس کا کوئی ایسا وقت نہیں گزرا جس میں اسے اپنے بیٹے کی معرفت نہ ہو' سو اللہ رب العزت نے اہل کتاب کے متعلق جو فرمایا کہ انہیں میرے محبوب کی صفات' فضائل' محاسن و محامد اور صداقت و حقانیت کی اس طرح معرفت ہے کہ جس طرح انہیں اپنے بیٹوں کی معرفت ہے تو اس سے مقصود یہ تھا کہ اہل کتاب کو میرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق نبی اور سچے رسول ہونے کی معرفت تامہ کاملہ ہے۔ جس طرح بہت سے لڑکوں میں اپنے بیٹے کو پہچاننا دشوار اور مشکل نہیں' بلکہ یک نظر سے ہی بندہ پہچان لیتا ہے' اسی طرح اہل کتاب کے لیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچاننا قطعاً مشکل نہیں۔ اس پر یہ روایت دلیل صادق ہے:

''عن عبد الله بن سلام' قال: لما قدم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی المدینة' انجفل الناس الیه' وقیل: قدم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' قدم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' قدم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فجئت فی الناس لانظر الیه' فلما استثبت وجه رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' عرفت ان وجهه لیس بوجه کذابٍ'' ۔

(سنن الترمذی' کتاب: القیامة والرقائق' باب: ۱۰۷' رقم الحدیث: ۲۴۸۵' دار المعرفہ بیروت)

(ترجمہ:) ''عبداللہ بن سلام سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ (عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ) میں بھی لوگوں کے ساتھ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے لیے آیا' پس جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھا تو یک نظر دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے''۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و حقانیت کی ایک ہی نظر میں معرفت ہو گئی اور آپ نے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

نکتہ ثالثہ

اللہ رب العزت نے اہل کتاب کی شناعت وقباحت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ'' . (البقرہ:۱۴۶)

(ترجمہ:) ''اور بے شک ان میں سے ایک فریق ضرور حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے''۔

اس آیت میں حق سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات' آپ کے فضائل اور آپ کی وہ نعت جو کتب سابقہ میں مرقوم ہے' مراد ہے۔ جن کی وجہ سے اہل کتاب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت تھی' لیکن انہوں نے حسد' عناد اور بغض کی وجہ سے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات وفضائل کا کتمان کیا اور آپ کی نعت پر پردے ڈالے۔ اللہ رب العزت نے اس مقام پر ان لوگوں کی مذمت فرمائی اور دوسرے مقامات پر ان کے لیے لعنت اور وعید شدید بھی ارشاد فرمائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہابیہ اور دیابنہ کا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کا کتمان' آپ کے محاسن پر پردہ ڈالنا نہ صرف یہ کہ عند اللہ مذموم ہے بلکہ یہ یہود ونصاریٰ کی روش اور اان کا طریقہ ہے۔ (اس نکتہ کی مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئے گی)۔ اسی سورۃ البقرہ میں اللہ رب العزت نے اس فعل شنیع پر وعیداً ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○'' (البقرہ:۱۶۰-۱۵۹)

(ترجمہ:) ''بے شک وہ جو ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں' بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ہیں' ان پر اللہ (عزوجل) کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ○ مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ○''

جمیع مفسرین کے اتفاق واطباق سے یہاں ''بینات'' اور ''ھدی'' سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اور آپ کی صفات جو کتب سابقہ میں مذکور ہیں مراد ہیں۔ چند مفسرین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

''(البینات) التی انزلها اللّٰه تعالٰی: ما بین من امر نبوة سیّدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ومبعثه وصفته''.

(جامع البیان جلد۲ صفحہ ۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''(البینات) جو اللہ رب العزت نے نازل فرمائی' ان سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت' آپ کی بعثت اور آپ کی صفات جن کو اللہ رب العزت نے (کتب سابقہ میں) واضح فرمایا ہے''۔

Marfat.com

علامہ حافظ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ فرماتے ہیں کہ:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما' نزلت فی رؤساء الیھود' کتموا ما انزل فی التوراۃ من البینات والھدی' فالبینات: الحلال والحرام والحدود والفرائض' والھدی: نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفتہ''۔ (زادالمسیر جلد۱ صفحہ۱۲۷' مکتبۃ الاحرار)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رؤسائے یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے اللہ رب العزت کی نازل کردہ ''بینات'' اور ''ھدی'' کا کتمان کیا ہے' پس ''بینات'' سے مراد حلال وحرام' اور حدود وفرائض ہیں جبکہ ''ھدی'' سے مراد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اور آپ کی صفات ہیں''۔

فخر الملۃ والدین امام علامہ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۴ھ فرماتے ہیں:

''قیل فی التوراۃ والانجیل من صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (تفسیر کبیر جلد۲ صفحہ۱۶۱' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ ''بینات'' سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ صفات وفضائل ہیں جو تورات وانجیل میں مذکور ہیں''۔

امام ابومحمد حسین بن مسعود الفرا البغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ فرماتے ہیں:

''قال ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ: ماتلا عن اثنان من المسلمین الا رجعت تلک اللعنۃ عن الیھود والنصاری الذین کتموا امر سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفتہ''۔ (تفسیر بغوی جلد اوّل صفحہ۹۲' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان ان آیات کی تلاوت کرے گا تو اس کی لعنت ان یہود ونصاریٰ کی طرف لوٹ جائے گی جنہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفات کا کتمان کیا تھا''۔

یہاں ایک نکتہ سمجھ لیں کہ اللہ رب العزت نے جہاں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کو چھپانے والوں پر لعنت کی وعید ارشاد فرمائی ہے' وہاں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفات' فضائل ومناقب' محاسن ومحامد' علو مرتبت اور علو منزلت کو بیان کرنے والوں کو بشارت سے بھی نوازا ہے۔ ارشادِ فرمایا:

''الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا فاولئک اتوب علیھم' وانا التواب الرحیم''۔

(ترجمہ:) ''مگر وہ جو (اپنے سابقہ رویہ سے) توبہ کرلیں اور (روشِ کتمان کی) اصلاح کرلیں اور (میرے محبوب علیہ السلام) کی شان کو کھلے دل اور کھلے بندوں بیان کریں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور بے شک میں بہت توبہ قبول فرمانے والا' رحم کرنے والا ہوں''۔

اس آیت کریمہ کا مقصود یہ ہے کہ جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہتا ہے اور اس کے محبوب کے

Marfat.com

کمالات ومعجزات، علوم ومعارف، تصرفات واختیارات، کھلے بندوں بیان کرتا ہے تو اللہ رب العزت کی عفو ومغفرت، رحمت وکرم اور فضل وعنایات کی توجہات اسی بندے پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ اس نکتہ کی مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں ہوگی۔

''ولکل وجھة ھو مولیھا'' کے تحت ایک لطیف نکتہ از علامہ آلوسی

اللہ رب العزت نے قرآن مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا:

''وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا'' ۔ (البقرہ:۱۴۸)

(ترجمہ:) ''اور ہر ایک کے لیے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے''۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

''المراد بها ان لكل احد قبلة، فقبلة المقربين العرش والروحانيين الكرسی والكروبيين البيت المعمور والانبياء قبلك بيت المقدس وقبلتك الكعبة، وهی قبلة جسدك واما قبلة روحك فانا وقبلتی انت'' ۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۱ صفحہ ۵۶۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(ترجمہ:) ''اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے قبلہ یعنی متوجہ ہونے کی جگہ ہے، پس مقربین کا قبلہ عرش ہے اور روحانیین کا قبلہ، کرسی ہے اور کروبین کا قبلہ، بیت المعمور ہے اور محبوب آپ سے پہلے انبیاء کا قبلہ، بیت المقدس ہے اور آپ کے جسم کا قبلہ، کعبہ ہے اور محبوب آپ کی روح کا قبلہ، میری ذات ہے اور میرا قبلہ، محبوب آپ کی ذات ہے''۔

مراد یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی رحمت، فضل، کرم اور جود ونوال کے ساتھ توجہ جتنی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہیں، اتنی اور کسی کی طرف نہیں۔

''تلك الرسل فضلنا'' اور افضلیت سیّدنا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

''تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ'' ۔ (البقرہ:۲۵۳)

(ترجمہ:) ''ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے، ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو (بے شمار) درجوں کی بلندی عطا فرمائی اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس (یعنی جبرائیل) سے اس کی مدد فرمائی''۔

عالم خلق وامر میں سب سے بلند درجہ اور رفیع مرتبہ، نبوت ورسالت کا ہے۔ جس کو اللہ رب العزت نے تاجِ نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اس کا مقام جمیع اُمم کے اولیاء واصفیاء، صلحاء واتقیاء اور صدیقین وشہداء سے بلند وبرتر ہے، پھر تمام انبیاء ورُسل

Marfat.com

عظام نفسِ نبوت و رسالت اور نفسِ ایمان کے اعتبار سے مساوی ہیں اور اس لحاظ سے ان میں فرق کرنا جائز نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ'' ۔ (النساء:۱۵۲)

(ترجمہ:) ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر اور انہوں نے ان رسولوں کے مابین کوئی فرق نہ کیا''۔

نیز ارشاد فرمایا:

''لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ O'' (آل عمران:۸۴)

(ترجمہ:) ''(ایمان والے یوں عرض کرتے ہیں کہ) ہم ان رسولوں میں کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ ہی کی بارگاہ میں جھکنے والے ہیں O''

نفس نبوت و رسالت میں تسویہ کے باوجود اللہ رب العزت نے انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو درجات و مراتب میں ایک دوسرے پر فضیلتیں عطا فرمائی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ'' ۔ (البقرہ:۲۵۳)

(ترجمہ:) ''ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی''۔

سورۃ ''الاسراء'' میں ارشاد فرمایا:

''وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا O'' (الاسراء:۵۵)

(ترجمہ:) ''اور تحقیق ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر تفضیل عطا فرمائی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی O''

کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں پانچ شخصیات کو خصوصی مراتب اور سب پر فضیلت عطا فرمائی: (۱) حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (۳) حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (۴) حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (۵) حضرت سیّدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ان پانچ رسولوں کو اولوالعزم رسول کہا جاتا ہے' ان پانچوں کا ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر:۷ میں فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

''وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا O'' (الاحزاب:۷)

(ترجمہ:) ''اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے' اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا O''

Marfat.com

اوران تمام اولوالعزم رسولوں میں اللہ رب العزت نے سب سے زیادہ فضیلت' علومرتبت' مراتب رفیعہ اور درجاتِ عظیمہ اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے۔ اس پوری کائنات میں اللہ رب العزت نے جتنی عزت' عظمت' وجاہت' قربت' علو رفعت' محاسن ومحامد اور فضائل وکمالات اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں' اتنے کسی اور کو نہیں عطا فرمائے۔ اس پر مفصل دلائل سپردِ قلم کرنے سے قبل سیدنا بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا محبت افروز ایمان انگیز فرمان ملاحظہ فرمائیں:

''نہایت مقام عامہ مؤمناں بدایت مقام اولیاء است ونہایت مقام اولیاء بدایت مقام شہیداں است ونہایت مقام شہیداں' بدایت مقام صدیقاں است' ونہایت مقام صدیقاں بدایت مقام انبیاء است ونہایت مقام انبیاء بدایت مقام رسل است ونہایت مقام رسل بدایت مقام اولو العزم است ونہایت مقام اولو العزم بدایت مقام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است مقام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را نہایت پیدا نیست جز حق جل وعلا کسے نہایت مقام ولے راند اند''۔

(انیس الطالبین مؤلف خواجہ صالح بن مبارک بخاری' صفحہ ۹)

(ترجمہ:) ''عامہ مؤمنین کے مقام کی انتہاء' اولیاء کے مقام کی ابتداء ہے اور اولیاء کے مقام کی نہایت' شہداء کے مقام کی بدایت ہے اور شہیدوں کے مقام کی غایت' صدیقین کے مقام کی ابتداء ہے' اور صدیقوں کے مقام کی انتہاء' انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقام کی ابتداء ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقام کی نہایت' رسولوں کے مقام کی بدایت ہے اور رسولوں کے مقام کی انتہاء' اولوالعزم رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے' اور اولوالعزم رسولوں کے مقام کی انتہاء' حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی ابتداء ہے اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی کوئی انتہاء نہیں' حق جل وعلا کے سوا اور کوئی آپ کے مقام کی انتہاء نہیں جانتا''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت قطعیہ مطلقہ پر دلائل محکمہ

دلیل نمبر ۱: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت مطلقہ کی بڑی واضح' صریح اور غیر مبہم دلیل قرآن مجید کی یہی آیت کریمہ ہے جس کی ہم تفسیر کر رہے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط''۔ (البقرہ:۲۵۳)

(ترجمہ:) ''اللہ نے ان میں سے ایک ذات کو بہت سے درجوں کے ساتھ بلند کیا''۔

اُمت کے جمیع ائمہ' مفسرین اور محققین کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ ''بعضھم'' میں ''بعض'' سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ چند مفسرین کی توضیحات ملاحظہ فرمائیں:

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ فرماتے ہیں:

''ان المراد بهذه الأية سيّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانه هو المفضل على الكل'' .

(تفسیر کبیر جلد۲ صفحہ ۱۸۷' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''اس آیت کریمہ سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے کیونکہ آپ کی ہی ذات کو تمام موجودات و مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے''۔

امام علامہ حافظ ابوفرج عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی متوفی ۵۹۷ھ فرماتے ہیں:

''عنی بالمرفوع بالدرجات' سيّدنا محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانه بعث الى الناس كافة' وغيره بعث الىٰ امته خاصه'' . (زادالمسیر جلد۱ صفحہ ۲۲۸' مکتبۃ الاحرار)

(ترجمہ:) ''جس ذات کو درجات کے ساتھ بلندی عطا فرمائی' ان سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے' اس لیے باقی انبیاء صرف اپنی اُمتوں کی طرف مبعوث ہوئے اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے''۔

امام ابی محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ فرماتے ہیں:

''(ورفع بعضهم درجات) يعنى: سيّدنا محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' .

(تفسیر البغوی' جلد اوّل صفحہ ۱۷۷' دار الکتب العلمیۃ' بیروت)

(ترجمہ:) ''آیت کریمہ ''ورفع بعضهم درجٰت'' سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے''۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قوله تعالىٰ: (ورفع بعضهم درجٰتٍ) قال النحاس: بعضهم هنا علىٰ قول ابن عباس والشعبى ومجاهد سيّدنا محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم '' . (تفسیر القرطبی جلد۳ صفحہ ۲۵۳' مکتبہ رشیدیہ)

(ترجمہ:) ''(ورفع بعضهم درجٰت) اللہ رب العزت کے اس فرمان میں ''بعضهم'' سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ نحاس نے کہا: یہی قول حضرت عبداللہ بن عباس' شعبی اور مجاہد علیہم الرضوان کا ہے''۔

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''والظاهر انه اراد سيّدنا محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانه هو المفضل عليهم حيث اوتى ما لم يؤته احد'' .

(تفسیر روح البیان جلد۱ صفحہ ۴۸۵)

(ترجمہ:) ''ظاہر یہی ہے کہ ''بعض'' سے اللہ رب العزت کی مراد سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اس لیے کہ انہی کو جمیع مخلوقات و موجودات پر افضلیت حاصل ہے کیونکہ جتنی کرامات و معجزات انہیں عطا فرمائی گئی ہیں' اس قدر کسی اور کو نہیں عطا فرمائی گئی''۔

Marfat.com

اس آیت کریمہ میں ''درجاتٍ'' پر جو تنوین ہے' یہ تنوین تکثیر ہے' جس کا معنی ہے: بہت سے درجات یا کثیر درجات' یہ تنوین تکثیر بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ یہاں قطعاً حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے' اس لیے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا O'' (النساء:۱۱۳)

(ترجمہ:) ''اور اے محبوب! اللہ (ذوالمجد والعلیٰ) کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے O''

ایک اور مقام پر ارشادِ رب العالمین ہے:

''اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا O'' (الاسراء:۸۷)

(ترجمہ:) ''بے شک محبوب تم پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے O''

سو جس فضل کو وہ ذات ''عظیم'' و ''کبیر'' فرمائے جو خود بڑی عظیم اور کبیر ذات ہے تو اس کی وسعت' فراوانی اور ہمہ گیریت کا کون ادراک و اندازہ کر سکتا ہے؟ اس معنی کی تائید میں سورۃ الکوثر کی پہلی آیت بڑی واضح دلیل ہے۔ ارشاد فرمایا:

''اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ O'' (الکوثر:۱)

(ترجمہ:) ''بے شک محبوب ہم نے آپ کو خیر کثیر کا مالک بنا دیا ہے O''

سو قطعی طور پر متعین ہو گیا کہ اس آیت کریمہ کا مصداق صرف اور صرف حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ سو اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند متعین' مخصوص اور محدود کمالات و فضائل بیان فرمائے' لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کو درجات و مراتب کے اطلاق و عموم سے بیان فرمایا' جس کا واضح مدلول یہ ہے کہ باقی تمام کے مراتب محدود' درجاتِ متعین اور فضائل مخصوص ہیں لیکن اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجات کو ایسی کثرت عطا فرمائی ہے کہ کسی کی عقل ان کا احاطہ و ادراک نہیں کر سکتی ہے۔

امام عشق و محبت' مجدد دین ملت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا:

عرش پہ جا کے مرغ عقل تھک کے گرا غش کھا گیا　　اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

دلیل نمبر ۲: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا O'' (الاحزاب:۷)

(ترجمہ:) ''اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا' تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے سخت عہد لیا O''

Marfat.com

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر، باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے پہلے فرمایا حالانکہ یہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پیدا بھی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوئے اور مبعوث بھی آپ سے پہلے ہوئے۔ تو اس ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کا ذکر بھی سب کے بعد کیا جاتا لیکن اللہ رب العزت نے آپ کا ذکر پہلے کیا۔ اس میں حکمتیں اور مصالح تو بہت ہے، لیکن دو باتیں بڑی واضح ہیں:

(۱) یہ کہ آپ کے ذکر کی تقدیم سے آپ کی خلقت نورانی کی تقدیم مراد ہے، چونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ مبارک، جمیع عالمین اور جملہ مخلوقات سے پہلے پیدا کیا گیا۔ اس لیے اللہ رب العزت نے آپ کا ذکر سب سے مقدم فرمایا۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوّل الخلق ہونے پر دلائل تو بہت ہیں، جنہیں انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر ذکر کیا جائے گا، لیکن اس آیت کریمہ کی تفسیر میں خود حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ملاحظہ فرمائیں:

''عن قتادة رضی اللّٰه تعالٰی عنه، کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قرء (واذا اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح) یقول: بدی بی فی الخیر وکنت آخرهم فی البعث''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۶ صفحہ ۳۲۲، رقم الحدیث: ۳۱۷۶۲، الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۵۷۰)

(ترجمہ:) ''حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے: (واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح) تو فرماتے: نبوت کی ابتداء مجھ سے کی گئی اور بعثت میں، میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد آیا''۔

مسند دیلمی میں حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

''عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه، عن النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قول اللّٰه عزوجل (واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح) قال: کنت اوّل النبیین فی الخلق وآخرهم فی البعث''۔

(مسند دیلمی جلد ۴ صفحہ ۴۴، جامع البیان جلد ۲۱ صفحہ ۱۲۵، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۷۰، الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۵۷، تفسیر معالم التنزیل جلد ۵ صفحہ ۱۹۲، تفسیر خازن جلد ۵ صفحہ ۱۹۶، تفسیر روح البیان جلد ۵ صفحہ ۶۶۱)

(ترجمہ:) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (واذ اخذنا من النبیین میثاقهم) کی تفسیر میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں خلقت کے لحاظ سے اوّل ہوں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری ہوں''۔

(۲) اللہ رب العزت نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مقدم اس لیے فرمایا کہ آپ باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں زیادہ معظم ومؤقر ہیں اور آپ کی اس عظمت وافضلیت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کا ذکر بھی باقی تمام کے اذکار سے مقدم ہو۔ دراصل یہ دونوں باتیں جو ذکر ہوئی ہیں، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت مطلقہ کی دلیل

Marfat.com

قاطع ساطع ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہی دو نکات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''قدم النبی ﷺ فی الذکر تعظیما له واشعارا بما اخبر عنه ﷺ حیث قال: کنت اوّل الناس فی الخلق وآخرهم فی البعث . رواه ابن سعد عن قتادة مرسلا ورواه البغوی متصلا عن قتادة عن الحسن عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه وقال قال قتادة وذلك قول اللّٰه عزوجل (واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح) الآیة فبدا به ﷺ قبلهم' وروی ابن سعد وابونعیم فی الحلیة عن مسیرة عن ابی الجدعاء والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما بلفظ (کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد)'' . (تفسیر المظہری جلد۵ صفحہ۳۷۳' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(ترجمہ:) ''قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: حضورِ اقدس کی تعظیم کیلئے اس آیت میں حضورِ اقدس ﷺ کا ذکر پہلے کیا اور اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے جس کی حضور نے خبر دی کہ میں پیدا ہونے کے لحاظ سے تمام لوگوں سے اوّل ہوں اور تشریف لانے کے اعتبار سے آخر ہوں۔ اس حدیث کو سعد نے قتادہ سے مرسلاً روایت کیا اور بغوی نے قتادہ سے اور قتادہ سے حسن نے اور حسن نے ابوہریرہ سے متصلاً روایت کیا اور کہا کہ قتادہ نے فرمایا: اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول ''واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح ''الایۃ' میں ہے کہ انبیاء کرام سے پہلے حضورِ اقدس ﷺ کا ذکر کیا اور ابن سعد اور ابونعیم نے حلیہ میں مسیرہ سے اور مسیرہ نے ابوالجد عاء سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان الفاظ میں اس حدیث کو روایت کیا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے''۔

دلیل نمبر ۳: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○'' (آل عمران:۸۲۔۸۱)

(ترجمہ:) ''اور یاد کرو جب اللہ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا فرماؤں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا' سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا' فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں ○ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں ○''

Marfat.com

یہ آیت کریمہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جمیع انبیاء و مرسلین پر افضلیت کی بڑی واضح دلیل ہے' اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے لیے جمیع انبیاء سے بڑا گاڑھا اور سخت عہد لیا اور انہیں اس بات کا مکلف ٹھہرایا کہ تمہارے دورِ نبوت یا دورِ رسالت میں اگر میرا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو تم میرے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعراض کر کے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت نہیں دو گے بلکہ تم پر لازم ہے کہ تم صرف اپنی اُمتوں کو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری' نصرت و تائید اور ایمان و ایقان کی دعوت نہیں دو گے بلکہ تم خود بھی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ گے' ان کے ناصر و مددگار بن جاؤ گے' اپنی اطاعت کے بجائے ان کی اطاعت کی دعوت دو گے اور اپنی نبوت کی دعوت دینے کے بجائے ان کی نبوت و رسالت کی دعوت دو گے۔ تو کیا تم میرے اس عہد کو مانو گے؟ اس میں اشارہ ہے کہ اگر تم میرے اس عہد کو مانو تو تمہیں تاجِ نبوت و رسالت سے سرفراز کیا جائے گا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو نبوت و رسالت تو کیا تم میرے نافرمان بن جاؤ گے ''**فمن تولیٰ بعد ذلك فاولئك هم الفسقون**''۔ اللہ رب العزت نے جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ افضلیت' عظمت اور وجاہت ظاہر فرمائی تو سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بیک زبان عرض کیا: ''**اقررنا**'' کہ اے اللہ! ہم تیرے اس عہد و پیمان کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں کہ اگر تُو ہمیں کتاب و حکمت عطا فرمائے اور اس دوران تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئیں تو ہم ضرور بالضرور ان پر ایمان بھی لائیں گے اور ان کے نصرت کار بھی بنیں گے۔

اللہ' اللہ! حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خداداد وجاہت اور عنداللہ منزلت تو دیکھئے کہ عہد و پیمان ''**اقررنا**'' تک مکمل ہو جاتا ہے لیکن اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزید عزت و توقیر کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر تم سب اس پر گواہ بن جاؤ اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عہد عظمت پر میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

پھر اس عہد و پیمان سے انحراف پر وعید شدید بھی ارشاد فرمائی: ''**فمن تولیٰ بعد ذلك فاولئك هم الفٰسقون**'' کہ جس نے میرے اس عہد سے روگردانی اور انحراف کیا اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لایا تو وہ نافرمانوں میں سے ہوگا' اور ظاہر ہے کہ نبی نافرمان نہیں ہوتا' جس سے اشارۃً یہ بات ثابت ہوئی کہ جو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روگردانی کرے گا' اس کی نبوت و رسالت سلب کر لی جائے گی اور اس کا شمار زمرہ فساق میں سے ہوگا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو نبوت و رسالت کا تاج پہنایا گیا ہے' یہ نبوت و رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ ہے۔ جس طرح کہ ان کا وجود' وجودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ ہے۔ سو اگر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ اور بالا و برتر نہ ہوتی تو آپ کا اس قدر اہتمام سے عہد و پیمان اور میثاق نہ لیا جاتا۔ اس تمام مضمون کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے:

''**عن عبد اللّٰه بن ثابت رضی اللّٰه تعالیٰ عنه' قال: جاء عمر رضی اللّٰه عنه الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: یا رسول اللّٰه! انی مررت باخی لی من قریظة فکتب لی جوامع من التوراة الا اعرضها**

Marfat.com

علیك فتغیر وجه رسول الله ﷺ قال عبد الله: فقلت: الا تری ما بوجه رسول الله ﷺ فقال عمر: رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ رسولا . قال فسری عن النبی ﷺ ثم قال: والذی نفسی بیدهٖ لو اصبح فیکم موسی ثم اتبعتموهٗ لضللتم انکم حظی من الامم وانا حظکم من النبیین " . (مسند احمد رقم الحدیث:۱۵۹۰۳۔۱۸۳۶۱' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۰۱۶۴' الدر المنثور جلد۲ صفحہ۵۵۳' تفسیر ابن کثیر جلد۱ صفحہ۵۰۲' شعب الایمان جلد۴ صفحہ۳۰۷)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں بنی قریظہ میں سے اپنے ایک بھائی کے پاس سے گزرا تو اس نے میرے لیے تورات کی بعض چیزیں لکھیں' کیا میں آپ پر وہ چیزیں پیش نہ کروں؟ (یہ سن کر) نبی مکرم ﷺ کا چہرۂ اقدس متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے کہا کہ کیا تم نبی مکرم ﷺ کا چہرۂ اقدس نہیں دیکھ رہے۔ حضرت عمر نے عرض کی: ہم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خوش ہو گئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر موسیٰ تم میں ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو گمراہ ہو جاؤ گے' بے شک اُمتوں میں سے تم میرا حصہ ہو اور نبیوں میں سے میں تمہارا حصہ ہوں''۔

علامہ خطیب تبریزی علیہ الرحمۃ نے امام دارمی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے یہ الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں:

''لو کان موسٰی حیا وادرکك نبوتی لا تبعنی'' .

(مشکوٰۃ مع شرح الطیبی جلد۱ صفحہ۳۸۶' رقم الحدیث:۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں اور وہ میری نبوت کو پالیں تو ضرور وہ میری پیروی کریں گے''۔

یہ تو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے' معراج کی رات تو جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے' حضور نبی مکرم ﷺ کو بالفعل اپنا امام' مقتدا اور مطاع بنایا اور خود تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقتدی بنے۔ اللہ رب العزت نے جو وعدہ عالم ارواح میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا تھا' عملاً اس کے ایفاء کا ظہور' لیلۃ المعراج میں ہوا۔ گویا لیلۃ المعراج میں حضور نبی مکرم ﷺ کا جمیع انبیاء علیہم السلام کی امامت کروانا' اس آیت میثاق کی عملی تفسیر تھی۔ سنن نسائی میں ہے:

''عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه' قال: قال رسول الله ﷺ: اتیت بدابة فوق الحمار ودون البغل خطوها عند منتهٰی طرفها فرکبت ومعی جبرائیل علیه الصلوٰة والسلام فسرت ..... الٰی .....ثم دخلت بیت المقدس فجمع لی الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فقد منی جبریل علیه

Marfat.com

السلام حتیٰ امتھم''۔ (سنن نسائی' کتاب: الصلوٰۃ' باب: فرض الصلوٰۃ' رقم الحدیث: ۴۴۷' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا اور اس کا قدم منتہائے بصر تک پڑتا تھا' پس میں اس پر سوار ہوا اور میرے ساتھ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے' پس میں چلا..... الیٰ..... پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو میرے لیے جمع کیا گیا' پس حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے آگے کیا یہاں تک کہ میں نے سب کی امامت کی''۔

اسی طرح جب قیامت کے قریب حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہوں گے تو وہ اپنی نبوت اور اپنی شریعت کے داعی بن کر نہیں آئیں گے بلکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داعی اور مبلغ کی حیثیت سے ظاہر ہوں گے اور آپ ہی کے دین کا نفاذ کریں گے۔

دلیل نمبر ٤: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جمیع مخلوقات و موجودات پر برتری اور انبیاء و رُسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر افضلیت قطعی کی بڑی واضح دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کسی مخصوص قوم یا کسی مخصوص علاقے کا نبی بنا کر بھیجا' یعنی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوتیں زمان و مکان کی حدود و قیود کے ساتھ محدود و مقید تھیں' لیکن اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ایسی کلیت' ہمہ گیریت' آفاقیت اور جامعیت عطا فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت' کسی خاص قوم' کسی قبیلہ یا علاقے کے لیے نہیں بلکہ عالمین کے ہر ہر فرد کے لیے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا دائرہ محیط ہے۔ اور عالم ملائکہ' عالم انس و جن' عالم جمادات و نباتات' عالم حیوانات اور جملہ عوالم نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائرہ اور حدود میں ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے جب سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا تو اس طرح فرمایا:

(۱) ''وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ''۔ (الاعراف:٦٥)

(ترجمہ:) ''اور قومِ عاد کی طرف انہیں کی برادری میں سے ھود (علیہ السلام) کو بھیجا' انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اللہ (عزوجل) کی عبادت کرو''۔

(۲) ''وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ''۔ (الاعراف:۷۳)

(ترجمہ:) ''اور قومِ ثمود کی طرف انہیں کی برادری میں سے صالح (علیہ السلام) کو بھیجا' انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ (ذوالمجد والعلیٰ) کی عبادت کرو''۔

(۳) ''وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ''۔ (ھود:۸۴)

(ترجمہ:) ''اور مدین کی طرف انہیں کی برادری میں سے شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا' انہوں نے کہا: اے میری

Marfat.com

قوم! تم اللہ (عزوجل) کی عبادت کرو"۔

(٤) "ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ" ۔ (الاعراف:۱۰۳)

(ترجمہ:) "پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اپنی آیات کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا"۔

(٥) "ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ" ۔ (یونس:۷۵)

(ترجمہ:) "پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا"۔

(٦) "وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ O"

(الاعراف:۸۰)

(ترجمہ:) "اور لوط کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم اس بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو کہ تم سے پہلے تمام جہان میں کوئی بھی اس کا مرتکب نہیں ہوا O"

(٧) "لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ" ۔ (الاعراف:۵۹)

(ترجمہ:) "اور تحقیق ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف رسول بنایا تو انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو"۔

(٨) "وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ O" (الصافات:۱۴۷)

(ترجمہ:) "اور ہم نے یونس کو ایک لاکھ یا اس سے زائد کی طرف رسول بنا کر بھیجا O"

سو ان تمام جلیل القدر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوتوں اور رسالتوں کی اضافت اللہ رب العزت نے ایک مخصوص قوم یا مخصوص علاقے کی طرف فرمائی لیکن اللہ جل مجدہ نے جہاں اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو ذکر فرمایا' یا نبوت و رسالتِ محمدی کی اضافت فرمائی تو کسی مخصوص قوم یا افراد یا علاقہ کی طرف نہیں بلکہ بطریق عموم و شمول' کلیت اور آفاقیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ یہاں قرآن مجید کا اسلوب اور اندازِ بیان ملاحظہ فرمائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O" (الانبیاء:۱۰۷)

(ترجمہ:) "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے O"

"تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا O" (الفرقان:۱)

(ترجمہ:) "وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندہ (خاص) پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈر سنانے والے ہو جائیں O"

Marfat.com

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا'' ۔ (سبا:۲۸)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر ہی بھیجا ہے''۔

''قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا نِ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج''۔

(الاعراف:۱۵۸)

(ترجمہ:) ''تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے''۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنی صفت بیان فرمائی کہ وہ ''رب العالمین'' ہے اور اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کی صفت بیان فرمائی کہ وہ ''رحمۃ للعالمین'' ہیں' یعنی جس جس کا اللہ جل مجدہٗ رب ہے ہر اس کے لیے حضور نبی مکرم ﷺ رحمت اور نبی ہیں۔ اس معنی کی تائید احادیث سے ہوتی ہے:

''عن جابر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالٰی عنه: ان النبی ﷺ قال: اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهر' وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا فایما رجل من امتی ادرکته الصلٰوة فلیصل واحلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعة وکان النبی ﷺ یبعث الٰی قومه خاصة وبعثت الی الناس عامة''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التیمم' رقم الحدیث:۳۳۵' اطراف الحدیث:۴۳۸۔۳۱۲۲) (صحیح مسلم' کتاب: المساجد ومواضع الصلٰوة' رقم الحدیث:۱۱۶۳' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن النسائی' رقم الحدیث:۴۳۵' دارالفکر) (مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۴۰۲' سنن دارمی:۱۳۸۹' صحیح ابن حبان:۶۳۹۸' سنن بیہقی جلد۱ صفحہ۲۱۲' دلائل النبوۃ جلد۵ صفحہ۴۷۲' شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۶۱۶' مسند احمد رقم الحدیث:۱۴۲۶۴' جامع المسانید رقم الحدیث:۹۲۴)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں دی گئیں (یہاں حصر مقصود نہیں) میری ایسے رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے جو ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہوتا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا' پس میری اُمت میں سے جو شخص جس بھی جگہ نماز کا وقت پالے وہ وہیں نماز پڑھے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور (پہلے) نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے''۔

صحیح مسلم کی ایک روایت جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے' اس میں یہ لفظ آئے ہیں:

''عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه' قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: فضلت علی الانبیاء بست

Marfat.com

اعطیت جوامع الکلم، ونصرت بالرعب، واحلت لی الغنائم، وجعلت لی الارض طهورا ومسجدا، وارسلت الی الخلق کافة، وختم بی النبیون''۔

(صحیح مسلم، کتاب: المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب: المساجد، رقم الحدیث: ۱۱۶۷، دارالکتاب العربی، بیروت) (سنن الترمذی، کتاب: السیر، باب: ماجآء فی الغنیمۃ، رقم الحدیث: ۱۵۵۳، وقال هذا حدیث حسن صحیح، دارالمعرفہ، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب: الطہارۃ وسننها، باب: ماجآء فی السبب، رقم الحدیث: ۵۶۷، دارالسلام، ریاض) (مسند احمد بن حنبل جلد ۴، رقم الحدیث: ۹۵۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے انبیاء کرام پر چھ وجوہ سے فضیلت عطا فرمائی گئی ہے: (۱) مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں (۲) اور میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے (۳) اور غنائم میرے لیے حلال کی گئی ہیں (۴) اور زمین کو میرے لیے پاک اور مسجد بنا دیا گیا ہے (۵) اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے (۶) اور نبوت مجھ پر ختم کر دی گئی ہے''۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے حوالہ کے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

''عن یعلی بن مرة رضی الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من شیء الا یعلم انی رسول الله الا کفرة الجن والانس''۔

(الجامع الصغیر صفحہ ۴۹۲، رقم الحدیث: ۸۰۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت) (سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۴۵، رقم الحدیث: ۱۸)

(ترجمہ:) ''حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کافر جن وانس کے ماسوا کائنات کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ عزوجل کا سچا رسول ہوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ جمادات ونباتات اور حیوانات کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت ہے اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے عموم وشمول میں داخل ہیں۔ اس پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن عبد الله بن جعفر رضی الله تعالیٰ عنه قال: دخل رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حائطا لرجل من الانصار فاذا جمل، فلما رأی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَنَّ وذرفت عیناه، فاتاه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمسح ذفراه فسکت فقال: من رب هذا الجمل؟ لمن هذا الجمل؟ فجاء فتی من الانصار فقال: لی یا رسول الله، فقال: افلا تتقی الله فی هذه البهیمة التی ملکك الله ایاها، فانه شکا الیٰ انك تجیعه وتدئبه''۔

(سنن ابوداؤد، کتاب: الجہاد، باب: مایؤمر به من القیام علی الدواب والبہائم، رقم الحدیث: ۲۵۴۹) (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۵۴، مسند ابوعوانہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۷، تہذیب الکمال جلد ۸ صفحہ ۱۶۵)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری شخص کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ رو پڑا اور اس کی

Marfat.com

آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر دست اقدس پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے اور یہ کس کا اونٹ ہے؟ انصار کا نوجوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ میرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بے زبان جانور کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے' اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے کام بہت زیادہ لیتے ہو''۔

(۲) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحرا میں سے گزر رہے تھے' کسی نداء دینے والے نے آپ کو پکارا' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ ایک بندھی ہوئی ہرنی تھی۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ایک حاجت ہے۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ما حاجتك؟'' تیری کیا حاجت ہے؟ اس نے عرض کی: اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں' آپ مجھے آزاد کر دیں تا کہ میں جا کر انہیں دودھ پلا سکوں' پھر میں واپس لوٹ آؤں گی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا تم ایسا ہی کرو گی؟ اس نے عرض کیا: اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے سخت عذاب دے' پس حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے آزاد فرما دیا' وہ گئی اس نے اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور پھر واپس لوٹ آئی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دوبارہ باندھ دیا' پھر اچانک وہ اعرابی جس نے ہرنی کو باندھا ہوا تھا' متوجہ ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟ فرمایا: ہاں! اس ہرنی کو آزاد کر دو۔ پس اس اعرابی نے اس کو آزاد کر دیا' وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی نکلی اور وہ یہ کہتی جا رہی تھی: ''اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله''۔ (المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۶۳۷' مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۵' الترغیب والترہیب جلد ۱ صفحہ ۳۲۱' رقم الحدیث: ۱۱۷۶)

(۳) ''عن سفينة رضى الله تعالىٰ عنه' قال: ركبت البحر فى سفينة فانكسرت فركبت لوحا منها فطرحنى فى اجمة فيها اسد فلم يرعنى الا به ۔ فقلت: يا ابا الحارث انا مولىٰ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ۔ فطأطأ راسه وغمز بمنكبه شقى' فما زال يغمزنى ويهدينى الى الطريق حتى وضعنى على الطريق' فلما وضعنى همهم فظننت ان يودعنى''۔

(مستدرک رقم الحدیث: ۴۲۳۵' التاریخ الکبیر للامام البخاری رقم الحدیث: ۶۶۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۴۳۲' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۳۲' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۹۴۹' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۰)

(ترجمہ:) ''حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا۔ وہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں اس کے ایک تختے پر سوار ہو گیا۔ اس نے مجھے ایک ایسی جگہ پھینک دیا جو شیر کی کچھار تھی۔ وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا کہ شیر سامنے موجود تھا' میں نے کہا: اے ابوالحارث! (شیر کی کنیت) میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

Marfat.com

غلام ہوں' تو اس نے فوراً اپنا سر خم کر دیا اور اپنے کندھے سے مجھے اشارہ کیا اور وہ اس وقت تک مجھے اشارہ اور رہنمائی کرتا رہا جب تک کہ اس نے مجھے صحیح راہ پر نہ ڈال دیا' پھر جب اس نے مجھے صحیح راہ پر ڈال دیا تو وہ دھیمی آواز میں غرایا' سو میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے''۔

(٤) ''عن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها قالت: کان لآل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحش' فاذا خرج رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعب واشتد واقبل وادبر ۔ فاذا احس برسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد دخل' ربض فلم یترمرم' مادام رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی البیت' کراهیة ان یؤذیه''۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ٢٣٨٦٢' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ٤٦٦٠' شرح معانی الآثار جلد ٤ صفحہ ١٩٥' دلائل النبوۃ جلد ٦ صفحہ ٣١' التمہید لابن عبد البر جلد ٦ صفحہ ٣١٤' مجمع الزوائد جلد ٩ صفحہ ٣)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کا ایک جانور تھا' جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لے جاتے تو وہ جانور کھیلتا کودتا اور جوش میں آ جاتا' کبھی آگے بڑھتا اور کبھی پیچھے۔ اور جب وہ یہ محسوس کرتا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کاشانۂ اقدس میں تشریف لا چکے ہیں تو (ادباً) ساکت کھڑا ہو جاتا اور کوئی حرکت نہ کرتا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں موجود رہتے اس ڈر سے کہ کہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت نہ پہنچے''۔

(٥) ''عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنه' قال: کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی سفر فمررنا بشجرة فیها فرخا حمرة' فاخذناهما قال: فجاءت الحمرة الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهی تعرض' فقال: من فجع هذه بفرخیها؟ قال: قلنا: نحن ۔ قال: ردوهما قال فردونهما الٰی مواضعهما''۔

(دلائل النبوۃ للامام البیہقی جلد ١ صفحہ ٣٢١)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے جس میں چڑیا کے دو بچے تھے' ہم نے وہ دو بچے اُٹھا لیے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ چڑیا حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں شکایت کرتے ہوئے حاضر ہوئی' پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کس نے اس چنڈول کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف دی ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی: ہم نے۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اس کے بچے اسے لوٹا دو۔ راوی بیان کرتے ہیں: پس ہم نے وہ دو بچے جہاں سے لیے تھے وہیں رکھ دیئے''۔

(٦) ایک کافر کے پاس گوہ تھی' وہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

''لا آمنت بك او یؤمن بك هذا الضب''۔

Marfat.com

(ترجمہ:) ''میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے''۔

''فقال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : یا ضب ۔ فتکلم الضب بکلام عربی مبین فهمه القوم جمیعا: لبیك وسعدیك' یا رسول رب العالمین ۔ فقال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : من تعبد؟ قال: الذی فی السمآء عرشه وفی الارض سلطانه وفی البحر سبیله وفی الجنة رحمته وفی النار عذابه ۔ قال: فمن انا' یا ضب؟ قال: انت رسول رب العالمین' وخاتم النبیین' قد افلح من صدقك' وقد خاب من کذبك ۔ فقال الاعرابی: اشهد ان لا اله الا اللّٰه واشهد ان محمدًا رسول اللّٰه حقًا ۔ رواه الطبرانی وابونعیم والبیهقی والهیثمی عن سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالٰی عنه''۔

(المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث:۵۹۹۶' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۶ صفحہ۳۶' دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ۳۷۷' مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۲۹۲' شمائل الرسول علیہ السلام لابن کثیر صفحہ۳۵۷' الخصائص الکبریٰ للامام السیوطی جلد۲ صفحہ۶۵)

(ترجمہ:) ''پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے گوہ! تو گوہ نے ایسی واضح اور فصیح عربی میں کلام کیا کہ جسے تمام لوگوں نے سمجھ لیا۔ اس گوہ نے عرض کیا: اے رب العالمین کے رسول! میں حاضر ہوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کس کی عبادت کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا: میں اس ذات کی عبادت کرتی ہوں جس کا عرش آسمانوں میں ہے' زمین پر جس کی حکمرانی ہے اور سمندر پر جس ذات کا قبضہ ہے' جنت میں جس کی رحمت ہے اور دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: اے گوہ! میں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا: آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں' جس نے آپ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ ذلیل وخوار ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ اعرابی بول اُٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں''۔

(۷) ''عن جابر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالٰی عنه' ان امرءة من الانصار قالت لرسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : یا رسول اللّٰه! الا اجعل لك شیء تقعد علیه' فان لی غلاما نجارا' قال: ان شئت قال: فعملت له المنبر' فلما کان یوم الجمعة' قعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنبر الذی صنع' فصاحت النخلة التی کان یخطب عندها' حتی کادت ان تنشق' فنزل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی اخذها فضمها الیه' فجعلت تین انئن الصبی الذی یسکت' حتی استقرت''۔

(صحیح بخاری' کتاب: البیوع' باب: النجار' رقم الحدیث:۱۹۸۹' وفی کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث: ۳۳۹۲-۳۳۹۱' وفی کتاب: المساجد' باب: الاستعانۃ بالنجار والصناع فی اعواد المنبر والمسجد' رقم الحدیث:۴۳۸) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' رقم الحدیث:۳۶۲۷) (سنن النسائی' کتاب: الجمعۃ' باب: مقام الامام الخطبہ' رقم الحدیث:۱۳۹۶) (سنن ابن ماجہ' کتاب: اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا'

Marfat.com

باب: ما جاء فی بدء شأن المنبر، رقم الحدیث:۱۴۱۴) (مسند احمد جلد۳ صفحہ ۲۲۶، سنن الدارمی:۴۲، صحیح ابن حبان:۶۵۰۶، مسند شافعی جلد۱ صفحہ ۶۵)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے تشریف فرما ہونے کے لیے کوئی چیز نہ بنوا دوں؟ کیونکہ میرا غلام بڑھئی ہے، آپ نے فرمایا: جو تمہاری مرضی ہے، اس عورت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے منبر بنوایا۔ جمعہ کا دن آیا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی منبر پر تشریف فرما ہوئے جو تیار کیا گیا تھا، پس وہ کھجور کا تنا جس کے پاس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام خطاب فرماتے تھے، چیخنے لگ گیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جاتا، یہ دیکھ کر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے اور کھجور کے ستون کو گلے سے لگا لیا، ستون اس بچہ کی طرح رونے لگا جسے تھپکی دے کر چپ کرایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے سکون آ گیا''۔

(۸) ''عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکۃ، فخرج فی بعض نواحیھا فما استقبلہ شجر ولا جبل الا قال: السلام علیک یا رسول اللہ''۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، رقم الحدیث:۳۶۲۶) (سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم الحدیث:۲۱) (المستدرک رقم الحدیث:۴۲۳۸، الترغیب والترہیب رقم الحدیث:۱۸۸۰، تہذیب الکمال رقم الحدیث:۳۱۰۳)

(ترجمہ:) ''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ کے گرد و نواح میں گئے تو راستے میں جو پتھر اور درخت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آتا تو وہ عرض کرتا: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو''۔

(۹) ''عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قال: جآء اعرابی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: بم اعرف انک نبی؟ قال ان دعوت ھذا العذق من ھذہ النخلۃ، اتشھد انی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فدعاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجعل ینزل من النخلۃ حتی سقط الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال: ارجع، فعاد، فاسلم الاعرابی''۔ (سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فی آیات اثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما قد خصہ اللہ عزوجل، رقم الحدیث: ۳۶۲۸) (التاریخ الکبیر للامام البخاری رقم الحدیث:۱۶، المستدرک رقم الحدیث:۴۲۳۷، المعجم الکبیر:۱۲۶۲۲)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے کیسے علم ہوگا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس درخت کے اس گچھے کو بلاؤں تو کیا تُو گواہی دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے بلایا تو وہ درخت سے اُترنے لگا یہاں تک کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آ گرا، پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: واپس چلے جاؤ! تو وہ واپس چلا گیا، یہ دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہو

گیا''۔

(۱۰)''عن یعلٰی بن مرة الثقفی رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: سرنا فنزلنا منزلا' فنام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجاء ت شجرة تشق الارض حتی غشیته ۔ثم رجعت الٰی مکانها' فلما استیقظ ذکرت له' فقال: هی شجرة استاذنت ربها عزوجل ان تسلم علٰی رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاذن لها ۔ (مسند احمد جلد۴ صفحہ ۱۷۰' دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد۱ صفحہ ۱۵۸' رقم الحدیث:۱۸۴' الترغیب والترہیب رقم الحدیث:۳۴۳۰' مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ ۵)

(ترجمہ:)''حضرت یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں: ہم روانہ ہوئے اور ہم نے ایک جگہ میں پڑاؤ کیا' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں محو استراحت ہو گئے' اتنے میں ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سایہ فگن ہو گیا' پھر کچھ دیر کے بعد وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس درخت نے اپنے ربِ عزوجل سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ اللہ تعالٰی کے رسول کی بارگاہ میں سلام عرض کرے' پس اللہ رب العزت نے اسے اجازت عطا فرمائی''۔

(۱۱)''عن ابی الموسٰی الاشعری رضی اللّٰه تعالٰی عنه' قال: قال الراهب لابی طالب واخذ بید رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' هذا سیّد العالمین' فقال له اشیاخ من قریش' ما علمك؟ فقال: انکم حین اشرفتم من العقبة لم یبق شجر ولا حجر الا ساجدا ولا یسجدان الا لنبی'' ۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجآء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۶۲۰) (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۳۱۷۳۳' مسند البزار' رقم الحدیث:۳۰۹۶' المستدرک:۴۲۲۹)

(ترجمہ:)'' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ راہب نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست انور پکڑ کر ابوطالب سے کہا: یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں' یہ رب العالمین کے رسول ہیں' ان کو اللہ تعالٰی تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ قریش کے شیوخ نے کہا: تمہیں کس طرح علم ہوا؟ اس نے کہا: جب تم لوگ عقبہ سے چلے تو تمام درخت اور پتھر ان کو سجدہ کر رہے تھے اور وہ صرف نبی ہی کو سجدہ کرتے ہیں''۔

(۱۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم ایک کشادہ وادی میں پہنچے' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے' میں پانی وغیرہ لے کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے گیا' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو آپ کو پردہ کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی' وادی کے کنارے دو درخت تھے' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں سے ایک درخت کے پاس گئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا:''انقادی علی باذن اللّٰه تعالٰی ''(ترجمہ:)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر''۔ وہ درخت اس اونٹ کی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار ہو گیا جس کی ناک میں نکیل ہو اور وہ اپنے مالک کے تابع ہو' پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی شاخ پکڑ کر اسے فرمایا: ''**انقادی علی باذن اللّٰہ تعالیٰ**'' (ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر''۔ وہ درخت بھی پہلے درخت کی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع ہو گیا' یہاں تک کہ جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں درختوں کے درمیان پہنچے تو آپ نے دونوں درختوں کو ملا دیا اور فرمایا: ''**التئما علی باذن اللّٰہ تعالیٰ فالتأمتا**'' (ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ کے اذن سے جڑ جاؤ''۔ سو وہ دونوں درخت جڑ گئے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف تشریف لا رہے تھے اور وہ دونوں درخت اپنے اپنے سابقہ مقام پر کھڑے تھے' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''**یا جابر! ھل رأیت مقامی' قلت: نعم یا رسول اللّٰہ!**''۔

(ترجمہ:) ''اے جابر! کیا تُو نے میرا مقام و مرتبہ دیکھا (کہ کس قدر بلند ہے کہ اشجار بھی میرے تابع فرمان ہیں''۔ میں نے عرض کی: جی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الزہد والرقائق' باب: حدیث جابر' رقم الحدیث: ۳۰۱۲' دار الکتاب العربی' بیروت) (سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۴' سنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث: ۴۵۲' دلائل النبوۃ للاصبہانی رقم الحدیث: ۳۷' التمہید لابن عبدالبر جلد ۱ صفحہ ۲۲۲' مشکاۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۸۸۵)

(۱۳) ''**عن جابر بن سمرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان بمکۃ حجرا کان یسلم علی لیالی بعثت' انی لا عرفہ الآن**''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی آیات اثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۲۴) (مسند احمد: ۲۱۰۴۳' مسند ابو یعلی: ۷۴۶۹' المعجم الکبیر: ۱۹۶۱' مسند الطیالسی: ۷۸۱' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے بعثت کی راتوں میں سلام کیا کرتا تھا' میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں''۔

(۱۴) ''**عن ابی حمید' قال: اقبلنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من غزوۃ تبوک حتی اذا اشرفنا علی المدینۃ قال: ھذہ طابۃ احد جبل یحبنا ونحبہ**''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المغازی' باب: نزول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحجر' رقم الحدیث: ۴۴۲۲' وفی کتاب: الزکوٰۃ' باب: خرص التمر' رقم الحدیث: ۱۴۸۱' دار الکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الحج' باب: احد جبل یحبنا ونحبہ' رقم الحدیث: ۳۳۷۱-۳۳۷۲-۳۳۷۳' دار الکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۸۴۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۵۰۳' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۲۷۴۶' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۲۸۸۹' دلائل

النبوۃ رقم الحدیث:۲۱۲)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک سے واپسی کے دوران حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ (یعنی مدینہ) طابہ ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں''۔

(۱۵) ''عن قتادة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' ان انس بن مالك رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ حدثهم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صعد احدا وابو بكر و عمر و عثمان فرجف بهم فقال: اثبت احد' فانما عليك نبی و صديق و شهيدان''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الفضائل' باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا' رقم الحدیث:۳۶۷۵) (سنن ابوداؤد' کتاب: السنۃ' باب: فی الخلفاء' رقم الحدیث:۴۶۵۱' دارالسلام) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث:۳۶۹۷' دارالمعرفہ' بیروت) (السنن الکبریٰ للنسائی:۸۱۳۵' مسند احمد:۱۲۱۲۷' صحیح ابن حبان:۶۸۶۵' مسند ابویعلی:۲۹۶۴' حلیۃ الاولیاء جلد۵ صفحہ۲۵)

(ترجمہ:) ''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے' اچانک پہاڑ ان کے باعث جھومنے لگا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے اُحد! ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں''۔

اُحد پہاڑ' حرکت و جنبش میں کیوں آیا؟ اس کی وجہ علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں:

''رجفة احد هزة الطرب''۔ (المواہب اللدنیہ جلد۲ صفحہ۲۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اُحد پہاڑ کا جھومنا' خوشی اور مسرت کی وجہ سے تھا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر قدم رنجہ ہوئے تھے''۔

دلیل نمبر ۵: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جمیع انبیاء و مرسلین پر سیادت و اصالت اور افضلیت قطعیہ مطلقہ کی ایک بڑی واضح اور صریح دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے بے شمار مخلوقات پیدا فرمائی ہیں' ان کو اجسام و اعضاء عطا فرمائے' لیکن اپنی جملہ مخلوقات میں سے کسی کی زندگی' کسی کے اعضاء و اجزاء' کسی کے متعلقات اور کسی کی نسبتوں کی قسمیں اللہ رب العزت نے ارشاد نہیں فرمائی' ایک واحد ذات حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ایسی ہے کہ اللہ رب العزت' غنی' مغنی اور رب العالمین ہو کر اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ' آپ کے اعضاء و اجزاء' آپ کے متعلقات اور آپ کی نسبتوں کی قسمیں ارشاد فرماتا ہے' اور ظاہر ہے کہ قسم کسی معمولی شے کی نہیں اُٹھائی جاتی بلکہ اس شے کی اُٹھائی جاتی ہے جو اپنی عظمت میں منتہائے عروج اور نقطۂ کمال پر ہو۔ اسی ضمن میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے متعدد اعضاء کا ذکر بھی قرآن میں ارشاد فرمایا' جس سے بتلانا مقصود یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس' اللہ رب العزت کی قدرت و کمال اور خلاقیت و ربوبیت کا شاہکار اتم ہیں' اور اس

Marfat.com

پوری کائنات میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا باکمال و باجمال کسی کو نہیں پیدا فرمایا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی قسم ارشاد فرماتے ہوئے بیان کیا:

''لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ O'' (الحجر:۷۲)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! تمہاری زندگی کی قسم! بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں O''

امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ اپنی متداول کتابِ مستطاب ''الشفا'' میں فرماتے ہیں:

''اتفق اهل التفسیر فی هذا انه قسم من اللّٰه تعالٰی بمدة حیاة سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و معناه! وبقائك یا محمد! وقیل: وعیشك! وقیل: وحیاتك! وهذه نهایة التعظیم' وغایة البر والتشریف. قال ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما ما خلق اللّٰه تعالٰی' وما ذرأ وما بر انفسا' اكرم علیه من سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما سمعت اللّٰه تعالٰی اقسم بحیاة احد غیره''. (الشفا صفحہ ۲۴۔۲۳' دار ابن حزم)

(ترجمہ:) ''اہل تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی قسم ارشاد فرمائی ہے' اور یہ تعظیم کی انتہاء ہے اور اپنے محبوب کو شرف و عزت دینے کی غایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مکرم و معظم اور مشرف و موقر اپنی جملہ مخلوقات و موجودات میں پیدا نہیں فرمایا' کیونکہ میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی زندگی کی قسم ارشاد فرمائی ہو''۔

مکہ مکرمہ' وہ بلد شریف ہے جس میں بیشتر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مآثر و مقابر ہیں' کثیر تعداد میں قبریں و مقدس اماکن و مقامات ہیں' خانہ کعبہ ہے' مقامِ ابراہیم اور حجر اسود ہے' مطاف و رکن یمانی ہے' صفا مروہ کی پہاڑیاں ہیں' میدانِ عرفات' میدانِ منٰی' میدان مزدلفہ ہیں' لیکن اللہ رب العزت نے اس مکہ شہر کی قسم اُٹھائی تو ان تمام عظیم نسبتوں کے باوجود ان کی وجہ سے قسم نہیں فرمائی بلکہ ایک ہی وجہ کا ذکر فرمایا اور وہ یہ کہ مکہ حبیب اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولد' مسکن اور مستقر ہے' صرف اسی ایک نسبت سے مکہ کو قسم سے مشرف فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ O وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ O'' (البلد:۲۔۱)

(ترجمہ:) ''مجھے اس شہر مکہ کی قسم! O کہ اے محبوب! تم اس شہر میں رہتے ہو O''

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ج''. (البقرہ:۱۴۴)

(ترجمہ:) ''تحقیق ہم بار بار تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں''۔

''وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ج''. (یونس:۱۰۵)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''اور اپنا چہرہ دین کے لیے مستقیم رکھیں' سب سے الگ ہو کر''۔

''وَالضُّحٰیO''(الضحیٰ:۱)

(ترجمہ:) ''حبیب کے رخِ زیبا کی قسم!O''

اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ اقدس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ''۔ (الاعراف:۲)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! یہ کتاب تمہاری طرف نازل کی گئی ہے تو تمہارا سینہ اس سے تنگ نہ ہو''۔

''وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَO''(الحجر:۹۷)

(ترجمہ:) ''اور بے شک اے محبوب! ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تمہارا سینہ تنگ ہوتا ہےO''

''اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَO''(الانشراح:۱)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ کشادہ نہیں فرمایاO''

محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت اطہر کا ذکر کرتے ہوئے ارشادِ رب العالمین ہے:

''وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَO الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَO''(الانشراح:۳۔۲)

(ترجمہ:) ''اور تم سے تمہارا وہ بوجھ اتار دیاO جس نے تمہاری پشت کو گراں بار کر رکھا تھاO''

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چشمان سرگیں کا ذکر کرتے ہوئے ارشادِ الٰہی عزوجل ہے:

''لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ''۔ (الحجر:۸۸)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! اپنی آنکھیں اُٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کو کچھ جوڑے برتنے کو دیئے ہیں''۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّاO''(مریم:۹۷)

(ترجمہ:) ''پس ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان پر آسان کر دیا تا کہ تم اس کے ساتھ متقین کو بشارت دو اور جھگڑا کرنے والی قوم کو ڈر سناؤO''

''فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَO''(الدخان:۵۸)

(ترجمہ:) ''پس اس قرآن کو ہم نے اے محبوب! تمہاری زبان پر آسان کر دیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں''۔

''لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖO''(القیامۃ:۱۶)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! (اس قربان کو پڑھنے اور یاد کرنے میں) اپنی زبان کو جلدی سے حرکت نہ دو (بلکہ آپ کو یاد کروانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے)''۔

Marfat.com

اللہ جل مجدہ نے قرآن مجید کے کئی مقامات پر اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مطہر کا ذکر فرمایا:

''قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ'' ۔ (البقرہ:۹۷)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! تم فرماؤ کہ جو کوئی جبریل کا دشمن ہے تو تحقیق اس نے قرآن اُتارا ہے آپ کے قلب میں''۔

''نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ O عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ O'' (الشعراء:۱۹۴۔۱۹۳)

(ترجمہ:) ''اس قرآن کو روح الامین' آپ کے قلب پر لے آیا تا کہ تم ڈر سنانے والوں سے ہو جاؤ''۔

''وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ'' ۔ (ھود:۱۲۰)

(ترجمہ:) ''اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں' جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں''۔

''كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا O'' (الفرقان:۳۲)

(ترجمہ:) ''ہم نے یونہی اس قرآن کو بتدریج اتارا ہے تا کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا O''

''قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ O'' (ق:۱)

(ترجمہ:) ''قٓ' بزرگی والے قرآن کی قسم! O''

امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قال ابن عطا فی قوله تعالٰی (ق والقراٰن المجید) اقسم اللّٰه تعالٰی بقوة قلب حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیث حمل الخطاب والمشاهدة ولم یؤثر ذلك فیه لعلو حاله'' ۔ (الشفا صفحہ ۲۵' دار ابن حزم)

(ترجمہ:) ''امام ابن عطا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''ق'' کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مقدس کی قوت کی قسم یاد فرمائی کیونکہ یہ قلب اللہ رب العزت کے خطاب اور اس کے مشاہدہ کا متحمل ہوا جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے''۔

''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى O'' (النجم:۱۱)

(ترجمہ:) ''آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی O''

اسی طرح اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى O'' (النجم:۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''والنجم ای قلب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کہ نجم سے مراد یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کی قسم یاد فرمائی۔ (الشفا صفحہ ۲۵)

Marfat.com

ایک مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ مقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست کرامت اور گردن مبارک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ'' ۔ (الاسراء:۲۹)

(ترجمہ:) ''اور اپنا ہاتھ گردن پر بندھا ہوا نہ رکھیں اور نہ پورا کھول دیں''۔

نیز ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج'' ۔ (الفتح:۱۰)

(ترجمہ:) ''بے شک اے محبوب! جن لوگوں نے تم سے بیعت کی ہے' انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہے' اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر''۔

محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیسوئے عنبریں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى O'' (الضحیٰ:۲)

(ترجمہ:) ''رات کی قسم جب چھا جائے O''

(مراد محبوب کے گیسوئے تار ہیں از امام رازی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کا ذکر فرمایا:

''وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ O'' (الزخرف:۸۸)

(ترجمہ:) ''اور مجھے محبوب کے اس قول کی قسم کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے O''

اسی طرح اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس کی قسم یاد فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

''وَالْعَصْرِ O'' (العصر:۱)

(ترجمہ:) ''زمانۂ محبوب کی قسم! O''

اللہ رب العزت کا محبوب کے اعضاء کا ذکر کرنے اور ان کی قسمیں یاد فرمانا اور محبوب کی نسبتوں کی قسمیں یاد فرمانا' اس امر پر بیّن دلیل ہے کہ جیسا عز و شرف اور کرامت و بزرگی اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی' ایسی پوری کائنات میں کسی کو نہیں عطا فرمائی۔

دلیل نمبر ٦: حضور نبی مکرم' رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام خلق پر بالعموم اور انبیاء و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بالخصوص افضلیت اور اعظمیت اور عند اللہ اقربیت پر دلیل ساطع یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے جس کے ساتھ خطاب کیا تو اس کا نام لے کر خطاب فرمایا۔ جبکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پورے قرآن میں جہاں خطاب فرمایا وہاں نام لے کر نہیں بلکہ معزز و مکرم القابات اور اوصاف کے ساتھ خطاب فرمایا' سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطاب کے انداز کیا ہیں؟ چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

''قَالَ یٰـاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ'' ۔ (البقرہ:۳۳)

(ترجمہ:) ''اللہ نے فرمایا: اے آدم! تم ملائکہ کو ان چیزوں کے نام بتاؤ''۔

''قَالَ یٰـنُوْحُ اِنَّـهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّـهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ'' ۔ (ھود:۴۶)

(ترجمہ:) ''اللہ نے فرمایا: اے نوح! بے شک وہ تیری اہل میں سے نہیں' بے شک اس کے عمل بُرے ہیں''۔

''قِیْلَ یٰـنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَـرَكٰتٍ عَلَیْكَ'' ۔ (ھود:۴۸)

(ترجمہ:) ''کہا گیا: اے نوح! اُتر جاؤ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور تجھ پر برکات کے ساتھ''۔

''یٰٓاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا'' ۔ (ھود:۷۶)

(ترجمہ:) ''اے ابراہیم! اس سے اعراض کرو''۔

''قَالَ یٰـمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ'' ۔ (الاعراف:۱۴۴)

(ترجمہ:) ''اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک میں نے تجھے لوگوں پر اپنی رسالت کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی ہے''۔

اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ رب العزت کے خطاب کا انداز کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں: صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ'' ۔ (المائدہ:۴۱)

(ترجمہ:) ''اے (عظیم) رسول! تمہیں وہ لوگ غم زدہ نہ کریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں''۔

''یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ'' ۔ (المائدہ:۶۷)

(ترجمہ:) ''اے رسول! آپ وہ پہنچا دیں جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے''۔

''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ'' ۔ (الانفال:۶۴)

(ترجمہ:) ''اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے''۔

''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ'' ۔ (الانفال:۶۵)

(ترجمہ:) ''اے نبی! آپ مؤمنین کو قتال کی رغبت دلائیں''۔

''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ'' ۔ (التوبہ:۷۳)

(ترجمہ:) ''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں''۔

''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّـآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○''

(الاحزاب:۴۶-۴۵)

(ترجمہ:) ''اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ' بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ اور اللہ کے اذن

Marfat.com

سے اللہ (عزوجل) کی طرف بلانے والا اور چمکتا سورج بنا کر بھیجا ہےO"

"یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُO قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًاO" (المزمل:۲۔۱)

(ترجمہ:) "اے چادر لپیٹنے والے محبوب!O رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑاO"

"یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُO قُمْ فَاَنْذِرْO" (المدثر:۲۔۱)

(ترجمہ:) "اے چادر اوڑھنے والے محبوب!O تم کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو ڈراؤO"

عربی اسلوب میں جب کسی کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرنا ہو تو وہ محبوب اس وقت جس حال میں ہو اسی حالت کے ساتھ اس کو نداء اور خطاب کیا جاتا ہے' جیسا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبکہ ان کے بدن پر مٹی لگی تھی: "قم یا ابا تراب" کہ اے مٹی والے! کھڑے ہو جاؤ' کہہ کر نداء فرمائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بغل میں بلی لے کر گزر رہے تھے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "یا ابا ھریرۃ" اے بلی والے! کہہ کر یاد فرمایا' سو اللہ رب العزت نے بھی اپنے ان دو خطابات میں جبکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے' اپنی محبت کا اظہار فرمایا۔ ایک مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت کا اظہار اس خطاب اور نداء کے ساتھ فرمایا:

"یٰسٓO وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِO" (یٰسین:۲۔۱)

(ترجمہ:) "یٰسO حکمت والے قرآن کی قسم!O"

امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

"حکی ابو عبد الرحمٰن السلمی' عن الامام جعفر صادق رحمه الله تعالیٰ ۔ انه اراد: یا سید! مخاطبة لنبیه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما (یٰس) ای یا انسان! اراد سیّدنا محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ وعن کعب: (یٰس) قسم اقسم الله تعالیٰ به قبل ان یخلق السمآء والارض بالفی عام" ۔ (الشفا صفحہ ۲۴' دار ابن حزم' بیروت)

(ترجمہ:) "ابو عبد الرحمٰن السلمی علیہ الرحمۃ نے امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یٰس کا معنی ہے: اللہ رب العزت نے اپنے مکرم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب بناتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے سردار!"۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (یٰس) کہہ کر اللہ رب العزت نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اپنے محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم ارشاد فرمائی"۔

سو کتنا فرقِ عظیم ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خطاب اور نداء میں اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خطاب اور نداء میں' اور یہ فرق و تفاوت اس بات پر صریح اور قطعی دلیل ہے کہ جیسی محبوبیت' قربت' وجاہت اور عز و منزلت حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں میسر ہے' ایسی کسی اور کو نہیں۔ امام اہل سنت عرض کرتے ہیں ؎

Marfat.com

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا — نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہہ — تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

سارے اونچوں میں اونچا کہئے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ سابقہ اُمتیں بھی اپنے اپنے نبی علیہ السلام کو نام لے کر پکارتی ہیں، چنانچہ قرآن مجید کے متعدد مقامات سے ثابت ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا''۔ (ھود:۳۲)

(ترجمہ:) ''وہ بولے: اے نوح! تحقیق آپ نے ہم سے بہت زیادہ مجادلہ کیا ہے''۔

''قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ''۔ (ھود:۵۳)

(ترجمہ:) ''وہ بولے: اے ھود! تم ہمارے پاس کوئی واضح نشانی لے کر نہیں آئے''۔

''وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ O''(الاعراف:۷۷)

(ترجمہ:) ''اور وہ بولے: اے صالح! آپ ہمیں جس کا وعدہ کر رہے ہیں وہ ہمارے پاس لے آئیں، اگر آپ رسولوں میں سے ہیں O''

''وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ''۔ (البقرہ:

(ترجمہ:) ''اور یاد کرو جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے''۔

''اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ط''۔

(المائدہ:۱۱۲)

(ترجمہ:) ''جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما سکتا ہے''۔

جبکہ اس اُمت کو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر پکارنے سے منع فرما دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ''۔ (الحجرات:۲)

(ترجمہ:) ''اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو''۔

نیز ارشاد فرمایا:

''لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ط''۔ (النور:۶۳)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے''۔

جمیع مفسرین اور محققین نے اس آیت کے تحت بیان کیا ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عامیانہ طرزِ تخاطب میں نام لے کر ''یا محمد'' نہ پکارو بلکہ کمال ادب کے ساتھ معزز القابات اور اوصاف کے ساتھ پکارو: یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! یا حبیب اللہ!

اس نکتہ کی مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئے گی۔ فافہم وتدبر!

دلیل نمبر ۷: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند اللہ احبیت' اقربیت' اعظمیت' اکملیت اور افضلیت پر ایک صریح اور غیر مبہم دلیل یہ ہے کہ سابقہ اُمتوں نے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کیے لیکن ہر نبی نے اپنا خود دفاع کیا۔ معترضین کے اعتراضات کا جواب خود اپنی طرف سے دیا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:

''قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ O'' (الاعراف:۶۰)

(ترجمہ:) ''اس کی قوم کے سردار بولے: بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں O''

اس کے جواب میں حضرت سیّدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ O'' (الاعراف:۶۱)

(ترجمہ:) ''فرمایا (نوح نے) اے میری قوم! مجھ میں کچھ گمراہی نہیں' میں تو رب العالمین کا رسول ہوں O''

حضرت سیّدنا ھود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر آپ کی قوم نے سفاہت کا طعنہ کسا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

''قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ O''

(الاعراف:۶۶)

(ترجمہ:) ''اس کی قوم کے سردار بولے: بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں O''

اس کے جواب میں حضرت ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عزت وناموس کا دفاع اور تحفظ کرتے ہوئے فرمایا:

''قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ O'' (الاعراف:۶۷)

(ترجمہ:) ''فرمایا: اے میری قوم! مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو رب العالمین کا رسول ہوں O''

فرعون نے العیاذ باللہ تعالیٰ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مفتری' کذاب اور ساحر ہونے کا طعنہ دیا۔ اس کے جواب میں حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ O حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' ۔ (الاعراف:۱۰۴-۱۰۵)

(ترجمہ:) ''اور موسیٰ نے کہا: اے فرعون! میں رب العالمین کا رسول ہوں O مجھے یہی سزاوار ہے کہ میں اللہ پر نہ

Marfat.com

کہوں مگر سچی بات' میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں''۔

لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علو مرتبت اور عنداللہ منزلت کا عالم یہ ہے کہ جب حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ قدسی پر اعتراض کیا گیا تو اس کا جواب خود حضور نے نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے دیا۔ قرآن مجید میں سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

کفار نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے کہا:

''لَسْتَ مُرْسَلًا''۔ (الرعد:۴۳)

(ترجمہ:) ''تم رسول نہیں ہو''۔

اس کا جواب خود رب العالمین نے اپنی لاریب کتاب میں قسم کے ساتھ مؤکد و متقرر کر کے دیا۔ ارشاد فرمایا:

''یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○''(یٰس:۳۔۱)

(ترجمہ:) ''یٰس ○ حکمت والے قرآن کی قسم! ○ اے محبوب! تُو ضرور رسولوں میں سے ہے ○''

اللہ رب العزت سابقہ رسولوں میں سے کسی ایک مرسل کی رسالت پر قسم ارشاد نہیں فرمائی' لیکن اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر قسم ارشاد فرمائی۔

اسی طرح کفار نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنون کا طعنہ کسا' اس کا جواب خود ربِ کائنات نے اپنی لاریب کتاب میں دیا۔ اعتراض یہ تھا:

''وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ ○''(الحجر:۶)

(ترجمہ:) ''اور کفار بولے: اے وہ جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے' بے شک تُو ضرور مجنون ہے ○''

اللہ رب العزت نے جواب دیا:

''فَذَکِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ○''(الطور:۲۹)

(ترجمہ:) ''پس محبوب آپ نصیحت فرمائیں' پس آپ اپنے رب کی نعمت سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ○''

نیز ارشاد فرمایا:

''نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ○''(القلم:۲۔۱)

(ترجمہ:) ''نٓ قلم کی قسم! اور جو وہ لکھیں اس کی قسم! ○ محبوب تم اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہو ○''

کفار نے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو العیاذ باللہ تعالیٰ کاہن کہا' اللہ رب العزت نے اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ''۔ (الطور:۲۹)

(ترجمہ:) ''محبوب تم اپنے رب کی نعمت سے کاہن نہیں ہو''۔

Marfat.com

نیز فرمایا:

''وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ O'' (الحاقۃ:۴۲)

(ترجمہ:) ''(یہ قرآن) کسی کاہن کا قول نہیں تم کتنی کم نصیحت حاصل کرتے ہو O''

کفار نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر کہا۔

قرآن مجید میں ہے:

''بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ج'' ۔ (الانبیاء:۵)

(ترجمہ:) ''بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ پریشان کن باتیں ہیں بلکہ اس نے خود گھڑی ہیں' بلکہ وہ شاعر ہے''۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرمت' ناموس اور عزت کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا:

''وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ O'' (الحاقۃ:۴۱)

(ترجمہ:) ''اور وہ (قرآن) کسی شاعر کی بات نہیں' تم کتنا کم ایمان لاتے ہو O''

نیز ارشاد فرمایا:

''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ O'' (یٰسین:۶۹)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے اپنے محبوب کو شعر نہیں سکھائے اور نہ یہ ان کے شایانِ شان ہے' یہ نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن O''

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چند دن کے لیے مشیت الٰہی اور حکمت ایزدی کی بناء سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا' اس کو اصطلاح میں ''فترتِ وحی'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کفار کو اعتراض کا موقع مل گیا' انہوں نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہا:

''ودع رب محمد محمدًا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' ۔ (عامہ کتب تفاسیر)

(ترجمہ:) ''(العیاذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب (عزوجل) نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دیا ہے اور ان سے ناراض ہو گیا ہے' جبھی اتنے دن سے وحی نازل نہیں فرمائی''۔

اللہ رب العزت نے ان کفار کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وَالضُّحٰى O وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى O مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى O'' (الضحیٰ:۳-۱)

(ترجمہ:) ''چاشت کی قسم! O اور رات کی جب چھا جائے O اے محبوب! تجھے تیرے رب نے نہ چھوڑا ہے اور نہ تم سے ناراض ہوا ہے O''

ابولہب نے ایک موقع پر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں انتہائی گستاخی کی اور العیاذ باللہ تعالیٰ اس نے کہا:

''تبا لك'' اللہ رب العزت اس پر اتنا غضب ناک ہوا کہ وہ واحد کافر تھا کہ جس کی مذمت میں قرآن مجید' فرقانِ حمید کی پوری سورت نازل فرمائی۔ ذرا دیکھئے! گستاخ کے متعلق اللہ رب العزت کا اندازِ قہر وغضب کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

''تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَا لُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○''(لہب:۵۔۱)

(ترجمہ:) ''ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور وہ ہلاک ہوگیا ○ نہ اس کا مال اس کے کچھ کام آیا اور نہ اس کی کمائی ○ عنقریب وہ ایک آگ میں پہنچے گا جو شعلوں والی ہے ○ اور اس کی بیوی جو اپنی گردن پر لکڑیوں کا گٹھا اُٹھانے والی ہے ○ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا ○''

اسی طرح کفار نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتر یعنی منقطع النسل اور مقطوع النسل ہونے کا طعنہ دیا' اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی کے لیے اور کفار کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے قرآن مجید کی پوری سورت نازل فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

''اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○''(الکوثر:۳۔۱)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائی ہیں ○ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو ○ بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ابتر یعنی ہر خیر سے محروم ہے ○''

یہی نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیاروں کا بھی خود تحفظ فرمایا۔ چنانچہ کتب سیر میں موجود ہے کہ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گراں رقم سے حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد فرمایا تو کفار نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعنہ کسا اور اعتراض کیا کہ بلال کا کوئی ابوبکر پر احسان ہوگا جبھی ابوبکر نے اتنی بھاری رقم دے کر بلال کو خریدا ہے۔ قبل اس کے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اعتراض کا خود جواب دیتے' اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے یارِ غار کا خود تحفظ فرمایا اور صدیق اکبر کی طرف سے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ○ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○''(الیل:۲۱۔۱۷)

(ترجمہ:) ''اور بہت دور رکھا جائے گا جہنم سے وہ جو سب سے بڑا متقی ہے ○ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ اس کا تزکیہ نفس ہو جائے ○ اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ○ وہ صرف اپنے ربِ اعلیٰ کی رضا چاہتا ہے ○ اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا ○''

کفار نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو سفہاء یعنی بے وقوف کہا۔ اللہ رب العزت نے ان منافقین کو

Marfat.com

کس طرح منہ توڑ جواب دیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

''وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ O'' (البقرہ:۱۳)

(ترجمہ:) ''اور جب ان سے کہا جائے کہ تم ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں: کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے' خبردار وہی بے وقوف ہیں مگر وہ نہیں جانتے O''

یہودیوں نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدۂ مطہرہ کی عصمت وطہارت پر شک کیا' تو اس کا دفاع اور اپنی والدہ کی عزت وعفت کا تحفظ خود حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا' چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا O فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا O يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا O فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا O قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا O وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا O وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا O'' (مریم:۳۲۔۲۶)

(ترجمہ:) ''پھر اگر تو کسی انسان کو دیکھے تو کہہ دینا: میں نے آج رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے' پس میں آج کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی O تو اسے گود میں لے کر اپنی قوم کے پاس آئی' بولے: اے مریم! بے شک تُو نے بہت بُری بات کی O اے ہارون کی بہن! تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار O اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا' وہ بولے: ہم کس طرح کلام کریں اس سے جو ابھی پنگھوڑے میں بچہ ہے O بچہ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا O اور اس نے مجھے مبارک بنایا میں جہاں بھی ہوں اور مجھے نماز وزکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک میں جیوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہیں بنایا O''

لیکن جب چند لوگوں نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے ساتھ مل کر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ محترمہ صدیقہ عفیفہ عالمہ تقیہ زاہدہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اتہام والزام اور بہتان لگایا تو ذرا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عند اللہ منزلت اور مرتبت ملاحظہ فرمائیں کہ وہاں ربِ کائنات نے خود اپنی ابدی لاریب کتاب میں اپنے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم مقدس کا دفاع اور تحفظ فرمایا۔ اور کتنی تاکید وتقریر اور اندازِ جلالت کے ساتھ آیات نازل فرمائیں۔ ملاحظہ فرمائیں! اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

Marfat.com

مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ○ لَوْلَا جَآءُوْا عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَآ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ○ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ○ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ وَیُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○'' (النور:۱۹تا۱۱)

(ترجمہ:) ''بے شک وہ کہ یہ بڑا بہتان لگاتے ہیں، تمہیں میں (ان کی) ایک جماعت ہے، تم اسے اپنے لیے بُرا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا، اس کے لیے بڑا عذاب ہے ○ کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے: یہ کھلا بہتان ہے ○ وہ اس پر چار گواہ نہ لائے تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں ○ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے ہو، اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا ○ جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے ○ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں، الٰہی پاکی ہے تجھے، یہ بڑا بہتان ہے ○ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا، اگر ایمان رکھتے ہو ○ اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے ○ وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○''

اسی طرح ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ○ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ○'' (النور:۲۶تا۲۳)

(ترجمہ:) ''بے شک وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پارسا انجان ایمان والیوں پر، ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت

Marfat.com

میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہےO جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھےO اس دن اللہ ان کی سچی سزا پوری دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہےO گندی عورتیں' گندے مردوں کو زیبا ہیں اور گندے مرد' گندی عورتوں کو اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لیے ہیں اور ستھرے صرف ستھری عورتوں کے لیے' وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں' ان کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہےO"

سو سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اللہ رب العزت کے اس فعل کے تفاوت سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعاً' یقیناً سیّد الرسل' افضل الرسل اور اکمل الرسل ہیں۔

دلیل نمبر ۸: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسی افضلیت کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا۔ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا کلیم بنایا اور حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ بنایا جبکہ اپنے محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما' قال: جلس ناس من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ینتظرونہ قال: فخرج حتٰی اذا دنا منہم سمعہم یتذاکرون فسمع حدیثہم' فقال بعضہم: عجبا ان اللّٰہ عزوجل اتخذ من خلقہ خلیلا ۔ اتخذ ابراھیم خلیلا وقال آخر ماذا باعجب من کلام موسٰی کلمہ تکلیما وقال آخر فعیسٰی کلمۃ اللّٰہ وروحہ وقال آخر: 'ادم اصطفاہ اللّٰہ' فخرج علیہم فسلم وقال: قد سمعت کلامکم وعجبکم ان ابراھیم خلیل اللّٰہ وھو کذلک وموسٰی نجی اللّٰہ وھو کذلک وعیسٰی روحہ وکلمتہ وھو کذٰلک' وآدم اصطفاہ اللّٰہ' وھو کذلک' الا وانا حبیب اللّٰہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر وانا اوّل شافع واوّل مشفع یوم القیامۃ ولا فخر' وانا اوّل من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللّٰہ لی' فیدخلنیہا' ومعی فقراء المؤمنین' ولا فخر وانا اکرم الاوّلین والآخرین ولا فخر" ۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجآء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۱۶' دارالمعرفۃ بیروت) (سنن دارمی' باب: ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الفضل' رقم الحدیث: ۴۷)

(ترجمہ:) "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے' فرمایا: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام حجرۂ مبارکہ سے نکلے یہاں تک کہ جب آپ ان سے قریب ہوئے تو آپ نے ان کو مذاکرہ کرتے ہوئے سنا' آپ ان کی باتیں سنتے رہے۔ پس کسی نے کہا: کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا۔

Marfat.com

دوسرے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا۔ ایک اور نے کہا: حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام' اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی طرف سے روح ہیں۔ کسی نے کہا: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ پس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے تشریف لائے اور سلام فرمایا اور ارشاد فرمایا: تحقیق میں نے تمہارا کلام اور تمہارا اظہار تعجب سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں تو بے شک ان کی یہی شان ہے اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام' اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں' بے شک ان کی یہی شان ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح اور اس کا کلمہ ہیں اور ان کی یہی شان ہے اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ہیں' بے شک ان کی یہی شان ہے۔ خبردار! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا (بلکہ اظہارِ حقیقت کے لیے بیان کر رہا ہوں) اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے قیامت کے دن شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت کے کنڈے پر دستک دوں گا' پس اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازہ کھولے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقیر مؤمن ہوں گے اور فخر نہیں اور میں اوّلین اور آخرین میں سب سے زیادہ عزت پانے والا ہوں اور فخر نہیں''۔

خلیل اور حبیب میں فرق

مفسر شہیر' شارح صحیح مسلم و صحیح بخاری حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ' امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ کی کتاب مستطاب ''الشفا'' کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے خلیل اور حبیب کا فرق بیان کرتے ہوئے امام ابوبکر بن فورک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خلیل' اللہ تعالیٰ تک بالواسطہ پہنچے:

''وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''۔ (الانعام:۷۵)

(ترجمہ:) ''اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھائی''۔

اور حبیب' اللہ تعالیٰ تک بلاواسطہ پہنچے:

''ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○'' (النجم:۸۔۹)

(ترجمہ:) ''پھر (اللہ عزوجل' محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا ○ پھر دو کمانوں کی مقدار کے برابر اللہ کے قریب ہوا یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوا ○''۔

خلیل کی مغفرت کا بیان مرتبہ طمع میں ہے:

''وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○'' (الشعراء:۸۲)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''اور جس سے میری اُمید وابستہ ہے وہ قیامت کے دن میری خطا معاف فرمادے گاO''

اور حبیب کی مغفرت کا بیان مرتبہ یقین میں ہے:

''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًاO لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' ۔ (الفتح:۲۔۱)

(ترجمہ:) ''بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائیO تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام معاف فرمادے''۔

خلیل نے دعا کی کہ اللہ انہیں روزِ حشر شرمندہ نہ کرے:

''وَلَا تُخْزِنِىْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَO'' (الشعراء:۸۷)

(ترجمہ:) ''اور مجھے روزِ حشر شرمندہ نہ فرمانا O''

اور حبیب کو بن مانگے یہ مقام عطا فرمایا:

''يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ'' ۔ (التحریم:۸)

(ترجمہ:) ''جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو شرمندہ کرے گا نہ ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو''۔

امتحان کے موقع پر خلیل نے کہا:

''حسبی اللّٰہ''۔

(ترجمہ:) ''مجھے اللہ کافی ہے''۔

اور حبیب کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

''يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَO'' (الانفال:۶۴)

(ترجمہ:) ''اے نبی! آپ کے لیے اللہ اور وہ ایمان لانے والے کافر ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہےO''

خلیل نے عرض کی:

''وَاجْعَلْ لِّىْ لِسَانَ صِدْقٍ فِى الْاٰخِرِيْنَO'' (الشعراء:۸۴)

(ترجمہ:) ''اور بعد کے آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری کردےO''

اور حبیب کے لیے از خود فرمایا:

''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕO'' ۔ (الانشراح:۴)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کردیاO''

سو قیامت تک کلمہ، اذان، نماز اور خطبہ میں مسلمانوں کی زبان سے آپ کا ذکر بلند ہوتا رہے گا۔

خلیل نے دعا کی:

Marfat.com

''وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَO''(ابراہیم:۳۵)

(ترجمہ:)''مجھے اور میرے (خاص) بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے اجتناب پر برقرار رکھO''

اور حبیب کے لیے بلاطلب ازخود فرمایا:

''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًاO''(الاحزاب:۳۳)

(ترجمہ:)''اے اہل بیت رسول! اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر کے تمہیں خوب پاکیزہ کر دےO''

قاضی عیاض فرماتے ہیں: ہم نے جو یہ چند آیات ذکر کی ہیں' ان سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال اور آپ کے مقامات کی ایک جھلک معلوم ہوتی ہے اور ان آیات سے ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق مفہوم اخذ کرتا ہے اور تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون احسن طریقہ پر ہے۔ (شفاء جلد ا صفحہ ۱۳۴۔۱۳۳' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان)

کلیم اور حبیب میں فرق

کلیم اور ان کے بھائی حضرت ہارون نے فرعون کے پاس جاتے وقت اپنا خوف عرض کیا:

''رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰیO''(طٰہٰ:۴۵)

(ترجمہ:)''اے ہمارے رب! ہمیں یہ خدشہ ہے کہ فرعون ہم پر کوئی زیادتی یا سرکشی کرے گاO''

اور حبیب کے لیے ازخود فرمایا:

''وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط''۔ (المائدہ:۶۷)

(ترجمہ:)''اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا''۔

کلیم دعا کرتے ہیں:

''رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْO''(طٰہٰ:۲۵)

(ترجمہ:)''اے میرے رب! میرا سینہ کھول دےO''

حبیب کے لیے ازخود فرمایا:

''اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَO''(الانشراح:۱)

(ترجمہ:)''کیا ہم نے (محبوب) آپ کا سینہ نہیں کھولاO''

کلیم دعا کرتے ہیں:

''رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ط''۔ (الاعراف:۱۴۳)

(ترجمہ:)''اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا' میں تجھے دیکھوں''۔

Marfat.com

اور حبیب سے فرمایا:

''اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ'' ۔ (الفرقان:۴۵)

(ترجمہ:) ''(محبوب!) کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہ دیکھا''۔

کلیم سے فرمایا:

''لَنْ تَرٰىنِیْ'' ۔ (الاعراف:۱۴۳)

(ترجمہ:) ''تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے''۔

اور حبیب سے فرمایا:

''مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰیO'' (النجم:۱۷)

(ترجمہ:) ''نہ نظر ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھیO''

کلیم اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں:

''وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰیO'' (طٰہٰ:۸۴)

(ترجمہ:) ''اے میرے رب! میں نے تیرے پاس حاضر ہونے میں جلدی کی تا کہ تُو راضی ہو جائےO''

اور حبیب کی رضا' ربِ تعالیٰ چاہتا ہے:

''فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا'' ۔ (البقرہ:۱۴۴)

(ترجمہ:) ''ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ راضی ہوں گے''۔

''وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰیO'' (الضحیٰ:۵)

(ترجمہ:) ''اور بے شک آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گےO''

''وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰیO'' (طٰہٰ:۱۳۰)

(ترجمہ:) ''رات کے کچھ اوقات اور دن کے کناروں میں تسبیح کیجئے تا کہ آپ راضی رہیںO''

کلیم نے اپنے اور اپنی قوم کے لیے دعا کی:

''وَاكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ'' ۔ (الاعراف:۱۵۶)

(ترجمہ:) ''ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں''۔

حبیب کی اُمت کے متعلق فرمایا:

''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ O اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَ الْاِنْجِیْلِ'' ۔ (الاعراف:۱۵۷-۱۵۶)

(ترجمہ:) ''فرمایا: عنقریب میں اس (بھلائی) کو ان لوگوں کے حق میں لکھ دوں گا جو متقی ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں''۔

دیکھئے! مانگا حضرت کلیم نے اور ملا آپ کے غلاموں کو' معلوم ہوا کہ زمانہ کسی نبی کا ہو' کسی رسول کا ہو' سکہ چلتا تھا تو مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلتا تھا اور ڈنکا بجتا تھا تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بجتا تھا۔

انبیاء سابقین علیہم السلام کے معجزات پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی افضلیت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلامِ الٰہی لینے کے لیے طور پر جانا پڑا اور آپ کو کلامِ الٰہی کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا' آپ جہاں ہوتے کلامِ الٰہی وہیں نازل ہو جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ انہوں نے زمین پر لاٹھی ماری تو پانی نکل آیا' لیکن زمین میں عادۃً پانی ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توجہ فرمائی تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبل پڑے اور جہاں عادۃً پانی نہیں ہوتا' وہاں سے پانی نکل آیا۔

حضرت سیّدنا داوٗد سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى''۔ (ص:۲۶)

(ترجمہ:) ''اور آپ اپنی خواہش کی پیروی نہ کریں''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO''(النجم:۳)

(ترجمہ:) ''وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتےO''

سبحان اللہ! آپ وہ ہیں کہ جن کی اللہ عزوجل کی رضا کے مقابلہ میں اپنی کوئی خواہش نہیں۔

حضرت سیّدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے تخت پر بیٹھ کر ہوا میں اُڑتے تھے اور صبح کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے اور شام کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے:

''وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ''۔ (سبا:۱۲)

(ترجمہ:) ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' اس کی صبح کی رفتار ایک مہینہ کی راہ تھی اور شام کی رفتار ایک مہینہ کی راہ تھی''۔

ہوا مسخر سہی لیکن حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جس جگہ کا قصد کرتے تو انہیں وہاں جانا پڑتا تھا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہیں جانا نہیں پڑتا تھا' آپ جس جگہ کا قصد کرتے وہ جگہ وہیں آ جاتی تھی' معراج سے واپسی کے بعد جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے تو بیت المقدس کو آپ کے سامنے دارِ ارقم میں لا کر رکھ دیا گیا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۳۰)

Marfat.com

نیز آپ نے فرمایا:

''ان اللّٰہ زوی لی الارض حتی رایت مشارقھا ومغاربھا'' ۔ (صحیح مسلم جلد۲ صفحہ۳۹۰)

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا ہے اور میں نے زمین کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا''۔

اسی طرح حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام نے دعا مانگی:

''رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا کَذَّبُوْنِ O'' (المؤمنون:۲۶)

(ترجمہ:) ''اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا O''

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلا طلب فرمایا:

''وَ یَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا O'' (الفتح:۳)

(ترجمہ:) ''اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے گا O''

حضرت سیّدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے کافروں کی ہلاکت کی دعا کی:

''رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا O'' (نوح:۲۶)

(ترجمہ:) ''اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ O''

اور آپ سے فرمایا:

''وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ ط'' ۔ (الانفال:۳۳)

(ترجمہ:) ''اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے''۔

(تبیان القرآن جلد۱ صفحہ۹۶۷ تا ۹۶۳، فرید بک سٹال، لاہور)

دلیل نمبر ۹: حضور نبی معظم، رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضل الرسل اور سیّد الانبیاء ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے محاسن، محامد، کمالات، معجزات، اوصافِ جمیلہ اور اخلاقِ عالیہ کا جامع بنا دیا ہے۔ وہ تمام کمالات جو سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذواتِ قدسیہ میں فرداً فرداً اور منتشر تھے، اللہ رب العزت نے ان تمام معجزات کو علیٰ وجہ الاکمل والاتم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ارفع میں جمع فرما دیا۔ اس پر تفصیلی دلائل تو انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئیں گے۔ سردست قرآن مجید، فرقانِ حمید کی ایک دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

''اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ط'' ۔ (الانعام:۹۰)

(ترجمہ:) ''یہ (گروہِ انبیاء علیہم السلام) ہیں جن کو اللہ نے (کمالات کی ہدایت) عطا فرمائی ہے، پس (اے

Marfat.com

محبوب!) تم انہی کی راہ پر چلو (یعنی ان کے جملہ کمالات اپنی ذات میں جمع کرلو)''۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''احتج العلماء بهذه الآيه على ان رسولنا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل من جميع الانبياء عليهم السلام انه تعالىٰ لما ذكر الكل امر محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان يجمع من خصال العبوديه والطاعة كل الصفات التى كانت مفرقة فيهم باجمعهم'' . (التفسیر الکبیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۰، دار الفکر، بیروت)

(ترجمہ:) ''علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ آیت مذکورہ میں اللہ رب العزت نے دیگر جلیل القدر انبیاء اور رسولوں کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر فرمایا اور آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ ان کی ذواتِ قدسیہ میں جو اوصاف' کمالات فرداً فرداً ہیں' ان کو اپنی ذات میں جمع فرمالیں''۔

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''انه يتعين ان الاقتداء المامور به ليس الا فى الاخلاق الفاضله والصفات الكاملة' كالحلم والصبر والزهد وكثرة الشكر والتضرع ونحوها' ويكون فى الآية دليل علىٰ انه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل منهم قطعًا لتضمنها' ان الله تعالىٰ هدى اولئك الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام الىٰ فضائل الاخلاق وصفات الكمال وحيث امر رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان يقتدى بهداهم جميعا امتنع للعصمة ان يقال: انه لم يتمثل' فلا بد ان يقال: انه عليه الصلوٰة والسلام قد امتثل واتى بجميع ذالك' وجعل تلك الاخلاق الفاضله التى فى جميعهم' فاجتمع فيه من خصال اكمال ما كان متفرقًا فيهم وحينئذ يكون افضل من جميعهم قطعا' كما انه افضل من كل واحد منهم'' .

(روح المعانی جزء ۷ صفحہ ۲۱۷)

(ترجمہ:) ''یہ بات متعین ہے کہ جس اقتداء کا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا ہے وہ اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ کاملہ کی اقتداء جیسے حلم' صبر' زہد' کثرتِ شکر' گریہ زاری وغیرہ اور اس آیت میں دلیل ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام قطعی طور پر تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو صفات اور فضائل انبیاء اور رسولوں کو عطا فرمائے ہیں' ان کے حصول کا آپ کو حکم فرمایا' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے پیش نظر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے ان کے فضائل کو حاصل نہیں کیا بلکہ یہ ماننا ضروری ہے کہ آپ نے وہ خصائص اور کمالات جو دیگر انبیاء و رسل میں جدا جدا تھے' ان سب کو اپنی سیرت و کردار کا حصہ بنالیا' اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح ہر نبی سے افضل ہوئے' اسی طرح تمام انبیاء و رسل سے ان کے اجتماعی کمالات کے اعتبار سے افضل

Marfat.com

قرار پائے''۔

دلیل نمبر ۱۰: اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کثیر تعداد میں ایسے معجزات' کمالات' اخلاق اور اوصاف سے بہرہ مند فرمایا جو صرف حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور انفرادیت ہے' محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اللہ جل مجدہ نے وہ کمالات کسی کو عطا فرمائے اور نہ محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو عطا فرمائے گا۔

اس کی چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں!

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب معظم' رسولِ مکرم نبی موقر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرانور پر تاج ختم نبوت و رسالت سجا دیا اور اپنے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت و رسالت کا دروازہ بند فرما دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا O'' (الاحزاب:۴۰)

(ترجمہ:) ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ (جل مجدہ) کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O''

نیز سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حسی اور مشاہد معجزات دیئے اور وہ معجزات وقت کے ساتھ ختم ہو گئے لیکن اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید' فرقانِ حمید کی صورت میں عقلی' معنوی اور تا قیامت باقی رہنے والا معجزہ عطا فرمایا' جس کی ہر آیت کئی جہات سے خود مستقل معجزہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

''اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ''۔ (العنکبوت:۵۱)

(ترجمہ:) ''کیا ان کے لیے یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے محبوب تمہارے اوپر قرآن نازل فرمایا جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے''۔

نیز ارشاد فرمایا:

''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون''۔ (الحجر:۹)

(ترجمہ:) ''بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں O''

ایک مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

''لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه''۔ (فصلت:۴۲)

(ترجمہ:) ''باطل نہ اس قرآن کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے''۔

اسی طرح حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعجازی کمالات اور انفرادی معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ اور کمال سفر معراج ہے' جس میں رات کے ایک قلیل لمحہ میں اللہ رب العزت نے مکہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے سماوی کائنات اور پھر سدرۃ

Marfat.com

المنتہیٰ سے قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام ارفع و اعلیٰ تک جہاں نہ کسی مقرب فرشتہ کی رسائی ہے اور نہ ہی کسی ذی وجاہت رسول و نبی کی' فائز فرمایا۔ اسی رات میں آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا امام و مقتدا اور انبیاء علیہم السلام کو آپ کا مقتدی بنایا' اور قول راجح و مذہب مختار کے مطابق اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رؤیت سے بھی شاد کام فرمایا۔ ارشادِ رب العالمین ہے:

''سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ O'' (بنی اسرائیل:۱)

(ترجمہ:) ''ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ (خاص) کو رات کے ایک قلیل وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کروائی جس کے اردگرد کو ہم نے برکتیں دی ہیں تا کہ ہم اس (عبد مکرم) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں' بے شک وہی بہت سننے والا' بہت دیکھنے والا ہے O''

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی O مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی O وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی O اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی O عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی O ذُوْ مِرَّۃٍ ط فَاسْتَوٰی O وَ ھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی O ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی O فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی O فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی O مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی O اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی O وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی O عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی O عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی O اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی O مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی O لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی O'' ۔ (النجم:۱۸۔۱)

(ترجمہ:) ''روشن ستارے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قسم! جب وہ زمین کی طرف اُترا O تمہارے آقا نے نہ کبھی سیدھا راستہ گم کیا اور نہ (کبھی) راہِ راست کے بغیر چلے' وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے' سخت قوتوں والے نے ان کو علم دیا ہے' بہت زبردست نے' پھر اللہ نے استواء فرمایا' اس وقت وہ آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر تھے' پھر وہ زیادہ قریب ہوا' پھر زیادہ قریب ہوا تو وہ دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ' پھر اللہ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی' دل نے اس کی تکذیب نہ کی جو محبوب نے آنکھوں سے دیکھا' کیا تم اس پر جھگڑ رہے ہو جو انہوں نے دیکھا' بے شک انہوں نے ضرور اسے دوسری بار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک' اس کے پاس جنت الماوٰی ہے' جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا' (محبوب کی) نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی' بے شک (محبوب مکرم نے) اپنے رب (عزوجل) کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا''۔

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما فی قولہ تعالٰی (ولقد راہ نزلۃ اخری' عند سدرۃ المنتھٰی) قال ابن عباس: قد رآہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''۔

(سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: سورۃ النجم' رقم الحدیث: ۳۲۸۰' دار المعرفۃ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما' اللہ رب العزت کے اس فرمان (ولقد رآہ نزلۃ اخری) کے متعلق فرماتے ہیں کہ تحقیق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے''۔

''عن الشعبی قال: لقی ابن عباس کعبا بعرفۃ: کبر حتی جاوبتہ الجبال' قال ابن عباس: انا بنو ھاشم' فقال کعب: ان اللّٰہ قسم رؤیتہ و کلامہ بین سیّدنا محمد وسیّدنا موسٰی (علیھما الصلوٰۃ والسلام) فکلم موسٰی مرتین' ورآہ محمد مرتین'' ۔

(سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: سورۃ النجم' رقم الحدیث: ۳۲۷۸' دار المعرفۃ' بیروت)

(ترجمہ:) ''شعبی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما' حضرت کعب سے عرفہ میں ملے اور انہوں نے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے تکبر کہی' یہاں تک کہ پہاڑ گونج اُٹھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہم بنو ہاشم ہیں' تو حضرت کعب نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور کلام کو حضرت محمد اور حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان تقسیم فرما دیا' پس اللہ تعالیٰ نے دو بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار اللہ تعالیٰ کو دیکھا''۔

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قال: اتعجبون ان تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسٰی والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ۔ (المستدرک جلد ا صفحہ ۶۵)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: کیا تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہو' کلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اور دیدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہو''۔

امام حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما' انہ کان یقول: ان محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رأی ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفؤادہ '' ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال صحیح) (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۴۸)"

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربِ عزوجل کو دو مرتبہ دیکھا ہے' ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے'' (اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے)۔

اور اصول میں یہ بات محقق ہے کہ صحابی اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے جو غیر مدرک بالعقل ہو تو وہ بات حکماً مرفوع ہوتی ہے اور اللہ رب العزت کے دیدار کا معاملہ ایسا معاملہ ہے جس میں عقل کو دخل نہیں' تو یقیناً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر فرمائی ہے۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئے گی۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم اور اپنی اُمت کے لیے مجسم رحمت اور سراپا کرم بن کر آئے لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف قومِ عرب کے لیے نہیں بلکہ جمیع عالمین اور موجودات کے ہر فرد کے لیے سراپا کرم، مجسم رحمت اور ظل فضل بن کر آئے، یعنی رحمت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عموم وشمول مخلوقات کے ہر ہر فرد کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O'' (الانبیاء:۱۰۷)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے O''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط'' . (الاعراف:۱۵۶)

(ترجمہ:) ''اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے''۔

علامہ اسماعیل نبہانی نے اپنی کتاب جواہر البحار جلد ا' میں بعض عارفین کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ''ورحمتی'' سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ (جواہر البحار جلد ا)

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عند اللہ افضلیت' اکرمیت اور اعظمیت پر ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت عظمیٰ و کبریٰ کا منصب عطا فرمایا ہے۔ قیامت کے اندوہ ناک اور ہولناک' غم انگیز دن میں جبکہ سورج سوا میل کی بلندی پر ہوگا' لوگ پسینہ سے شرابور ہوں گے' زبانیں سوکھ کر کانٹے کی مثل ہو جائیں گی' غضب الٰہی ایسا ظاہر ہوگا کہ کسی کو یارائے تکلم نہیں ہوگا' یہاں تک کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی نفسی نفسی کریں گے' اس دن میں جبکہ کسی کو لب کشائی کی اجازت نہیں ہوگی' سب بصامت و ساکت ہوں گے' اللہ جل مجدہ پورے مجمع محشر جس میں اوّلین و آخرین' جن و انس و ملائک ہوں گے' ان پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت اور علو ظاہر فرمائے گا' آپ کو اذنِ شفاعت عطا فرمائے گا اور آپ کی شفاعت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا O'' (الاسراء:۷۹)

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا O''

مقامِ محمود کی مختلف تشریحات و تاویلات ہیں' ایک حدیث میں مقامِ محمود' اذنِ شفاعت کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری' امام ترمذی اور امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

''عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه' قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قوله تعالیٰ (عسیٰ ان يبعثك ربك مقامًا محمودًا) سئل عنها قال: هی الشفاعة''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' باب: قولہ (عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا) رقم الحدیث: ۴۷۱۸' دار الکتاب العربی) (سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: من سورۃ بنی اسرائیل' رقم الحدیث: ۳۱۳۷' دار المعرفۃ' بیروت) (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۶۳۷' رقم الحدیث: ۹۹۳۵' الدر المنثور جلد ۸ صفحہ ۵۴۳' تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۹)

(ترجمہ:) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت (عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا) کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ مقامِ شفاعت ہے''۔

شفاعت کی مفصل حدیث ملاحظہ فرمائیں!

امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا اور دستی اُٹھا کر دی گئی اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دستی کا گوشت پسند تھا' آپ نے اسے دانت مبارک سے چبایا' پھر فرمایا: بے شک میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور تم جانتے ہو کہ یہ کیسے ہوگا؟ اللہ جل مجدہ تمام اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں اکٹھا فرمائے گا۔ جس میں منادی کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب دکھائی دیں گے اور سورج قریب ہوگا' پس لوگوں کو ایسا غم اور ایسی تکلیف لاحق ہوگی جس کی ان میں طاقت اور برداشت نہیں ہوگی' پس لوگ کہیں گے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہیں کتنی تکلیف پہنچ چکی ہے' کیا تم نہیں سوچتے کہ ہم کسی کو تلاشِ کریں جو تمہارے رب کے حضور تمہاری شفاعت کرے' تو کچھ لوگ دوسروں سے کہیں گے کہ تم آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو۔ پس وہ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ ابو البشر ہیں' اللہ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا ہے اور آپ میں اپنی طرف سے خاص روح پھونکی ہے اور ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں' آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے شفاعت کریں' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہمیں کتنی تکلیف پہنچی ہے؟ تو آدم علیہ السلام فرمائیں گے: بے شک میرا رب آج اتنے غضب اور جلال میں ہے کہ پہلے کبھی اتنا غضب فرمایا اور نہ آئندہ اتنا غضب فرمائے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت کے کھانے سے منع فرمایا تھا لیکن مجھ سے (بظاہر) خطا ہوگئی' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے نوح! آپ زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اور اللہ نے آپ کا نام عبد شکور (بہت زیادہ شکر کرنے والا بندہ) رکھا ہے' آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ پس وہ فرمائیں گے: آج میرے رب نے ایسا غضب ظاہر فرمایا کہ اس کی مثل غضب نہ پہلے ظاہر فرمایا اور

Marfat.com

نہ آئندہ ظاہر فرمائے گا اور بے شک میرے لیے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' میرے علاوہ تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ اللہ کے نبی اور اہل ارض میں اللہ ذوالمجد والعلیٰ کے خلیل ہیں' آپ ہمارے لیے اپنے رب کے حضور شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ تو آپ فرمائیں گے: بے شک میرے ربِ عزوجل نے آج ایسا غضب فرمایا کہ اس جیسا نہ پہلے کبھی غضب فرمایا اور نہ اِس جیسا آئندہ غضب فرمائے گا' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ لوگوں پر فضیلت بخشی ہے' آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ تو وہ فرمائیں گے: بے شک میرے ربِ عزوجل نے آج ایسا جلال ظاہر فرمایا ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا جلال ظاہر فرمایا اور نہ آئندہ کبھی ایسا جلال ظاہر فرمائے گا اور بے شک میں نے ایک جان کو قتل کیا تھا جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم میں القاء فرمایا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور آپ نے بچپن میں پنگھوڑے میں لوگوں سے کلام فرمایا' ہمارے لیے شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: بے شک میرے رب نے آج ایسا غضب فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضب ظاہر فرمایا اور نہ آئندہ کبھی ایسا غضب ظاہر فرمائے گا' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں' تمام نبیوں کے آخری ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت فرما دی ہے' آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ (حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) کہ میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ ریز ہوں گا' پھر اللہ جل مجدہ مجھ پر حمد اور حسن ثناء کے راز کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی ایک پر بھی اس نے نہ کھولے ہوں گے' پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اُٹھایئے! آپ مانگئے آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' پس میں اپنا سر اُٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب! میری اُمت! اے میرے رب! میری اُمت! پھر کہا جائے گا:

Marfat.com

اے محمد! تمہاری اُمت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کرو' آخر حدیث تک''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' باب: ذریۃ من حملنا مع نوح انہ کان عبداً شکوراً' رقم الحدیث: ۴۷۱۲' وفی کتاب: احادیث الانبیاء' باب: قول اللہ تعالیٰ: ولقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومہٖ' رقم الحدیث: ۳۳۴۰' دارالکتب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: ادنیٰ اھل الجنۃ منزلۃ فیھا' رقم الحدیث: ۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: الزھد' باب: ما جآء فی الشفاعۃ' رقم الحدیث: ۲۴۳۴' دارالمعرفۃ' بیروت) (سنن ابن ماجہ (عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کتاب: الزھد' باب: ذکر الشفاعۃ' رقم الحدیث: ۴۳۱۲' دارالسلام' ریاض) (السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۸۷' مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۶۲۳' رقم الحدیث: ۹۸۷۳' صحیح ابن حبان: ۶۴۴۵)

حضور نبی مکرم' رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنداللہ افضلیت اور اکرمیت پر واضح دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی اُمت کو خیر اُمم اور افضل اُمم قرار دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط''۔

(آل عمران: ۱۱۰)

(ترجمہ:) ''تم بہتر ہو ان سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں' بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

اور اس اُمت کا خیر الامم اور افضل الامم ہونا حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا افضل الانبیاء اور خیر الانبیاء ہونے کو مستلزم ہے' اس لیے کہ اگر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الانبیاء والمرسلین نہ ہوتے تو اس اُمت کو یہ شرف و فضل نہ عطا فرمایا جاتا۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے اس اُمت کو اُمم سابقہ کے خلاف گواہ بنایا لیکن اُمم سابقہ کو اس اُمت کے خلاف گواہ نہیں بنایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

''وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا ط''۔

(البقرہ: ۱۴۳)

(ترجمہ:) ''اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ''۔

اس کی وضاحت اس حدیث پاک میں ہے:

''عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یدعیٰ نوح یوم القیامۃ۔ فیقول: لبیک وسعدیک یا رب' فیقول: ھل بلغت؟ فیقول: نعم' فیقال لامتہ: ھل

Marfat.com

بلغکم؟ فیقولون: ما اتانا من نذیر' فیقول: من یشهد لك؟ فیقول: محمد وامته فیشهدون انه قد بلغ (ویکون الرسول علیکم شهیدا) . فذلك قوله تعالیٰ (وکذلك جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا)" .

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' باب: قولہ تعالیٰ: وکذلک جعلنکم امۃ وسطا' رقم الحدیث: ۴۴۸۷' دارالکتاب العربی' بیروت' وفی کتاب: احادیث الانبیاء' باب: قول اللہ عزوجل: ولقد ارسلنا نوحا الیٰ قومہ (ھود: ۲۵) رقم الحدیث: ۳۳۳۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: سورۃ البقرۃ' رقم الحدیث: ۲۹۶۱' دارالمعرفہ' بیروت) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الزہد' باب: صفۃ امۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۴۲۸۴' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد' رقم الحدیث: ۱۱۵۸۷)

(ترجمہ:) "حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا جائے گا تو اللہ جل مجدہ فرمائے گا: اے نوح! وہ عرض کریں گے: اے رب! میں حاضر ہوں' وہ فرمائے گا: کیا آپ نے اُمت کو تبلیغ کر دی؟ تو حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے: جی ہاں! پس ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ کیا نوح (علیہ السلام) نے تمہیں تبلیغ کر دی ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ جل مجدہ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ تو وہ عرض کریں گے: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کی اُمت' پس وہ گواہی دیں گے کہ بے شک حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ فرما دی ہے' تو یہی اللہ رب العزت کے اس فرمان کا مطلب ہے: (وکذلك جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا)"۔

اس اُمت کے منصب شہادت پر فائز ہونے پر یہ حدیث بھی واضح دلیل ہے:

"عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالیٰ عنه' قال: مروا بجنازة فاثنوا علیها خیرا' فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وجبت ثم مروا باخری فاثنوا علیها شرا' فقال: وجبت . فقال عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: ما وجبت؟ قال: هذا اثنیتم علیه خیرا' فوجبت له الجنة' وهذا اثنیتم علیه شرا' فوجبت له النار' انتم شهدآء اللّٰه فی الارض" .

(صحیح بخاری' کتاب: الجنائز' باب: ثناء الناس علی المیت' رقم الحدیث: ۱۳۶۷' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الجنائز' باب: فیمن یثنی علیہ خیرا او شرا من الموتیٰ' رقم الحدیث: ۲۲۰۰' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۳۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۹۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۵۱۰)

(ترجمہ:) "حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جنازہ لے کر گزرے تو انہوں نے اس پر خیر کے کلمات کہے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس پر واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ لے کر گزرے تو

Marfat.com

صحابہ کرام نے اس کا ذکر بُرائی سے کیا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس پر واجب ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: کیا چیز واجب ہوگئی؟ فرمایا: جس کی تم نے بھلائی کے ساتھ تعریف کی اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے بُرائی کے ساتھ تعریف کی اس پر جہنم واجب ہوگئی' تم زمین پر اللہ عزوجل کے گواہ ہو''۔

اسی طرح اس اُمت مرحومہ کی ایک کرامت' شرف اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اُمم سابقہ میں سے کسی اُمت کو ''یـایھا الذین امنوا'' کے معزز مؤقر اور مکرم خطاب سے مخاطب نہیں فرمایا' لیکن اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو کئی مقامات پر ''یایھا الذین امنوا'' کے ساتھ مخاطب فرمایا' سابقہ اُمتوں کے ساتھ اندازِ تخاطب یہ ہے:

''یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ''۔ (البقرہ:۴۰)

(ترجمہ:) ''اے بنی اسرائیل! تم یاد کرو میری وہ نعمت جو میں نے تمہارے اوپر فرمائی''۔

لیکن محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے لیے اندازِ نداء اور تخاطب یہ ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَاتَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا''۔ (البقرہ:۱۰۴)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! تم راعنا مت کہو بلکہ عرض کرو کہ ہم پر نظر (کرم) فرمائیں''۔

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ''۔ (البقرہ:۱۵۳)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! تم نماز اور صبر سے مدد طلب کرو''۔

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ''۔ (البقرہ:۱۸۳)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں''۔

اور خطاب کا یہ تفاوت اور فرق اس اُمت کے اُمم ماضیہ سے ممیز' ممتاز اور منفرد ہونے پر دلیل واضح ہے اور اس اُمت کا یہ شرف صرف حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہے۔ اسی طرح سابقہ اُمتوں کے متعلق اللہ رب العزت کی سنت مستمرہ یہ تھی کہ جب اس اُمت کا نبی مسلسل اور پیہم اپنی اُمت کو دعوتِ توحید اور دعوتِ رسالت کے دلائل دیتا اور قوم اس دعوت کا انکار اور اس کی تکذیب کرتی تو مسلسل تنبیہات کے باوجود اگر وہ قوم اپنی روش' رویہ اور طریقہ کو تبدیل نہ کرتی تو اس قوم کو عذابِ استیصال اور عذاب کُلی کے ساتھ صفحۂ ہستی سے ہی نیست و نابود کر دیا جاتا۔ یہ اللہ رب العزت کی وہ سنت ہے جس کو قرآن مجید کے بیشتر مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ کَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ ۝''(ھود:۱۰۲)

(ترجمہ:) ''اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر' بے شک اس کی پکڑ دردناک کڑی ہے ۝''

Marfat.com

حضرت سیّدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم نے جب آپ کی دعوت کا انکار کیا اور اس انکار و تکذیب اور تضحیک و توہین پر تقریباً ۱۰۰۰ سال مُصر رہے تو اللہ رب العزت نے پانی کے عذاب سے اس قوم کو غرق فرما دیا۔ ارشادِ رب العالمین ہے:

''فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ O'' (الاعراف:۶۴)

(ترجمہ:) ''پس انہوں نے نوح کی تکذیب کی تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور اپنی آیات جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا' بے شک وہ اندھی قوم تھی O''

حضرت ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی قوم کے متعلق اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ O''

(الاعراف:۷۲)

(ترجمہ:) ''پس ہم نے ھود اور ان کے ساتھ والوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے O''

حضرت سیّدنا صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے متعلق ارشاد فرمایا جب انہوں نے تکذیب کی اور احکاماتِ الٰہیہ کو پس پشت ڈالا:

''فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ O'' (الاعراف:۷۸)

(ترجمہ:) ''تو انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے O''

حضرت سیّدنا لوط' حضرت سیّدنا شعیب علیہما الصلوٰۃ والسلام اور فرعونیوں کے متعلق بھی اللہ رب العزت کی یہی سنت اور روش تھی' لیکن جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا تاج پہنا کر اور مجسم کرم بنا کر بھیجا تو اس اُمت خواہ وہ اُمتِ دعوت ہو یا اُمتِ اجابت پر سے عذابِ کُلّی اور عذابِ استیصال اُٹھا لیا۔ یہاں تک کہ کفارِ مکہ خود اللہ رب العزت سے عذاب طلب کرتے رہے:

''وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O'' (الانفال:۳۲)

(ترجمہ:) ''اور جب (کفار) بولے کہ اے اللہ! اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا' یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا O''

اللہ رب العزت نے جواباً ارشاد فرمایا:

''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ'' ۔ (الانفال:۳۳)

(ترجمہ:) ''اور اللہ کا یہ کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو''۔

یعنی اللہ رب العزت کی غیرت اور محبت نے گوارا نہ کیا کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بھی بنا کر بھیجو اور ان پر عذابِ استیصال بھی نازل کروں۔ سو سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آنے کے بعد قوموں سے عذاب ہٹتا نہیں تھا اور اس محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کے بعد عذاب آتا نہیں ہے۔

اس اُمت کا عند اللہ ایک شرف اور فضل یہ ہے کہ سابقہ اُمتوں کے لیے مالِ غنیمت حرام تھا لیکن اللہ رب العزت نے اس اُمت کے لیے مالِ غنیمت کو حلال ٹھہرا دیا۔ اسی طرح سابقہ اُمتوں کے لیے تیمّم کی اجازت نہیں تھی لیکن اللہ رب العزت نے اس اُمت مرحومہ کو تیمّم کی اجازت و رخصت عطا فرمائی' سابقہ اُمتوں کے لیے نماز کی ایک متعین اور مخصوص جگہ تھی' اس کے علاوہ وہ کسی جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو سہولت عطا فرمائی کہ آپ کی اُمت کے لیے تمام روئے زمین مسجد بنا دی' پس جس کو جس جگہ نماز پڑھنے کا موقع ملے وہ اسی جگہ پر نماز پڑھ لے۔ اس کی وضاحت اس حدیث میں ہے:

''عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: اعطیت خمسا لم یعطھن احد قبلی: نصرت بالرعب مسیرۃ شھر' وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل واحلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ وکان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یبعث الٰی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التیمم' باب: التیمم' رقم الحدیث:۳۳۵) (صحیح مسلم' کتاب: المساجد' رقم الحدیث:۱۱۶۳' دار الکتاب العربی' بیروت) (سنن النسائی رقم الحدیث:۴۳۲' دار الفکر) (مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۴۰۲' سنن دارمی:۱۳۸۹' صحیح ابن حبان:۶۳۹۸' سنن بیہقی جلد۱ صفحہ۲۱۲' دلائل النبوۃ جلد۵ صفحہ۴۷۲' شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۶۱۶' مسند احمد رقم الحدیث:۱۴۲۶۴' جامع المسانید رقم الحدیث:۹۲۴)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں دی گئیں (یہاں حصر مقصود نہیں) میری ایسے رعب سے مدد کی گئی ہے جو ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہوتا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے' پس میری اُمت میں سے جو شخص بھی جس جگہ نماز کا وقت پا لے وہ وہیں نماز پڑھ سکتا ہے اور میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور پہلے نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے''۔

اُمم ماضیہ کے لیے قربانی اور مالِ غنیمت کا حکم یہ تھا کہ وہ اسے خود استعمال نہیں کر سکتے تھے بلکہ اگر وہ قربانی اور جہاد اللہ

Marfat.com

رب العزت کی بارگاہ میں مقبول ہوتا تو ایک آسمانی آگ آ کر اس مال کو جلا کر راکھ بنا دیتی اور اگر وہ قبول نہ ہوتا تو آگ نہ آتی۔ اس سے دو باتیں لازم آئیں' ایک تو یہ کہ وہ مال قابلِ استعمال نہ ہوتا' دوسرا یہ کہ اگر مالِ غنیمت اور قربانی قبول نہ ہوتی تو برسرِ عام تضحیک اور رسوائی ہوتی۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ معظم' حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو ان دونوں نقصانات سے بچا لیا' مال بھی قابل استعمال رہا اور یہ اُمت محبوب کے صدقے تضحیک' رسوائی اور ذلت سے بھی محفوظ رہی کہ اگر کسی کی قربانی قبول نہ بھی ہو' تب بھی اس کی پردہ دری اور ستر پوشی ہوتی ہے۔ سابقہ اُمتوں کے مالِ غنیمت کے متعلق یہ حدیث ایمان افروز ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم متفقاً روایت کرتے ہیں:

''حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک نبی علیہ السلام نے جہاد کیا.....الیٰ.....تو وہ اس بستی میں عصر کے قریب پہنچے' انہوں نے سورج سے فرمایا کہ تُو بھی حکم کا پابند ہے اور میں بھی حکم کا پابند ہوں' اے اللہ! اس سورج کو ہمارے لیے روک دے' پس سورج روک دیا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی' انہوں نے غنائم کو جمع فرمایا تاکہ آگ اسے آ کر کھائے' پس آگ تو آئی پر اس نے مالِ غنیمت کو نہ کھایا' انہوں نے فرمایا: بے شک تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے' تو ہر قبیلہ کا ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے' تو ایک قبیلہ کے آدمی کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ انہوں نے فرمایا: تمہارے اندر خیانت موجود ہے' پس تمہارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے گا' تو اس قبیلہ کے دو یا تین افراد کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ اس نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم نے خیانت کی ہے' تو وہ گائے کے سر کے برابر سونا اُٹھا کر لے آئے اور انہوں نے رکھ دیا۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ

''فجاء ت النار فاکلتها' ثم احل الله لنا الغنائم' رأی ضعفنا وعجزنا فاحلها لنا''۔

(ترجمہ:) ''پس آگ آئی اور اس نے وہ مالِ غنیمت کھا لیا' پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مالِ غنیمت کو حلال فرما دیا کہ وہ میری اُمت کی کمزوری اور عجز کو جانتا ہے''۔

(صحیح بخاری' کتاب: فرض الخمس' باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: احلت لنا الغنائم' رقم الحدیث: ۳۱۲۴' دار الکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الجہاد والسیر' باب: تحلیل الغنائم لهذه الامة خاصة' رقم الحدیث: ۴۵۵۵' دار الکتب العربی' بیروت) (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۴۸۰۸' سنن بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۹۰' شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۷۱۹' سنن کبریٰ رقم الحدیث: ۸۸۷۸' المستدرک جلد ۲ صفحہ ۱۳۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۲۳۸)

اس اُمت کے لیے مالِ غنیمت کی حلت و اباحت کو قرآن مجید میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

''فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا''۔ (الانفال: ۶۹)

(ترجمہ:) ''پس تم مالِ غنیمت میں سے کھاؤ (تمہارے لیے) حلال اور پاکیزہ ہے''۔

Marfat.com

اس اُمت مرحومہ کی ایک خصوصیت' شرف' کرامت اور بزرگی یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے جتنی وسعت و کثرت اس اُمت کو عطا فرمائی ہے' اتنی کثرت اور فراوانی کسی اور اُمت کو نہیں عطا فرمائی بلکہ اُمم سابقہ کے تمام افراد اپنے مجموعہ کے ساتھ اس اُمت کی کثرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور یقیناً اس اُمت کا کثیر و وافر ہونا اس اُمت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت اور اکرمیت پر دلیل ساطع ہے۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما' قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرضت علی الامم' فاجد النبی یمر معہ الامۃ' والنبی یمر معہ النفر' والنبی یمر معہ العشرۃ' والنبی یمر معہ الخمسۃ' والنبی یمر وحدہ' فنظرت فاذا سواد کثیر' قلت: یا جبریل' ھؤلاء امتی؟ قال: لا' ولکن انظر الی الافق' فنظرت فاذا سواد کثیر' قال: ھؤلاء امتک' وھؤلاء سبعون الفا قدامھم لا حساب علیھم ولا عذاب''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الرقاق' باب: یدخل الجنۃ الفا بغیر حساب' رقم الحدیث:۶۱۷۵' وفی کتاب: الطب' باب: من اکتوی اوکوی غیرہ' رقم الحدیث:۵۳۷۸) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب' رقم الحدیث:۲۱۶) (سنن الترمذی' کتاب: صفۃ القیامۃ' باب:۱۶' رقم الحدیث:۲۴۴۶) (سنن النسائی کبریٰ رقم الحدیث:۷۶۰۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۰۸۴' المستدرک رقم الحدیث:۸۷۲۱' سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۸۰۸' سنن بیہقی جلد۱۰ صفحہ۱۳۹' مسند البزار رقم الحدیث:۱۴۴۱' مسند احمد رقم الحدیث:۲۴۴۸' مسند ابویعلی رقم الحدیث:۵۳۴۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۶۰۵' مجمع الزائد جلد۹ صفحہ۳۰۴)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر اُمتیں پیش کی گئیں' پس ایک نبی گزرنے لگا اور اس کے ساتھ ایک اُمت تھی' ایک نبی ایسا گزرا کہ جس کے ساتھ چند افراد تھے' ایک نبی کے ساتھ دس آدمی' ایک نبی کے ساتھ پانچ آدمی' ایک نبی صرف تنہا' میں نے نظر دوڑائی تو ایک بڑی جماعت نظر آئی' میں نے پوچھا: اے جبریل! کیا یہ میری اُمت ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ نہیں! بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُفق کی جانب توجہ فرمائیں' میں نے دیکھا تو وہ بہت ہی بڑی جماعت تھی۔ کہا: یہ آپ کی اُمت ہے اور یہ جو ستر ہزار ان کے آگے ہیں ان کا نہ حساب ہے اور نہ ان کو عذاب''۔

(۲) ''عن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ' قال: کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قبۃ' فقال: اترضون ان تکونوا ثلث اھل الجنۃ' قلنا نعم' قال: والذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیدہ' انی لارجو ان تکونوا نصف اھل الجنۃ''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الرقاق' باب: کیف الحشر' رقم الحدیث:۶۱۶۳) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: کون ھذہ الامۃ نصف اھل الجنۃ' رقم الحدیث:۲۲۱) (سنن الترمذی' کتاب: صفۃ الجنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب: ما جاء فی صف اھل الجنۃ' رقم الحدیث:۲۵۴۷) (سنن ابن ماجہ' کتاب:

Marfat.com

الزھد' باب: صفۃ امۃ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۴۲۸۳) (سنن النسائی الکبریٰ رقم الحدیث:۱۱۳۳۹' مسند احمد رقم الحدیث:۳۶۶۱' مسند البزار رقم الحدیث:۱۸۵۰)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک قبے میں تھے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے''۔

(۳) ''عن سلیمان بن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن ابیہ' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اھل الجنۃ عشرون ومائۃ صف' ثمانون منھا من ھذہ الامۃ واربعون من سائر الامم''۔

(سنن الترمذی' کتاب: صفۃ الجنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب: ماجاء فی کم صف اھل الجنۃ' رقم الحدیث:۲۵۴۶) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الزھد' باب: صفۃ امۃ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۴۲۸۹) (المستدرک رقم الحدیث:۲۷۳' سنن دارمی: ۲۸۳۵' صحیح ابن حبان:۷۴۵۹' مسند احمد:۲۲۹۹۰' مسند البزار:۱۹۹۹' مصنف ابن ابی شیبہ:۳۱۷۱۳' المعجم الصغیر:۸۲' مسند ابویعلی:۲۱۱' مجمع الزوائد جلد۱۰ صفحہ ۷۷)

(ترجمہ:) ''حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی' جن میں سے اسّی صفیں اس اُمت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی تمام اُمتوں کی ہوں گی''۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○'' (الکوثر:۱)

(ترجمہ:) ''بے شک اے محبوب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ○''

کثیر محققین مفسرین نے اس آیت کریمہ میں لفظ ''کوثر'' سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی کثرت مراد لی ہے۔

اس اُمت کی ایک فضیلت' خصوصیت اور امتیازی وصف یہ ہے کہ سابقہ اُمتوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے گناہوں کے ارادہ اور خیالات پر بھی مؤاخذہ ہے' لیکن محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس اُمت پر یہ کرم ہے کہ دلوں کے ارادہ اور خیالات پر مؤاخذہ نہیں اور اسی طرح اُمت کی خطاؤں اور بھول چوک پر بھی محاسبہ نہیں۔ حدیث میں ہے:

''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ان اللہ عزوجل تجاوز لامتی عما حدثت بہ انفسھا ما لم تعمل او تکلم بہ''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب' رقم الحدیث:۱۲۷) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الطلاق' باب: من طلق فی نفسہ ولم یتکلم بہ' رقم الحدیث:۲۰۴۰) (سنن نسائی الکبریٰ رقم الحدیث:۵۶۲۸' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۸۹۸' صحیح ابن حبان رقم

Marfat.com

الحدیث: ۴۳۳۵' مسند احمد رقم الحدیث:۷۴۶۴' مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳صفحہ ۸۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۳۸۹' شعب الایمان رقم الحدیث:۳۳۲)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے ان کے دلوں کی باتوں کو معاف فرمادیا ہے' جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے نہ کہے''۔

ایک اور حدیث میں ہے:

''عن ابی ذر الغفاری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ان اللہ تجاوز عن امتی الخطا والنسیان' وما استکرھوا علیہ''۔

(سنن ابن ماجہ' کتاب: الطلاق' باب: طلاق المکرہ والناسی' رقم الحدیث:۲۰۴۳) (صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۷۲۱۹' المستدرک رقم الحدیث:۲۸۰۱' السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث:۱۴۸۷۱' سنن دارقطنی رقم الحدیث:۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۲۰۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۱۴۱۷' شرح معانی الآثار جلد ۳صفحہ ۹۵' المعجم الصغیر رقم الحدیث:۷۶۶)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا' نسیان اور جبر واکراہ کو معاف فرمادیا ہے''۔

اس اُمت کا ایک فضل وشرف' اور خصوصیت وانفرادیت یہ ہے کہ اس اُمت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سابق وآخر بنایا ہے۔ سابق بایں معنی کہ یہ اُمت باقی اُمم سے مراتب' درجات' ارتقاء وعلو اور فضل وکمال میں سبقت لے جانے والی ہے' یا بایں معنی کہ قیامت کے دن دوسری اُمتیں انتظار میں ہوں گی اور اس اُمت کا سب سے پہلے حساب وکتاب کیا جائے گا اور اس وجہ سے بھی یہ اُمت سابق ہے کہ یہ اُمت باقی تمام اُمتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔ اس سابقیت میں بھی اللہ جل مجدہ کا جو فضل وکرم ہے اور اس اُمت کی جو افضلیت' اکملیت' علو اور رفعت ہے وہ کسی ذی شعور سے مخفی نہیں' اور یہ اُمت آخر بایں معنی ہے کہ زمانے کے اعتبار سے تمام اُمتوں کے بعد بظاہر ہوئی اور اس بعدیت اور آخریت میں بھی اللہ جل مجدہ کی اس اُمت پر عنایت وکرم ہے اور اس اُمت کی افضلیت ہے کیونکہ سابقہ اُمتوں مثلاً یہود ونصاریٰ کے قبائح وعیوب اور ان کی بدکرداریاں اس اُمت کو قرآن وحدیث کے ذریعے معلوم ہوگئیں اور جب تک قرآن وحدیث کو پڑھا جائے گا' تب تک ان کے عیوب اور قبائح بھی زبانِ زد عام رہیں گے' اس میں یقیناً ان کی فضیحت ورسوائی ہے' لیکن محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اللہ جل مجدہ نے اس اُمت مرحومہ کو بعدیت اور آخریت کے شرف وکمال سے مشرف فرمایا تاکہ اس اُمت کے عیوب' شنائع اور قبائح کی ستر پوشی رہے اور اس اُمت کے عیوب دوسری اُمتوں پر ظاہر نہ ہوں' سو اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو اس بڑی رسوائی اور فضیحت کبریٰ سے محفوظ ومصئون فرمادیا۔ چند احادیث اس مضمون پر ملاحظہ فرمائیں:

''عن عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ان اللہ عزوجل ادرک بی

الاجل المرحوم واختصر لی اختصارا' فنحن الآخرون ونحن السابقون یوم القیامة'' .

(سنن دارمی' باب:۸' ما اعطی النبی ﷺ من الفضل' رقم الحدیث:۵۴)

(ترجمہ:) ''حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو مرحوم قرار دیا اور اس کی عمر مختصر رکھی' سو ہم ہی آخری ہیں اور ہم ہی قیامت کے دن اوّل ہوں گے''۔

''عن بهز بن حکیم' عن ابیه عن جده' انه سمع النبی ﷺ یقول فی قوله تعالیٰ: (کنتم خیر امة اخرجت للناس) قال: انکم تتمون سبعین امة' انتم خیرها واکرمها علی الله تعالیٰ'' .

(سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ' باب: ومن سورۃ آل عمران' رقم الحدیث:۳۰۰۱) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الزھد' باب: صفۃ امۃ سیدنا محمد ﷺ' رقم الحدیث:۴۲۸۷) (المستدرک' رقم الحدیث:۶۹۸۷' مسند احمد رقم الحدیث:۱۱۶۰۴' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد۵ صفحہ۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۰۱۲)

(ترجمہ:) ''حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمانِ الٰہی: (کنتم خیر امة اخرجت للناس) کے بارے میں فرمایا: تم ستر اُمتوں کو مکمل کرنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور معزز ہو''۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

''عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما' ان النبی الکریم ﷺ قال: نحن آخر الامم' واوّل من یحاسب' یقال: این الامة الامیة ونبیها' فنحن الآخرون الاوّلون'' .

(سنن ابن ماجہ' کتاب: الزھد' باب: صفۃ امۃ سیدنا محمد ﷺ' رقم الحدیث:۴۲۹۰' دارالسلام) (مسند احمد رقم الحدیث:۷۵۱۲-۷۶۰۴)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت' آخری اُمت ہے اور میری اُمت کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا اور کہا جائے کہ اُمّی اُمت اور ان کے نبی کہاں ہیں؟ پس ہم آخری بھی ہیں اور اوّل بھی ہیں''۔

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

''عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه' عن رسول الله ﷺ قال: الجنة حرمت علی الانبیاء حتی ادخلها' وحرمت علی الامم حتی تدخلها امتی'' .

(المعجم الاوسط للطبرانی جلد۱ صفحہ۲۸۹' رقم الحدیث:۹۴۲) (مجمع الزوائد جلد۱۰ صفحہ۶۹' کنز العمال رقم الحدیث:۳۱۹۵۳)

(ترجمہ:) ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر حرام کر دی گئی ہے' جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام اُمتوں پر اس

Marfat.com

وقت تک حرام ہے جب تک میری اُمت اس میں داخل نہ ہو جائے"۔

اس اُمت کو اللہ رب العزت نے یہ عز و شرف بھی عطا فرمایا کہ یہ اُمت مرحومہ گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی' بلکہ جس طرف اس اُمت کے جمہور کا رجحان ہوگا وہیں حق و صواب ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے: امام ترمذی' امام حاکم روایت کرتے ہیں:

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان اللہ لا یجمع امتی علیٰ ضلالۃ' ویداللہ مع الجماعۃ' ومن شذ شذ فی النار"۔

(سنن الترمذی' کتاب: الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب: ماجآء فی لزوم الجماعۃ' رقم الحدیث: ۲۱۶۷' المستدرک جلد ا صفحہ ۲۰۱ رقم الحدیث: ۳۹۷)

(ترجمہ:) "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست (تائید) ہے اور جو شخص جماعت سے جدا ہوا' وہ آگ کی طرف جدا ہوا"۔

"عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان امتی لا تجتمع علی ضلالۃ فاذا رایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم"۔ (سنن ابن ماجہ' کتاب: الفتن' باب: السواد الاعظم' رقم الحدیث: ۳۹۵۰) (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۶۲۳)

(ترجمہ:) "حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی' پس اگر تم ان میں اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ سب سے بڑی جماعت کو اختیار کرو"۔

ان تمام دلائل سے ظاہر ہوا کہ اللہ رب العزت نے جو علو' رفعت' عزت و شرف اور انفرادیت و خصوصیت اس اُمت مرحومہ کو عطا فرمائی ہے' وہ امم سابقہ ماضیہ میں سے کسی کو بھی نہیں عطا فرمائی اور اس اُمت کے یہ فضائل و خصائل اور محامد و محاسن حضور نبی مکرم' رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے ہیں۔ سو اُمت کی جمیع اُمم پر سابقیت اور یہ افضلیت' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت' اصالت' سابقیت اور افضلیت پر دلیل قاطع ساطع ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت پر ایک واضح دلیل

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت پر واضح دلیل یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مقامات پر اپنا افضل الرسل اور سیّد الانبیاء اور خصوصی معجزات و کمالات' اوصاف و اخلاق سے ممیّز' ممتاز اور منفرد ہونا بیان فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جل مجدہ کی وحی اور اس کے حکم کے بغیر ایسا نہیں فرما سکتے۔

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○" (النجم: ۳-۴)

(ترجمہ:) "وہ اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے ○ بلکہ وہ نہیں مگر اس وحی سے جو ان پر کی جاتی ہے ○"

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے' فرمایا: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے نکلے یہاں تک کہ جب آپ ان سے قریب ہوئے تو آپ نے ان کو مذاکرہ کرتے ہوئے سنا' آپ ان کی باتیں سنتے رہے' پس کسی نے کہا: کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا' دسرے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا' ایک اور نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے کلمہ اور اس کی طرف سے روح ہیں' کسی نے کہا: آدم علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا۔ پس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے تشریف لائے اور سلام فرمایا اور ارشاد فرمایا: تحقیق میں نے تمہارا کلام اور تمہارا اظہارِ تعجب سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے خلیل ہیں اور بے شک ان کی یہی شان ہے اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے نبی ہیں اور بے شک ان کی یہی شان ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح اور اس کا کلمہ ہیں اور ان کی یہی شان ہے اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ہیں بے شک ان کی یہی شان ہے' خبردار! میں اللہ عزوجل کا حبیب ہوں اور یہ بات بطورِ فخر یہ نہیں کہہ رہا (بلکہ اظہارِ حقیقت کیلئے بیان کر رہا ہوں) اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے قیامت کے دن شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت کے کنڈے پر دستک دوں گا' پس اللہ میرے لیے دروازہ کھولے گا اور مجھے (اعزاز واکرام کے ساتھ) اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقیر مؤمن ہوں گے اور فخر نہیں اور میں اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ عزت پانے والا ہوں اور فخر نہیں''۔

(سنن ترمذی' کتاب: المناقب' باب: ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۱۶' دارالمعرفہ) (سنن دارمی' باب: ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الفضل' رقم الحدیث: ۴۷)

(۲) ''عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراهیم اسماعیل واصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانه واصطفی من بنی کنانه قریشًا' واصطفی من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم (قال ابو عیسٰی هذا حدیث حسن صحیح)''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۵۸۹۷) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۰۵۔۳۶۰۶' دارالمعرفہ' بیروت) (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۴۴۹) (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۷۴۰' صحیح ابن حبان: ۶۳۳۳۔۶۲۴۲) (السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۳۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۷۳۱)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''حضرت واثلہ بن اسقع روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چنا' پھر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب کیا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے (خاص اپنے لیے) چن لیا''۔

(۳) ''عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا' عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' عن جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام' قال: قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم ار بیتا افضل من بیت بنی هاشم''۔ (المعجم الاوسط للطبرانی جلد۶ صفحہ۲۳۷' رقم الحدیث:۶۲۸۵) (مجمع الزوائد جلد۷ صفحہ۲۱۷)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشارق اور مغارب چھان ڈالے لیکن کوئی مرد میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہیں پایا اور نہ کوئی گھر میں نے بنی ہاشم کے گھر سے افضل پایا''۔

(٤) ''عن انس بن مالك رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انا اوّل الناس خروجا اذا بعثوا' وانا خطیبهم اذا وفدوا وانا مبشرهم اذا أیسوا' لواء الحمد یومئذ بیدی' وانا اکرم ولد آدم علیٰ ربی ولا فخر''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجآء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۶۱۰' دارالمعرفہ' بیروت) (سنن الدارمی' المقدمۃ' باب: ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الفضل' رقم الحدیث:۴۹) (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۱۶۰' الشفا صفحہ۱۲۷' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۵ صفحہ۴۸۴' شرح السنہ رقم الحدیث:۳۲۲۴' الخصائص الکبریٰ جلد۲ صفحہ۳۷۷)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب لوگوں کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے میں (قبرانور سے) باہر آؤں گا' میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ حاضر ہوں گے اور میں لوگوں کو خوش خبری دینے والا ہوں گا جب لوگ مایوس ہو جائیں گے' اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولادِ آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا''۔

(۵) ''عن ابی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فاکسیٰ حلة من حلل الجنة' ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلك المقام غیری''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۶۱۱' دارالمعرفہ' بیروت) (الشفاء جلد۱ صفحہ۱۲۸' کشف الخفاء رقم الحدیث:۶۱۶' البدایہ والنہایہ جلد۱۰ صفحہ۲۶۳' المواہب اللدنیہ جلد۳ صفحہ۴۴۴)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مجھے جنت کے حلّوں میں سے ایک حلّہ پہنایا جائے گا' پھر میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور مخلوق میں سے میرے علاوہ کوئی بھی اس مقام پر کھڑا نہیں ہوگا''۔

(٦) ''عن عبد اللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه تعالیٰ عنه انه سمع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول المؤذن . ثم صلوا علی من صلیٰ صلوٰة صلی اللّٰه علیه بها عشرا' ثم سلوا لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا تنبغی الا لعبد من عباد اللّٰه وارجو ان اکون انا هو' ومن سأل لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الصلوٰة' باب: استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۸۴۷) (سنن ابوداؤد' کتاب: الصلوٰة' ب: مایقول اذا سمع المؤذن' رقم الحدیث: ۸۵۲۳) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۱۴' دارالمعرفہ) (سنن النسائی' کتاب: الآذان' باب: الصلوٰة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۶۷۷) (مسند احمد: ۱۱۳۱۲' صحیح ابن حبان: ۱۶۹۰' مشکوٰة المصابیح: ۶۵۷)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے' پھر مجھ پر درود پڑھو' جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر اس درود کی وجہ سے دس بار درود بھیجتا ہے' پھر میرے لیے مقامِ وسیلہ کا سوال کرو' بے شک وہ جنت میں ایک منزلت ہے جو اللہ جل جلالہ کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندے کو زیب ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں اور جس نے میرے لیے مقامِ وسیلہ کا سوال کیا تو اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی''۔

(٧) ''عن ابی بن کعب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان یوم القیمة کنت امام النبیین وخطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر''۔ (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۱۳' دارالمعرفہ) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الزهد' باب: ذکر الشفاعة' رقم الحدیث: ۴۳۱۴' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد: ۲۱۲۸۳-۲۱۲۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۶۲۰' المستدرک رقم الحدیث: ۶۹۶۹)

(ترجمہ:) ''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں سب انبیاء کا امام اور خطیب ہوں گا' ان کی شفاعت کرنے والا بھی میں ہوں گا' یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا''۔

(٨) ''عن ابی سعید رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ما من نبی یومئذ آدم فمن سواه الا تحت لوائی''

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۱۵) (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۴۶' مسند ابویعلی رقم

Marfat.com

الحدیث:۲۳۲۸، مجمع الزوائد جلد۱۰ صفحہ۳۷۲، شعب الایمان رقم الحدیث:۱۴۸۸)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے''۔

ان تمام دلائل، شواہد اور براہین سے ثابت ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق سیّد الرسل اور افضل الانبیاء ہیں، اور آیت کریمہ ''ورفع بعضھم درجٰت'' سے قطعی طور پر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ارفع واعلیٰ مراد ہے۔ اور یہ وہ قطعی عقیدہ ہے جس پر پوری اُمت کے محققین، مفسرین، مجتہدین، علماء اور صوفیاء کا اجماع ہے۔ لہٰذا اس عقیدہ کا منکر دائرۂ ایمان واسلام سے خارج ہے۔ بطور تتمہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیادت کُل، اصالت کُل اور قطعی افضلیت پر چند علماءِ اعلام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

امام دارمی، امام احمد اور امام ابن حبان روایت کرتے ہیں:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قال: ان اللّٰہ تعالٰی فضل سیّدنا محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الانبیاء وعلی اھل السمآء''۔

(سنن دارمی، المقدمہ، باب: ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الفضل، رقم الحدیث:۴۷، مسند احمد رقم الحدیث:۵۳۱۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۳۱۸۴)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء اور تمام آسمان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے''۔

امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اجمعت الامۃ علٰی ان بعض الانبیاء افضل من بعض وعلٰی ان سیّدنا محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل من الکل''۔ (التفسیر الکبیر جلد۲ صفحہ۵۲۱، دار الفکر، بیروت)

(ترجمہ:) ''اس پر اُمت کا اجماع واتفاق ہے کہ بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بعض سے افضل ہیں اور اس پر بھی پوری اُمت متفق ہے کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں''۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''لا یصح الایمان الا بتحقیق اعلاء قدر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومنزلتہ علٰی قدر کل والد وولد ومحسن ومفضل ومن لم یعتقد ھذا واعتقد ما سواہ فلیس بمؤمن''۔ (شرح صحیح مسلم للنووی جلد۱ صفحہ۴۹)

(ترجمہ:) ''ایمان صحیح نہیں ہوتا مگر قدر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلند و برتر ماننے سے اور والد و اولاد اور محسن و مفضل کے قدر و مرتبہ سے آپ کی منزلت کے بلند کرنے سے، جو اس بات کا معتقد نہ ہو اور اس کے ماسوا کا اعتقاد رکھا تو وہ مؤمن نہیں''۔

Marfat.com

امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

''لا خفاء علی القطع انه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلٰی الناس قدرا واعظمهم محلا واکرمهم واکملهم محاسن وفضلا''۔ (الشفاء صفحہ ۴۲' دار ابن حزم' بیروت)

(ترجمہ:) ''قطعی طور پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت تمام لوگوں سے زیادہ ہے اور آپ کا مقام سب سے عظیم ہے اور آپ محاسن اور فضیلت کے اعتبار سے تمام مخلوق سے اکرم اور اکمل ہیں''۔

''العروۃ الوثقٰی'' کا مفہوم

اللہ جل مجدہ وعظم شانہ نے ارشاد فرمایا:

''فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O'' (البقرہ:۲۵۶)

(ترجمہ:) ''تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو تحقیق اس نے بڑی محکم گرہ تھامی' جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے O''

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو بندہ شیطان کی بندگی کا انکار کر کے اللہ جل مجدہ کی دائرۂ بندگی میں شامل ہو گیا۔ اس کی ذات وصفات اور اس کے احکامات وفرمودات پر ایمان لے آیا تو اس نے ایک ایسا حلقہ اور ایسی گرہ کو تھام لیا ہے جو اس قدر مضبوط' محکم اور مستحکم ہے کہ ٹوٹنے والی نہیں اور اس کی مضبوطی اور محکم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بندہ اس گرہ کو تھامنے کے بعد دنیا کے معاقبہ اور آخرت کے خذلان وعذاب سے محفوظ ہو گیا' کیونکہ اس نے ایک بڑا مضبوط سہارا تھام لیا ہے۔ سو اس آیت کریمہ میں ''عروۃ وثقٰی'' سے مراد کیا ہے؟ اس کی تعبیر میں امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں:

''حکی ابو عبد الرحمٰن السلمی' عن بعضهم فی تفسیر قوله تعالٰی: (فقد استمسك بالعروة والوثقٰی لا انفصام لها واللّٰه سمیع علیم) انه سیّدنا محمد رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(الشفاء صفحہ ۱۸' دار ابن حزم' بیروت)

(ترجمہ:) ''امام عبد الرحمٰن السلمی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (فقد استمسك بالعروة الوثقٰی) میں ''العروۃ الوثقٰی'' سے حضور سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں''۔

یعنی جو بندہ ایمان کو قبول کر لیتا ہے' اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو تھام لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن اتنا مضبوط اور محکم سہارا ہے کہ ''لا انفصام لها'' کہ جو کھلنے والے نہیں' یعنی جو دامن مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھام لے وہ دنیا و آخرت میں قعر مذلت میں گرنے اور وادیٔ خذلان میں جانے سے محفوظ ہو گیا اور انجامِ کار یہ سہارا اس دامن تھامنے والے کو جنت میں داخل کروا دے گا۔ اس مفہوم کی تائید وتصدیق اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ'' ۔ (التحریم:۸)

(ترجمہ:) ''جس دن اللہ تعالیٰ نہ اپنے نبی کو رسوا کرے گا اور نہ ان کے ساتھ ایمان والوں کو''۔

''معہ'' میں اسی ''استمساک'' کی طرف اشارہ ہے۔

''قل ان کنتم تحبون اللّٰہ'' کی تفسیر

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O''

(آل عمران:۳۱)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! تم فرمادو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ' اللہ تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے O''

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے متعلق لکھتے ہیں:

''عن ابن جریج قولہ تعالیٰ: (ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ) قال: کان قوم یزعمون انھم یحبون اللّٰہ' یقولون: انا نحب ربنا! فامرھم اللّٰہ تعالیٰ ان یتبعوا محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجعل اتباعہ رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمًا لحبہ'' ۔ (جامع البیان جلد۳ صفحہ۲۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''ابن جریج نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''ان کنتم تحبون اللّٰہ'' کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک قوم نے گمان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور انہوں نے کہا: ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں' پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کریں' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم' رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی کو اپنی محبت کی علامت بنادیا''۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو عزت اور قدر افزائی فرمائی ہے' وہ اہل عشق و محبت اور اہل نظر و عرفان سے مخفی نہیں۔ آیت کریمہ میں ''فاتبعونی'' سے معلوم ہوا کہ اللہ جل مجدہ کے ساتھ دعویٰ بندگی اور دعویٰ محبت حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کے بغیر ہرگز قابل قبول نہیں۔ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع آپ کے ساتھ تعلق و نسبت کو مستلزم ہے اور آپ کے ساتھ تعلق و نسبت کی کئی جہات ہیں۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق و نسبت کی ایک جہت و نوعیت یہ ہے کہ آپ کی ذات سے تمام مخلوقات سے بڑھ کر محبت ہو' جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے:

''عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین'' ۔

(صحیح بخاری' کتاب: الایمان' باب: حب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الایمان' رقم الحدیث:۱۴۔۱۵' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب:

Marfat.com

الایمان' باب: وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۱۶۸۔۱۶۹' دارالکتاب العربی) (سنن نسائی' کتاب: الایمان' باب: علامۃ الایمان' رقم الحدیث:۵۰۲۵) (سنن ابن ماجہ' المقدمہ' باب: فی الایمان' رقم الحدیث:۶۷' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد جلد۳ صفحہ۱۷۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۱۷۹' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۷' مسند ابوعوانہ جلد۱ صفحہ۳۳' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۳۰۴۹' شعب الایمان:۱۳۷۴' شرح السنۃ رقم الحدیث:۲۲)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق اور نسبت کی ایک جہت اور نوعیت یہ ہے کہ بندہ آپ کی تعظیم' توقیر' تکریم اور ادب کرے اور آپ کی گستاخی' بے ادبی اور اہانت سے محفوظ رہے' اور ایک جہت تعلق بالمصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہے کہ آپ کی نصرت اور مدد کرے اور تن من دھن آپ پر نثار اور قربان کرے۔ اسی طرح حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق کی ایک نوعیت یہ ہے کہ آپ کے احکامات وفرمودات پر عمل پیرا ہو اور آپ کی نہی سے مجتنب رہے اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل اور امتثال امر میں مستعد رہے۔

جب تک حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے تعلق کی یہ تمام اقسام کسی بندہ میں نہیں پائی جاتی' اس وقت تک بندہ کو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع اور پیروی میسر نہیں ہوگی۔ قرآن مجید نے تعلق کی ان جہات کی صراحت فرمائی ہے:

''فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O''

(الاعراف:۱۵۷)

(ترجمہ:) ''پس وہ جو اس (یعنی رسول مکرم) پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی اور ان کی نصرت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اُترا' وہی لوگ کامیاب ہیں O''

سو آیت کریمہ ''قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی'' کا مفہوم یہ ہے کہ اے وہ لوگوں جو میرے ساتھ محبت کے دعوے دار ہو' تمہیں میری محبت کی حقیقت اس وقت تک میسر نہیں آ سکتی جب تک تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا عشقی اور جبی تعلق استوار نہیں کرتے اور جب تک میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے فرمودات واحکامات پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

اور جب تم نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا' تعظیم وتکریم کا اور اتباع ونصرت کا تعلق استوار کر لیا تو پھر صرف تم مجھ سے محبت نہیں کرو گے بلکہ ''یحببکم اللّٰہ'' اللہ عزوجل بھی تم سے محبت فرمائے گا' یعنی محبتِ رسول' ادبِ رسول اور اتباعِ رسول

Marfat.com

سے تمہیں یہ کرامت مل جائے گی کہ اللہ جل مجدہ جو کائنات کا خالق و مالک ہے' وہ تمہارا محبّ اور تم اس کے محبوب بن جاؤ گے' سو مقامِ تدبر ہے کہ جس محبوب سے تعلق کی وجہ سے رب' بندے کا محبّ بن جاتا ہے تو وہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنی محبت فرماتا ہے۔ فافھم وتدبر!

''ان اولی الناس بابراھیم'' اور عظمت سیّدنا مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ'' ۔ (آل عمران:٦٨)

(ترجمہ:) ''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی''۔

اس آیت کریمہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و افضلیت کا یہ نکتہ ہے کہ حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اللہ رب العزت کے نبی و رسول ہیں اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نبی و رسول ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں جلیل القدر اور عظیم المرتبت شخصیات کا ذکر اس ایک آیت میں اکٹھا فرمایا' مگر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی سے ان کا ذکر فرمایا جبکہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آپ کے نام کے ساتھ نہیں بلکہ وصف نبوت کے اتصاف سے ذکر فرمایا اور یقیناً نام کے بجائے وصف کے ذکر سے زیادہ قدر افزائی ہوتی ہے جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت پر دلیل واضح ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت اور تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

میثاقِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور افضلیت سیّدنا مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○'' (آل عمران:٨٢۔٨١)

(ترجمہ:) ''اور یاد کرو جب اللہ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا فرما دوں پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہوگا تو تم ضرور بالضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرنا' فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا' سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا' فرمایا: تو تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ○ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں ○''۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بعد جس کو بھی نبوت عطا فرمائی' ان سے سیّد الانبیاء حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر

Marfat.com

ان کی حیات میں سیّد عالم ﷺ مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں۔ (عامہ کتب تفاسیر)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضور نبی مکرم ﷺ پر ایمان اور آپ کی نصرت کا جو وعدہ لیا' اسے کس قدر تاکیدات سے مؤکد اور تقریرات سے مقرر فرمایا ہے' اس کی وضاحت حسب ذیل ہے:

تاکید نمبر ۱: ''اخذ اللّٰہ'' سب سے بڑھ کر تاکید اسی جملہ کی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو وعدہ لے یقیناً وہ وعدہ بندوں کے عہد سے زیادہ مؤکد ومقرر ہے' یہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کسی مخلوق نے نہیں بلکہ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ کے اقرار واعتراف کا وعدہ خود رب العالمین نے لیا۔

تاکید نمبر ۲: ''میثاق النبیین'' لفظ میثاق کسی عام وعدہ کے متعلق نہیں بولا جاتا بلکہ اس وعدہ کے متعلق بولا جاتا ہے کہ جس وعدہ میں اس قدر پختگی ہو کہ اس میں ترمیم وتغیر اور تنسیخ وتبدیلی کا احتمال نہ ہو' وہ وعدہ محکم اور قطعی ہو' اسے عربی زبان میں ''میثاق'' کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ'' ۔ (البقرہ:۸۳)

(ترجمہ:) ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ تم عبادت نہیں کرو گے مگر اللہ کی''۔

سو جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کا وعدہ اور عہد قطعی' محکم اور غیر مبدل ہے' اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت پر ایمان واقرار کا وعدہ بھی قطعی اور محکم ہے۔

تاکید نمبر ۳۔ ٤۔ ٥: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ''لتؤمنن بہ'' تم ضرور بالضرور ان پر ایمان لانا۔ اس جملہ میں تین عدد تاکیدات ہیں۔ (۱) لام تاکید کے لیے اور (۲۔ ۳) ''ن'' ثقلیہ تاکید کے لیے۔ عربی سے شناسا لوگ جانتے ہیں کہ ''ن'' خفیفہ میں بھی تاکید ہے لیکن ''ن'' ثقیلہ میں ''ن'' خفیفہ کی بہ نسبت دوگنی تاکید ہے' سو یہ تین عدد تاکیدات اس جملہ میں موجود ہیں۔

تاکید نمبر ٦۔ ۷۔ ۸: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ''لتنصرنّہ'' اس جملہ میں بھی پچھلے جملہ کی طرح تین تاکیدیں موجود ہیں' لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ۔

تاکید نمبر ۹: ''فاشھدوا'' فرمایا: تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی نبوت ورسالت پر صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقرار واعتراف پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس وعدہ کی اہمیت اور اشدیت کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا کہ تم سب ایک دوسرے پر اس اقرار واعتراف کے گواہ بھی بن جاؤ اور یقیناً گواہ اسی معاملہ پر مقرر کیے جاتے ہیں کہ جو معاملہ انتہائی اہم' نازک' عظیم اور غیر معمولی ہو۔

تاکید نمبر ۱۰: ''وانا معکم من الشھدین'' (ترجمہ:) ''اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''۔ یہ اس میثاق میں مزید تاکید کا جملہ ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلا کا باہم ایک دوسرے پر گواہ بننا یقیناً کافی تھا اس لیے کہ انبیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام یقیناً' قطعاً' ثقہ' عدول' امین اور دیانت دار ہیں لیکن اللہ جل مجدہ نے اس میثاق کی اہمیت کو ظاہر فرمانے کے لیے اور اپنے حبیب مکرم ﷺ کی اصالت' سیادت' افضلیت اور اعظمیت کو ظاہر فرمانے کے لیے فرمایا کہ میں خود اس میثاق پر گواہ ہوں' یقیناً اللہ رب العالمین جس میثاق اور جس معاملہ میں گواہ ہوگا وہ معاملہ انتہائی عظیم' اہم اور غیر معمولی معاملہ ہوگا۔

تاکید نمبر ۱۱: ''فمن تولیٰ بعد ذلك فاولئك هم الفٰسقون'' (ترجمہ:) ''پس جو اس کے بعد منہ پھیرے گا' سو وہی نافرمان ہوگا''۔ اللہ جل مجدہ نے اس میثاق اور اقرار و اعتراف لینے کے بعد انحراف' عہد شکنی پر وعید بھی ارشاد فرما دی اور اس وعدہ کی اشدیت اور آکدیت میں سے تاویل و احتمال کی گنجائش کا کلیتاً سدِّ باب فرما دیا۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو تاجِ نبوت و رسالت سے سرفراز کیا گیا ہے' یہ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ کے اقرار و اعتراف کا نتیجہ اور وسیلہ ہے۔

سو قارئین اندازہ فرمائیں کہ اللہ جل مجدہ نے صرف اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عظمت کو ظاہر فرمانے کے لیے صرف ایک وعدہ میں گیارہ عدد تاکیدات و تقریرات فرمائی ہیں۔

آیت کریمہ ''وما محمد الا رسول'' کے تحت لطیف نکتہ

قبل ازیں یہ نکتہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارا اور حبیب مکرم ﷺ کو پورے قرآن میں کہیں نام لے کر نہیں پکارا بلکہ اوصاف و القاب کے ساتھ پکارا' لیکن قرآن مجید میں چار مقامات پر جہاں اپنے حبیب مکرم ﷺ کے اسم گرامی کا ذکر فرمایا وہاں مجرد نام ذکر نہیں فرمایا بلکہ ساتھ صفت رسالت کا بھی ذکر کیا جو حضور نبی مکرم ﷺ کی عند اللہ رفعت' وجاہت' عظمت اور افضلیت پر بڑی واضح دلیل ہے۔ وہ چار آیات یہ ہیں:

(۱) ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج''۔ (آل عمران:۱۴۴)

(ترجمہ:) ''اور محمد (ﷺ) تو ایک رسول ہیں''۔

(۲) ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ''۔ (الاحزاب:۴۰)

(ترجمہ:) ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں''۔

(۳) ''وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ''۔ (محمد:۲)

(ترجمہ:) ''اور وہ ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا اس پر اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہیں''۔

(٤) ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط''۔ (الفتح:۲۹)

(ترجمہ:) ''محمد (ﷺ) اللہ عزوجل کے رسول ہیں''۔

آیت کریمہ ''وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب'' اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ

Marfat.com

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ O'' (آل عمران:۱۷۹)

(ترجمہ:) ''اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں! اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو گے تمہارے لیے بڑا ثواب ہے O''

علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث کا اس عقیدہ پر اہل سنت کے ساتھ بہت شدید اختلاف ونزاع ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کو باذن اللہ و بتعلیم اللہ جانتے ہیں یا نہیں۔ اہل سنت کا اس باب میں بڑا واضح عقیدہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو بہت سے غیوب پر مطلع فرمایا ہے اور بالخصوص سیّد الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر کثیر غیوب پر مطلع فرمایا ہے کہ جس کا ادراک واحاطہ اور احصاوشمار کرنا عقل انسانی سے باہر ہے' جبکہ علماء دیوبند واہل حدیث کے اس عقیدہ کے بارے میں دو متضاد نظریات ہیں۔ ان کے ایک گروہ کا رجحان اس طرف ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعاً کسی غیب کو نہیں جانتے بلکہ جو ان کے لیے ایک ذرّہ کا علم غیب مانے گا وہ دائرۂ اسلام وایمان سے خارج اور کافر ومرتد ہے۔

چنانچہ سیّد الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں لکھتا ہے:

''کسی انبیاء واولیاء یا امام وشہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر کی بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے''۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۲۶)

آگے لکھتا ہے:

''جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے تھے' سو وہ بڑا جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں''۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۲۶)

ایک اور مقام پر لکھا:

''غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے' رسول کو کیا خبر؟''۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۸)

بانی مسلک دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی ایک استفتاء کے جواب میں لکھتا ہے:

''پس علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صحیح ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۷۵)

اور بعض علمائے دیوبند حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چند قلیل' محدود اور معدود معاملات میں جزوی علم غیب کے قائل ہیں' اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لوح وقلم اور ما کان و ما یکون کے علم کے منکر ہیں' سو چونکہ یہ ایک بہت معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل قارئین کے سامنے رکھے جائیں گے اور فیصلہ قارئین خود فرمالیں گے کہ کس فریق کا نظریہ عین صواب اور قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور کس کا نظریہ باطل اور قرآن وحدیث کے منافی ہے۔

Marfat.com

لفظ ''غیب'' کی تعریف

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

''جس چیز کا حواسِ خمسہ سے ادراک نہ کیا جا سکے اور نہ اس کو ابتداءً عقل سے معلوم کیا جا سکے' وہ غیب ہے۔ اس کا علم صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خبر دینے سے ہوتا ہے''۔ (المفردات صفحہ ۳۶۷)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

''جو چیز تم سے غائب ہو' وہ غیب ہے''۔ (تاج العروس جلد ا صفحہ ۴۱۶)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

''الذی یکون غائبا عن الحاسه''۔ (تفسیر کبیر جلد اوّل)

(ترجمہ:) ''غیب وہ ہے جو حواسِ خمسہ سے غائب اور پوشیدہ ہو''۔

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''الغیب' وهو ما غاب عن الحس والعقل غیبة کاملة بحیث لا یدرك بواحد منهما ابتداء بطریق البداهة''۔ (تفسیر روح البیان' جلد اوّل صفحہ ۵۸' مکتبہ رحمانیہ)

(ترجمہ:) ''غیب اسے کہتے ہیں کہ جو حواسِ خمسہ اور عقل سے مکمل طور پر غائب ہو' اس طور پر کوئی بھی بالبداہۃ ابتداءً اس کا ادراک نہ کر سکے''۔

ان تمام تعریفوں کا مآل اور مرجع یہ ہے کہ جو چیز حواسِ خمسہ مثلاً قوتِ سامعہ' قوتِ باصرہ سے پوشیدہ اور غائب ہو جیسے ملائکہ' جنت' دوزخ اسے غیب کہتے ہیں۔

عقیدۂ اہل سنت کی وضاحت

دلائل سے قبل عقیدہ کی وضاحت ضروری ہے' اس لیے کہ شکوک وشبہات اور مغالطہ اور مجادلہ عقیدہ کی نافہمی سے پیدا ہوتا ہے۔ سو اہل سنت کے جمیع محققین کا اجماعی عقیدہ ہے کہ بالذات اور استقلالاً غیب کا علم اللہ جل مجدہ کے ساتھ مختص اور مخصوص ہے۔ اس کی عطا' توفیق' اذن اور تعلیم کے بغیر کوئی بڑے سے بڑے مرتبہ کی مخلوق کسی ایک ذرّے کے متعلق بھی نہیں جانتی۔ ہمارے علماء نے اپنی کتب میں تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی بندہ کسی بھی انسان میں ایک ذرّہ کا علم اللہ جل مجدہ کی عطا کے بغیر مانے تو وہ پکا کافر ومشرک ہے۔ جس میں جو علم ہے خواہ تھوڑا یا زیادہ' خواہ شہادت یا غیب کا' تو یہ محض اللہ جل مجدہ کی عطا اور اس کی توفیق کے ساتھ ہے اور وہ علیٰ حسب المراتب اپنے بندوں پر لدنی اور غیبی علم منکشف فرماتا ہے اور قبل ازیں دلائل قاہرہ سے واضح ہو گیا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الخلق اور سیّد الموجودات والمخلوقات ہیں' لہٰذا آپ پر اللہ جل مجدہ نے سب سے زیادہ علومِ غیبیہ کا انکشاف اور انفتاح فرمایا یہاں تک کہ مشرق ومغرب کی وسعتیں' نگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سمیٹ دیں' عرش یا

Marfat.com

فرش جملہ مخلوقات اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کر دیں۔ تا قیامت بلکہ مابعد قیامت ہونے والے احوال اور جمیع اُمم کے افعال و اعمال کا اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشاہدہ عطا فرما دیا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم و معارف اور حقائق و دقائق کے ایسے بحر ذخار اور بحر بیکراں عطا فرما دیئے کہ عقل انسانی اس کے درک و احصاء سے عاجز و درماندہ ہے۔ لیکن اس وسعت اور بیکرانی کے باوصف، حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ جل مجدہ کے علم میں متعدد وجوہ کا فرق نمایاں ہے، جس کی وجہ سے قطعاً حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ذرّہ کے علم میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم کے ساتھ تساوی اور برابری کا ادنیٰ سا احتمال بھی نہیں۔

اللہ جل مجدہ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں فرق حسب ذیل ہے:

(۱) اللہ جل مجدہ کا علم ذاتی، حقیقی اور بالاستقلال ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اسے کسی نے علم عطا نہیں کیا جبکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اللہ جل مجدہ کی محض عطا اور تعلیم کے ساتھ ہے۔

شرک کی بیخ کنی کے لیے صرف یہی ایک فرق کافی ہے، اس لیے کہ جس نے نظر غائر اور نگاہِ تدبر و بصیرت سے قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہے، وہ جانتا ہے کہ قرآن مجید میں بیشتر آیات ایسی ہیں جن میں بظاہر اللہ جل مجدہ کی صفات اور اس کی مخلوق کی صفات میں لفظی اشتراک ہوتا ہے، لیکن ان میں حقیقی و مجازی اور ذاتی و عطائی کا فرق ملحوظ رکھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے عقیدۂ توحید میں کوئی رخنہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس نکتہ کی وضاحت آیت کریمہ ''ویزکیھم'' کے تحت سابقہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔ لہٰذا یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۲) اللہ جل مجدہ کا علم ازلی ہے، یعنی ہمیشہ سے ہے اور اس کی صفت علم حادث نہیں بلکہ قدیم ہے اور اس کے علم پر کبھی عدم طاری نہیں ہوا جبکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے کیونکہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات قدیم نہیں بلکہ حادث ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کیونکر قدیم ہو سکتی ہے۔

(۳) اللہ جل مجدہ کا علم کائنات کی ہر ہر شے کے متعلق بالفعل لامتناہی اور لامحدود ہے، جبکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اپنی وسعت، ہمہ گیریت اور کلیت کے باوجود محدود و متناہی بالفعل ہے۔ اسی لیے عرفاء نے کہا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم عظیم کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو کروڑوں سمندروں کے ساتھ ہوتی ہے، اس لیے کہ محدود کی محدود کے ساتھ نسبت و تناسب نکلتا ہے، محدود کا لامحدود سے کوئی تناسب نہیں نکلتا۔

بعض کم فہم اور نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عرش تا فرش اور مغرب تا مشرق جملہ مخلوقات کا علم مانا جائے تو العیاذ باللہ تعالیٰ! اللہ رب العزت کے علم کے ساتھ برابری لازم آتی ہے۔ ایسے لوگوں کے حق میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ دینا کافی ہے: ''وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ'' کہ انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جو اس کی قدر کا حق ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم

Marfat.com

صرف زمین و آسمان اور مشرق و مغرب کی مخلوقات ہی میں منحصر نہیں۔ اس لیے کہ زمین بھی ایک حد ہے اور آسمان بھی ایک حد ہے، مشرق بھی ایک حد ہے اور مغرب بھی ایک حد ہے، اور دو حدوں کے مابین جو علم ہوگا وہ قطعاً محدود و متناہی ہو گا تو اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم زمین و آسمان کی مخلوقات میں منحصر مانا جائے تو العیاذ باللہ تعالیٰ! اللہ رب العزت کے علم کا محدود اور متناہی ہونا لازم آتا ہے، جس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم صرف عرش تا فرش تک محدود نہیں بلکہ لامحدود و لامتناہی ہے۔ سو جب لامحدود ہے تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی اللہ رب العزت کے علم کے ساتھ برابری کا ادنیٰ احتمال و شائبہ تک نہیں ہے، بلکہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ایک ذرّہ کے علم میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم، اللہ جل مجدہ کے علم کے برابر نہیں، اس لیے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم محدود ہے اور اللہ رب العزت کا علم ذرّات کے متعلق بھی لامحدود و لامتناہی بالفعل ہے۔ امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

"معلومات اللّٰہ تعالیٰ غیر متناھیۃ ومعلوماتہ فی کل واحد من تلك المعلومات ایضا غیر متناھیۃ" . (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۷۳)

(ترجمہ:) "اور اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متناہی ہیں اور ان معلومات غیر متناہیہ میں سے ہر معلوم پھر غیر متناہی وجہ سے معلوم ہے"۔

(۴) حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم آلاتِ سمع و بصر اور دیگر جوارح کے ساتھ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ آلاتِ سمع و بصر اور جوارح سے پاک و منزہ ہے۔

(۵) حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تدریجی ہے یعنی درجہ بہ درجہ نزولِ وحی سے علم عظیم کی تکمیل و تتمیم ہوتی رہی جبکہ اللہ جل مجدہ کا علم تدریج سے پاک ہے، اس کے علم میں کمی بیشی جائز نہیں۔

(۶) اللہ رب العزت کا علم ممتنع التبدل ہے یعنی محال و ناممکن ہے، اللہ رب العزت کے علم میں کوئی تبدیلی واقع ہو، جبکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ممکن التبدل ہے یعنی سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم میں تبدیلی اور تغیر کا واقع ہونا بالفعل ممکن ہے۔

(۷) اللہ جل مجدہ کے علم میں نسیان نہیں اور اس کا علم سلب نہیں ہوسکتا، جبکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام علم میں نسیان ہوسکتا ہے جیسا کہ شب قدر کی تعیین و تخصیص میں ہوا۔ علیٰ ھذا القیاس!

(۸) کوئی چیز حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم میں ہو، پر توجہ اس کی طرف نہ ہو، ایسا ممکن ہے جبکہ کوئی چیز اللہ جل مجدہ کی توجہ سے خارج ہو جائے، ایسا ناممکن و محال ہے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطائی علم غیب پر قرآنی آیات اور ان کی تفاسیر

دلیل نمبر ۱: رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص''۔ (آل عمران:۱۷۹)

(ترجمہ:) ''اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں! اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے''۔

یہ آیت کریمہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے پر دلیل قطعی ہے' لہٰذا جو بندہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطلق غیب کی نفی کرے گا' وہ اس آیت کریمہ کا منکر ٹھہرے گا اور آیت کریمہ کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ نے تفسیر بغوی میں' قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں' سیّد محمود آلوسی نے روح المعانی میں اس آیت کریمہ کے تحت اس کا شانِ نزول کچھ اس طرح بیان فرمایا:

''قال السدی: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عرضت علی امتی فی صورها فی الطین کما عرضت علٰی آدم واعلمت من یؤمن بی ومن یکفر فبلغ ذلك المنافقین' فقالوا استهزآء: زعم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انه یعلم من یومن به ومن یکفر ممن لم یخلق بعد ونحن معه وما یعرفنا' فبلغ ذلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیه ثم قال: ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسالونی عن شیء فیما بینکم وبین الساعة الا نبأتکم به ۔ فقال عبد اللہ بن حذافة: فقال من ابی یا رسول اللہ؟ فقال: حذافة' فقام عمر فقال: یا رسول اللہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقرآن اماما وبك نبیا فاعف عنا عفا اللہ تعالٰی عنك' فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فهل انتم منتهون هل انتم منتهون' ثم نزل عن المنبر فانزل اللہ تعالٰی هذه الآیة''۔ (تفسیر معالم التنزیل' جلد اوّل صفحہ ۲۹۷' دار الکتب العلمیہ) (التفسیر المظہری جلد اوّل صفحہ ۵۹۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ) (تفسیر روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۴۷۵' مکتبہ رشیدیہ)

(ترجمہ:) ''سعدی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری اُمت خاکی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کی گئی' پس میں جان گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا' منافقین کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا) مذاق بناتے ہوئے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو یہ گمان کرتے ہیں کہ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے' وہ ان کے ایمان اور کفر کو جانتے ہیں جبکہ ہم ان کے درمیان ہیں یہ ہمیں تو پہچانتے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سمع مبارک تک جب یہ بات پہنچی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ جل مجدہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم پر اعتراض و طعن کرتے ہیں' تم مجھ سے آج سے قیامت تک جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو' میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے' عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے' عرض کرنے لگے کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر' قرآن کے امام ہونے پر اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں' آپ ہمیں معاف فرما دیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم رُکنے والے ہو؟ کیا تم رُکنے والے ہو؟ یعنی میرے علم پر اعتراض کرنے سے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی آل عمران:۱۷۹ نازل فرمائی"۔

اس شانِ نزول سے چند باتیں معلوم ہوئی:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پوری اُمت کے ایمان وکفر کا علم ہے اور کسی کا مؤمن یا کافر ہونا جبکہ وہ ابھی پیدا بھی نہ ہوا ہو' غیبی امر ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے پر اعتراض وتنقید کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ چنانچہ آج بھی جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا منکر ہے' دراصل اس کا قارورہ منافقین کے ساتھ ملتا ہے۔

(۳) عطائی علم غیب کے منکرین کے لیے یہ جملہ تازیانہ عبرت ہے: "**ما بال اقوام طعنوا فی علمی**" کہ اس قوم کا کتنا بُرا انجام ہوگا جو میرے پر اعتراض کرتے ہیں۔ سو وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو شیطان کے علم سے کمتر مانتے ہیں یا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم عظیم کو چوپایوں' مجنونوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں' انہیں اپنے انجامِ آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

(۴) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلع علی الغیب ہیں' کیونکہ یہ سوال "**من ابی**" میرا باپ کون ہے؟ ایک غیبی معاملہ کے متعلق سوال ہے' سو اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باذنِ اللہ تعالیٰ غیب جانتے ہیں تو یہ سوال ہرگز نہ کرتے۔ سو صحابہ کے نام پر پوری دنیا سے چندہ وصول کر کے عیاشی کرنے والوں کو صحابہ کا عقیدہ بھی اپنانا چاہیے۔

(۵) حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان "**لا تسألونی عن شیء فیما بینکم وبین الساعة الا نبأتکم به**" سے معلوم ہوا کہ قیامت کے احوال وواقعات اور اعمال وافعال باذن اللہ تعالیٰ مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے ہیں اور جو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس صریح فرمان کے بعد بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ آپ کو دیوار پار یا کل کی بات کا علم نہیں تو وہ شانِ رسالت میں تنقیص کا مرتکب ہے۔

اس پر تفصیلی دلائل تو انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئیں گے۔ سردست عقیدہ اہل سنت کی وضاحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

آپ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

''از زمان آدم تا نفخہ اولیٰ بروئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اوّل و آخر معلوم گردد و یاران خود را نیز از بعضے احوال خبر داد''۔ (مدارج النبوۃ صفحہ ۱۴۴' مکتبہ نوریہ رضویہ' لاہور)

(ترجمہ:) ''حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر پہلی دفعہ صور پھونکنے تک جو کچھ دنیا میں ہے' وہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف کر دیا گیا' یہاں تک کہ اوّل سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہو گئے اور آپ نے بعض احوال کی خبر صحابہ کرام کو بھی دی''۔

آل عمران: ۱۷۹ کی تفسیر میں چند علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں!

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ تم سب کو غیب کا عالم نہیں بنائے گا جسے رسول کا علم ہے حتیٰ کہ تم رسول سے مستغنی ہو جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رسالت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے..... سو غیب پر مطلع ہونا انبیاء علیہم السلام کے خواص میں سے ہے''۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع کرنے کے لیے اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے''۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۸۹)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ علم الغیب سے جس پر چاہے اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے' پس رسول کا غیب پر مطلع ہونا' اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف وحی کے ذریعے ہے' سو اللہ تعالیٰ غیب سے یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے اور فلاں میں نفاق ہے اور یہ ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے' خود بہ خود بغیر واسطہ وحی کے معلوم نہیں ہوتا''۔

(البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۴۴۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ نفوسِ قدسیہ میں سے بعض اہل کشف کو بھی غیب پر مطلع فرماتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بطور وراثت ہے' یعنی انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے' اور انبیاء علیہم السلام کو بلاواسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے''۔ (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۱۳۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ عام لوگوں کو بلاواسطہ کسی یقینی غیب کی اطلاع نہیں دی جاتی۔ انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے''۔

Marfat.com

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اور اس آیت سے کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے۔ اس میں رسل کی شرکت ہو گئی کیونکہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں' اس علم کا ذاتی ہونا اور اس علم کا محیط ہونا۔ یہاں ذاتی اس لیے نہیں ہے کہ وحی سے ہے اور محیط اس لیے نہیں کہ بعض اُمور خاص مراد ہیں''۔ (بیان القرآن جلد ا صفحہ ۱۵۰' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور' کراچی)

مفسرین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اللہ جل مجدہ نے بالعموم اپنے انبیاء اور بالخصوص تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیوب پر مطلع فرمایا ہے اور جو قرآن مجید کی اس نص صریح کے باوجود حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلیتًا غیب کی نفی کرتا ہے' وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

دلیل نمبر ۲: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

''عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا O اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ'' ۔ (الجن: ۲۷-۲۶)

(ترجمہ:) ''(اللہ) غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا O سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے''۔

اس آیت کریمہ میں ''غیبہ'' میں غیب مضاف ہے اور ''ہ'' ضمیر مضاف الیہ ہے' جس کا مرجع اللہ رب العزت کی ذات ہے' مراد ہے: ''اللہ کا غیب'' اور عربی اسلوب و کلام سے شناسا لوگ جانتے ہیں کہ اضافت سے مضاف میں تخصیص اور خصوصیت آ جاتی ہے۔ اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ اپنا خاص غیب بھی اپنے رسولوں پر ظاہر فرما دیتا ہے' اس خاص غیب سے مراد کیا ہے؟ اس کے متعلق مفسر شہیر' فخر الدین والملۃ' امام المعقول والمنقول' امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''عالم الغیب فلا یظهر علٰی غیبه المخصوص وهو قیام القیامة احدا ثم قال بعده لکن من ارتضٰی من رسول'' ۔ (التفسیر الکبیر جلد ۱۰ صفحہ ۶۷۸' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا' البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

''قال ابن زید فی قوله تعالٰی (فلا یظهر علٰی غیبه احدا الا من ارتضٰی من رسول) قال: ینزل من غیبه ماشآء علی الانبیآء انزل علٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الغیب القرآن' وفیه بالغیب بما یکون یوم القیامة'' ۔ (جامع البیان جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''ابن زید نے کہا کہ اللہ رب العزت کے اس فرمان (فلا یظهر علٰی غیبه احدا الا من ارتضٰی من رسول) کا مطلب یہ ہے: وہ اپنے غیب میں سے جو چاہے اپنے انبیاء پر ظاہر فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر جو غیب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وہ قرآن ہے' جس میں قیامت تک ہونے والے احوال' واقعات اور حوادثات کی خبریں ہیں''۔

امام طبری نے یہی قول' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت قتادہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نقل فرمایا ہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

''قوله تعالیٰ: عالم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول' هذه کقوله تعالیٰ: (ولا یحیطون بشیء من علمه الا بماشآء) وهکذا قال هٰهنا: انه یعلم الغیب والشهادة' وانه لا یطلع احد من خلقه علیٰ شیء من علمه الا مما اطلعه تعالیٰ علیه (عٰلم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول)' وهذا یعم الرسول الملکی والبشریٰ'۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۴۱۸' مؤسسۃ الریان' بیروت)

(ترجمہ:) ''اللہ جل مجدہ کا یہ فرمان ''عٰلم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول'' یہ اللہ رب العزت کے اس فرمان کی طرح ہے: ''ولا یحیطون بشیء من علمه الا بماشآء'' کہ مخلوق اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی مگر جتنا وہ چاہے۔ اور اسی طرح اللہ رب العزت نے یہاں بھی یہی فرمایا ہے' بے شک غیب اور شہادت کا جاننے والا وہی ہے اور اس کی مخلوق میں سے کوئی علم غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا مگر وہی مطلع ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اور یہ آیت ''عٰلم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول'' فرشتوں اور انسانوں دونوں کے رسولوں کو شامل ہے''۔

علامہ صاوی تفسیر جلالین کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''قوله (فلا یظهر علیٰ غیبه احدا) ای اظهارا تاما کاملا فلیس فی الأیة ما یدل علیٰ نفی کرامات الأولیاء المتعلقة بالکشف' ولکن اطلاع الانبیاء علی الغیب' اقویٰ من اطلاع الاولیاء' لان اطلاع الانبیاء یکون بالوحی' وهو معصوم من کل نقص' بخلاف اطلاع الاولیاء' فعصمة الانبیاء واجبة' وعصمة الاولیاء جائز''۔ (حاشیۃ الصاوی جزء ۶ صفحہ ۲۲۵۶' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''(فلا یظهر علیٰ غیبه احدا) اس سے مراد کامل اور تام طور پر اظہار ہے اور اس آیت میں اولیاء کرام کی ان کرامات کی نفی نہیں جو کہ کشف کے ساتھ متعلق ہیں' لیکن انبیاء علیہم السلام کی غیب پر اطلاع اولیاء کی اطلاع سے زیادہ قوی ہوتی ہے' اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی غیوب پر اطلاع وحی کے ساتھ ہوتی ہے اور وحی ہر نقص سے پاک ہوتی ہے' بخلاف اولیاء کی اطلاع کے کہ وہ وحی نہیں بلکہ الہام کے ساتھ ہوتی ہے''۔

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے بھی ''روح البیان'' میں اسی طرح لکھا ہے اور انہوں نے اولیاء کرام علیہم الرضوان کے

Marfat.com

غیبی کشف کے متعلق ایک واقعہ بھی نقل فرمایا ہے:

''قال الجنید قدس سرہ: قعد علی غلام نصرانی' وقال: ایھا الشیخ ما معنیٰ قولہ علیہ السلام: اتقوا فراسۃ المؤمن' فانہ ینظر بنور اللّٰہ (سنن ترمذی:۳۱۲۷) قال: فاطرقت راسی ورفعت فقلت اسلم اسلم فقد حان وقت اسلامک فاسلم الغلام''۔ (تفسیر روح البیان جلد۱۰ صفحہ۲۳۴' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

(ترجمہ:) ''سیّد الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک نصرانی جوان آ کر بیٹھا اور اس نے پوچھا: اے شیخ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ تم مؤمن کی فراست سے ڈرو' اس لیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے (ترمذی)۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ میں نے اپنا سر جھکا لیا پھر سر اُٹھایا اور کہا: (اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ) تُو اسلام لے آ' تُو اسلام لے آ کیونکہ تیرے اسلام کا وقت آ چکا ہے' سو وہ جوان اسی مجلس میں مسلمان ہو گیا''۔

غیر مقلد عالم محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کی اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسولوں کو جس قدر غیب پر چاہتا ہے مطلع فرماتا ہے' پس کیا رسول کے لیے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جس قدر غیب پر مطلع فرمایا ہے' اس میں سے وہ اپنی اُمت کے بعض افراد کو مطلع فرما دے؟ میں کہتا ہوں کہ ہاں! یہ ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے اور جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی معرفت ہے' ان سے یہ امر مخفی نہیں ہے' اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرما رہے تھے اور آئندہ ہونے والے فتنوں میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا' جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا' اس نے بھلا دیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:۳۱۹۲) اسی طرح حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مستقبل میں برپا ہونے والے فتنوں کی خبر دیتے تھے' جن کی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۹۱) حتیٰ کہ اکابر صحابہ حضرت حذیفہ سے ان فتنوں کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور اسی طرح کی بہت زیادہ احادیث ہیں' اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے گی اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اُمت کے بعض صالحین کو غیب کی ان خبروں کے ساتھ خاص کر لیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہیں' اور وہ صالحین اپنے بعد کے لوگوں کو ان غیب کی خبروں پر مطلع کر دیں اور صالحین کی کرامت اسی طور سے ہیں اور یہ سب فیض ربانی ہے' جو حضرت رسالت کے واسطہ سے حاصل ہوا ہے''۔

(فتح القدیر جلد۵ صفحہ۴۱۴۔۴۱۳' دار الوفاء' ۱۴۱۸ھ)

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''یعنی غیب کا پورا علم اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے اور یہ مکمل علم غیب وہ کسی کو بھی نہیں دیتا۔ یعنی رسول بجائے خود عالم الغیب نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ جب اس کو رسالت کا فریضہ انجام دینے کیلئے منتخب فرماتا ہے تو غیب کے حقائق میں سے جن چیزوں کا علم وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ سے غیب کے حقائق کا علم رسول کے پاس بھیجتا ہے تو اس کی نگہبانی کے لیے ہر طرف فرشتے مقرر فرما دیتا ہے تاکہ وہ علم نہایت محفوظ طریقہ سے رسول تک پہنچ جائے اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہونے پائے''۔

(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۲۱' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ستمبر ۱۹۹۰ء)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے لکھا:

''کسی بے وقوف کو اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بھی غیب کی چیز کی خبر نہیں' تو پھر وہ رسول کیا ہوئے' کیونکہ رسول کے پاس تو اللہ تعالیٰ ہزاروں غیب کی خبریں بذریعہ وحی بھیجتے ہیں اور جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی نہ آئے' وہ نبی و رسول نہیں کہلا سکتا۔ اس لیے آگے آیت میں ایک استثناء کا ذکر فرمایا''۔

(معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۵۸۱)

دلیل نمبر ۳: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باذن اللہ تعالیٰ غیوب پر مطلع ہونے کی واضح' صریح اور غیر مبہم تیسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

ارشادِ رب العزت ہے:

''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ○'' (التکویر: ۲۴)

(ترجمہ:) ''اور وہ غیب (بتانے) پر بخیل نہیں ○''

اس آیت کریمہ میں اگر ''ھو'' ضمیر کا مرجع' اللہ رب العزت کی ذات مانیں تب بھی ہمارا مدعا اور مقصود ثابت ہوتا ہے اور اگر ''ھو'' ضمیر کا مرجع' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مانیں تب بھی عقیدہ اہل سنت کا اثبات' حقانیت اور صداقت ثابت ہوتی ہے۔

''ھو'' ضمیر سے اگر اللہ رب العزت کی ذات مراد ہو تو معنی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ غیب بتانے پر بخیل نہیں' اور اللہ رب العزت سے یہ بخل کی نفی تب ہو گی جب وہ اپنے رسولوں کو غیوبِ کثیرہ پر مطلع فرمائے گا' سو جس طرح وہ اپنے بندوں کو ارزاق' معیشت اور جود و کرم کی وسعت عطا فرماتا ہے' اسی وسعت عطا اور وسعت جود کے ساتھ وہ اپنے محبوب بندوں کو غیوب پر مطلع بھی فرماتا ہے۔ اور اگر ''ھو'' ضمیر کا مرجع حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس ہو جو کہ اس مقام پر اولیٰ و انسب ہے' اس لیے کہ قریب میں ذکر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور ضمائر کو قریب کے مرجع کی طرف لوٹانا زیادہ مناسب ہے۔ اب معنی یہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کو غیوب کی خبریں دینے میں بخیل نہیں بلکہ سخی ہیں' ایک ہی مجلس

Marfat.com

میں کھڑے ہو کر ابتدائے خلق سے لے کر انتہائے خلق اور روزِ اوّل سے لے کر روزِ آخر تک کی خبریں تمہیں دیتے ہیں' قیامت تک ہونے والے احوال' واقعات اور فتن کی خبریں تمہیں بڑی کشادہ دلی سے دیتے ہیں۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب بتانے پر سخی تب ہو سکتے ہیں جب آپ کے پاس اللہ جل مجدہ کی عطا سے غیب کا علم ہو۔ سو یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے پر دلیل قاطع ساطع ہے۔

امام ابن جریر طبری' ابراہیم نخعی' سفیان ثوری اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر نقل کرتے ہیں:

''عن قتادة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' قولہ (وما ھو علی الغیب بضنین) قال: ان ھذا القرآن غیب' فاعطاہ اللّٰہ عزوجل محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فبذلہ وعلمہ ودعا الیہ واللّٰہ ماضن بہٖ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(تفسیر طبری جلد ۱۲ صفحہ ۴۷۳' رقم الحدیث: ۳۶۵۳۴)

(ترجمہ:) ''حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' آپ نے اللہ رب العزت کے اس فرمان (وما ھو علی الغیب بضنین) کے متعلق ارشاد فرمایا: بے شک یہ قرآن غیب ہے (یعنی اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہے)' پس اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا تو انہوں نے فراخ دلی سے غیوب کے خزانے خرچ کیے اور اُمت کو اس کی تعلیم دی اور اس قرآن کی طرف بلایا' خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرآن میں سے کچھ بخل نہیں کیا''۔

دلیل نمبر ٤: اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

''وَ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا○'' (النساء: ۱۱۳)

(ترجمہ:) ''اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں ہر اس شے کا علم دے دیا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے○''

یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم و معارف کی وسعت پر ایک واضح دلیل ہے۔ اہل معرفت و اہل فہم اور اہل فکر و نظر اور اربابِ بصیرت پر اس آیت کریمہ میں ادنیٰ تامل و تدبر سے واضح ہو جائے گا کہ اللہ جل مجدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقائق و دقائق اور معارف و علوم کے بحرِ ذخار اور بحرِ بیکراں عطا فرمائے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی وسعت پر پہلی دلیل لفظ ''مـــا'' ہے جو عموم و شمول پر دلالت کرتا ہے۔ اب آیت کریمہ کا معنی یہ ہو گا کہ محبوب جو کچھ علوم میں سے تم نہ جانتے تھے خواہ وہ شرعی علم ہو یا غیبی علم' اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر وہ علم محبوب تمہیں عطا فرما دیا ہے۔ سو اس آیت کریمہ کے اس عموم کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش کیسے باقی رہتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں فلاں چیز کو نہیں جانتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو فضل عظیم قرار دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ جل مجدہ جیسا عظیم رب جس علم کو عظیم قرار دے' اس کی وسعت اور معنویت کا مخلوق کیسے احاطہ واحصا اور ادرک وتعقل کر سکتی ہے جبکہ اس عظیم ذات نے جس دنیا کو قلیل قرار دیا ہے۔ پوری مخلوق اس قلیل کے احصا وشمار سے عاجز ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

''قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ج'' ۔ (النساء:۷۷)

(ترجمہ:) ''محبوب! تم فرماؤ دنیا کا سامان تھوڑا ہے''۔

ریت ومٹی کے ذرّات' سمندروں' دریاؤں کے قطرات' اشجار کے پتے' آسمان کے ستارے اور جملہ مخلوقات اس دنیا کا حصہ ہیں۔ سو جب یہ دنیا اتنی وسعت کے باوجود نگاہِ ایزدی میں قلیل ہے اور مخلوق اس کے شمار وادراک سے بھی عاجز ہے تو جس علم کو اللہ تبارک وتعالیٰ علم عظیم قرار دے' اس کی وسعت کا کون ادراک کر سکتا ہے؟ فافھم وتدبر!

اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں!

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

''(وعلمك ما لم تكن تعلم) من خبر الاوّلين والآخرين وما كان وما هو كائن' فكل ذلك من فضل الله عليك'' ۔ (جامع البیان جلد۴ صفحہ ۲۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اور اللہ نے محبوب تمہیں ہر اس شے کا علم دے دیا جو تم نہیں جانتے تھے' اس سے مراد یہ ہے کہ اوّلین اور آخرین کی خبروں سے اور ما کان یعنی جو کچھ ہو چکا اور ما کائن جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے' میں سے جو محبوب تم نہیں جانتے تھے ہر اس شے کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دیا اور یہ سب آپ کے اللہ جل مجدہ کا فضل ہے''۔

اہل سنت اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ما کان اور ما یکون کا بتعلیم اللہ علم مانیں تو جمیع وہابیہ اور دیوبندان پر فتوائے شرک لگاتے ہیں' اگر ان میں ایمانی غیرت ہے تو امام ابن جریر طبری جو علم تفسیر میں جمیع مفسرین سے سابق' سب کے مقتدا اور مرجع ہیں' ان کی اس عبارت ''وما كان وما هو كائن'' پر کفر وشرک کا فتویٰ لگائیں' اور اگر ان پر یہ جرأت نہیں کرتے تو خدارا اہل سنت بھی انہیں دلائل سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کی وسعت ثابت کرتے ہیں' ان پر اتہام شرک وکفر کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے؟ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرات امام اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا یہ عقیدہ خانہ زاد اور خود ساختہ عقیدہ نہیں بلکہ اسلاف کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سلف صالحین کے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

امام ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی متوفی ۵۱۶ھ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''وعلمك ما لم تكن تعلم من الاحكام' وقيل: من علم الغيب'' .

(تفسیر معالم التنزیل جلداوّل صفحہ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اورمحبوب جوتم نہیں جانتے تھے اللہ نے ہراس شے کاعلم حبیب آپ کوعطا فرمادیا۔اس سے مراداحکامِ شرعیہ ہیں اورایک قول کے مطابق علم غیب ہے''۔

تفسیر جلالین میں ہے:

''وعلمك ما لم تكن تعلم من الاحكام والغيب'' . (حاشیۃ الصاوی جزء ثانی صفحہ۴۳۵' دارالفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''اورمحبوب تم جونہ جانتے تھے ہراس شے کاعلم اللہ نے تمہیں عطا فرمادیا ہے' اس سے مراداحکام اورغیب کاعلم ہے''۔

یعنی احکامِ شرعیہ اورغیبیہ میں سے جومعاملات حضورِاقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پرمخفی تھے' اللہ تعالیٰ نے ہراس کاعلم اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوعطا فرمادیا۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

''وعلمك العلوم بالاسرار والمغيبات'' . (تفسیر مظہری جلد۲صفحہ۲۱۶' مکتبہ رشیدیہ)

(ترجمہ:) ''اوراللہ نے آپ کوعلم دے دیا' یعنی اسراراورغیوب کے علوم آپ کوعطا فرمائے''۔

علامہ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۷ھ لکھتے ہیں:

''وعلمك ما لم تكن تعلم اى من خفيات الامور وضمائر القلوب'' .

(تفسیر الکشاف صفحہ۲۵۹' دارالمعرفہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اورمحبوب تم جونہ جانتے تھے اللہ نے ہراس شے کاعلم تمہیں عطا فرمادیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ پوشیدہ معاملات اوردلوں کے بھید کاعلم تمہیں عطا فرمایا ہے''۔

امام اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''وعلمك بالوحى من الغيب وخفيات الامور'' . (تفسیر روح البیان جلد۲صفحہ۳۴۳' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

(ترجمہ:) ''اوراللہ تعالیٰ نے محبوب تمہیں علم دیا' یعنی وحی کے ذریعے غیب کااور پوشیدہ معاملات کا''۔

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی جلد۵صفحہ۱۸۷' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ' میں اس آیت کریمہ کی یہی تفسیر کی ہے۔

دلیل نمبر ۵: اللہ رب العزت نے ارشادفرمایا:

''ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ط'' . (آل عمران:۴۴)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''یہ غیب کی خبریں ہیں کہ جن کی محبوب ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں''۔

کسی بھی چیز کی خبر' اس کے علم کو لازم ہے' اس لیے کہ علم کے تین اسباب' متکلمین نے بیان فرمائے ہیں:

(۱) حواسِ خمسہ (۲) وحی (۳) خبر صادق۔

چنانچہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

''اسباب العلم ثلاثة' حواس و خبر صادق ووحی'' ۔ (شرح عقائد)

(ترجمہ:) ''علم کے تین اسباب ہیں: حواسِ خمسہ' خبر صادق اور وحی''۔

سو جب اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیوب کی خبریں دی ہیں تو یہ اس کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علومِ غیبیہ عطا فرمائے ہیں۔

دلیل نمبر ٦: اللہ جل مجدہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ'' ۔ (الانعام:۷۵)

(ترجمہ:) ''اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی''۔

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

''ان اللّٰه اراه الملكوت بالعين قالوا ان اللّٰه تعالٰی شق له السموات حتی رأی العرش والكرسی والٰی حیث ینتهی فوقیة العالم الجسمانی وشق له الارض الی حیث ینتهی الی السطح الآخر من العالم الجسمانی ورای ما فی السموات من العجائب والبدائع ورای ما فی باطن الارض من العجائب والغرائب'' ۔ (التفسیر الکبیر جلد۴ صفحہ۷۳' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام ملکوت ان کی آنکھ سے دکھلائے یہاں تک کہ تمام آسمانوں کے پار انہیں عرش اور کرسی دکھلائی۔ غرضیکہ اوپر کی جانب میں جو کچھ بھی تھا وہ بھی دکھلایا' پھر نیچے کی جانب زمین کی آخری گہرائی تک میں جو کچھ تھا وہ دکھلایا اور آسمان و زمین کے عجائب و غرائب بھی اسی طرح دکھلائے جیسے ان کی ظاہری نشانیاں دکھلائی تھیں''۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی اس آیت کے تحت بیان فرماتے ہیں:

''العجائب التی فی السموٰت والارض فانه علیه السلام فرجت له السموات السبع فنظر الٰی ما فیهن حتی انتهی بصره الی العرش وفرجت له الارضون السبع فنظر الٰی ما فیهن'' ۔

(تفسیر روح المعانی جزء سابع صفحہ۲۵۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

(ترجمہ:) ''یعنی وہ عجائبات جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' پس بے شک آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے سات

Marfat.com

آسمانوں کو کھول دیا گیا اور جو کچھ ان میں تھا' وہ سب آپ نے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی نگاہِ مبارک عرش تک پہنچ گئی اور آپ کے لیے سات زمینوں کو کھول دیا گیا' پس جو کچھ ان میں ہے' آپ نے وہ سب ملاحظہ فرمالیا''۔

علامہ قرطبی نے بھی بعینہٖ اسی طرح فرمایا' چنانچہ فرماتے ہیں:

''فرجت له السموات السبع فنظر اليهن حتى انتهٰى الى العرش وفرجت له الارضون فنظر اليهن'' ۔ (تفسیر قرطبی جلد ۷ صفحہ ۲۵' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(ترجمہ:) ''آپ کے لیے سات آسمان کھول دیئے گئے' پس آپ نے ان کی طرف دیکھا یہاں تک کہ آپ کی نظر عرش تک پہنچ گئی' اور زمینوں کو کھول دیا گیا یہاں تک کہ آپ نے ان کی طرف دیکھا''۔

یہی عبارت تفسیر ابن ابی حاتم جلد ۴ صفحہ ۱۳۲۶ میں ہے اور سعودی عرب سے جو اُردو تفسیر چھپ کر آ رہی ہے' اس میں قاضی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر کے حوالے سے یہی عبارت موجود ہے۔

سو متعدد مفسرین نے اس آیت کریمہ کے تحت بیان فرمایا کہ اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ کو اتنا قوی اور وسیع کر دیا کہ آپ نے عرشِ معلّٰی سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات و موجودات کا مشاہدہ کر لیا اور زمین و آسمان کا کوئی ذرّہ آپ کی نگاہ سے مخفی نہ رہا۔ محلِ تدبر ہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ' رؤیت' بصارت' علم' مکاشفہ اور مشاہدہ کی یہ وسعت ہے تو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھی نبی' رسول اور سردار ہیں' اُن کی وسعت' بصارت و رؤیت اور وسعت علم و مشاہدہ کا کیا عالم ہوگا؟

چنانچہ ترمذی میں حدیث موجود ہے کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وسعت علم اور وسعت مشاہدہ پر سورۃ الانعام کی یہی آیت نمبر: ۷۵ بطور دلیل کے پیش فرمائی' حدیث ملاحظہ فرمائیں:

''عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما' ان النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: اتانى ربى فى احسن صورة' فقال: يا محمد' فقلت: لبيك وسعديك قال: فيم يختصم ملأ الاعلٰى' فقلت: لا ادرى فوضع يده بين كتفيى فوجدت برده بين ثديى فعلمت ما فى السموات وما فى الارض' وفى رواية: فعلمت ما بين المشرق والمغرب' وفى رواية: فتجلى لى كل شىء وعرفت وتلا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وكذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض) رواه الترمذى وقال: هذا حديث حسن صحيح''۔

(سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: سورۃ ص' رقم الحدیث: ۳۲۳۳_۳۲۳۴_۳۲۳۵' دارالمعرفۃ' بیروت) (مسند احمد رقم الحدیث: ۴۵۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۸۶' المستدرک رقم الحدیث: ۴۵۶' مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۲۶۰۸' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۶۸۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۱۱۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۱۶' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۶۶۸)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے

Marfat.com

پاس میرا رب احسن صورت میں آیا (جو اس کے شایانِ شان ہے) اور فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے عرض کی: میں بار بار حاضر ہوں! فرمایا: عالم بالا کے فرشتے کس بات پر جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کی: اے میرے رب! میں نہیں جانتا' پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی' پس آسمان اور زمین میں جو کچھ تھا' وہ میں جان گیا اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ مشرق اور مغرب کے مابین جو کچھ تھا وہ میں جان گیا اور ایک روایت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے اسے پہچان لیا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استدلالاً اور استشہاداً یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: (وکذلك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض)''۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور فرماتے ہیں کہ:

''سالت محمد بن اسماعیل عن هذا الحدیث' فقال: هذا حدیث حسن صحیح''۔

(ترجمہ:) ''میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو آپ نے بھی فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے''۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آیت پڑھنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر اللہ جل مجدہ' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اتنی وسیع بصارت اور ایسا عظیم مشاہدہ عطا فرما سکتا ہے تو میں تو اللہ جل مجدہ کا حبیب اعظم ہوں' مجھے ایسا بلکہ اس سے بھی اقوی و اکمل مشاہدہ کیوں نہیں عطا فرما سکتا۔

اس حدیث میں لفظ ''کل شیء'' سے علماء نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم کلی کا استنباط کیا ہے' اور اس لیے بھی کہ لفظ کل ''موجبہ کلیہ'' کا سور ہے اور جب اس کی اضافت نکرہ کی طرف ہو تو یہ بطریق تاکید' عموم و شمول کے لیے آتا ہے اور مدخول کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ محقق' مدقق' امام علامہ تفتازانی ''توضیح تلویح'' میں فرماتے ہیں:

''اذا اضیف کل الی النکرة فهو لعموم افرادها''۔ (توضیح تلویح صفحہ ۱۲۳)

(ترجمہ:) ''جب کل کی اضافت نکرہ کی طرف ہو تو وہ اس کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے''۔

اس حدیث کے تحت شارحین نے جو شرح کی ہے' وہ عقیدہ اہل سنت کی تائید و توثیق میں ایک مستند و محکم دلیل ہے۔ چنانچہ امام شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ فرماتے ہیں:

''قوله علیه السلام فعلمت ما فی السماء والارض یدل علیٰ ان ذالك الفیض صار سببا لعلمه ثم استشهد بالآیة والمعنیٰ انه تعالیٰ کما اریٰ ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام ملکوت السمٰوٰت والارض وکشف له ذالك فتح علی ابواب الغیوب حتی علمت ما فیها من الذوات والصفات والظواهر والمغیبات.....الیٰ قوله.....ثم ان الحبیب حصل له عین الیقین باللّٰه والخلیل

علم الیقین باللّٰہ والحبیب علم الاشیاء کلھا والخلیل رای ملکوت الاشیاء''۔

(شرح الطیبی علیٰ مشکوٰۃ المصابیح جلد۲ صفحہ۲۹۱۔۲۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا' میں نے سب جان لیا۔ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فیض (جو اللہ جل مجدہ نے عطا فرمایا) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا سبب بنا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت کریمہ (**وکذالك نری ابراھیم**) سے استدلال واستشہاد فرمایا اور اس کا معنی یہ ہے کہ جیسے اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت کو مشاہدہ کروایا' اسی طرح اللہ جل مجدہ نے مجھ پر غیوب کے دروازے کھول گئے' یہاں تک کہ میں نے آسمان اور زمین میں موجود تمام ذوات کو' ان کی صفات اور ان کے ظاہر و باطن کو جان لیا۔ پھر (حبیب اور خلیل کا فرق بیان کرتے ہوئے) اس مشاہدہ سے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہ کی ذات پر عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا اور خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مشاہدہ سے اللہ کی ذات پر علم الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام اشیاء کو جان لیا جبکہ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ملکوت کی اشیاء کو دیکھا''۔

امام علی بن سلطان قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

''قال ابن الحجر: ای جمیع الکائنات التی فی السمٰوٰت بل وما فوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تجتھا''۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح جلد۲ صفحہ۴۰۰' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(ترجمہ:) ''علامہ ابن حجر مکی نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام کائنات کو جان لیا جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس سے بھی اوپر' جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور زمین کا لفظ حدیث میں جنس کے معنی میں ہے اور یعنی سات زمینیں بلکہ اس سے بھی نیچے جو حقائق تھے' ان تمام کو جان لیا''۔

''قال الشیخ عبد الحق المحدث رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ: این عبارت است از حصول تمام علوم جزوی و کلی احاطہ آن''۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ۳۳۳)

(ترجمہ:) ''محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں: آپ کا یہ قول اس سے عبارت ہے کہ آپ کو تمام جزوی وکلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا''۔

دلیل نمبر ۷: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ''۔ (الانفال:۶۴)

(ترجمہ:) ''اے (عظمت والے) نبی!''۔

Marfat.com

لفظ نبی، فعیل کے وزن پر اسم فاعل بمعنی مخبر ہے۔ اس کا معنی ہے: خبر دینے والا، اس لیے کہ ''نبی'' کا مادہ اشتقاق نباء ہے، اور ''نبـــاء'' کا معنی ہے: خبر اور نبی کا معنی ہے: خبر دینے والا، تو ظاہر ہے کہ نبی محسوس اور مشاہد چیزوں کی خبر دینے نہیں آتا بلکہ نبی ماورائے عقل و ادراک اور حواسِ خمسہ سے بالاتر غیبی اُمور کی خبر دینے آتا ہے۔ سو اگر نبی، غیب پر مطلع نہ ہو تو وہ غیب کی خبر کس طرح دے گا؟ جس کا مقصد یہ ہے کہ لفظ نبی کے مادہ اشتقاق کا اقتضاء یہ ہے کہ ہر نبی کو غیوب کی اخبار سے حظ وافر عطا کیا جائے۔ چنانچہ کثیر محققین نے ''نبوت'' کا معنی ہی یہ کیا ہے کہ وہ ذات جس کو اللہ تعالیٰ غیوب پر مطلع فرما دے۔ چنانچہ لغت کی مشہور کتاب ''المنجد'' جو علمائے دیوبند کی معتمد اور مؤید لغت کی کتاب ہے، اس میں ہے:

''النبوء ة والنبوة'' اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی بات بتانا۔

''النبی والنبیّ'' اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا۔ (المنجد صفحہ ۸۷۱، خزینہ علم وادب، لاہور)

امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

''فالنبوة فی لغة ماخوذة من النباء والمعنٰی ان اللّٰه تعالٰی اطلعه علٰی غیبه ۔ (آگے لکھتے ہیں:) النبوة، هی الاطلاع علی الغیب'' ۔ (الشفاء صفحہ ۱۵۶، دار ابن حزم، بیروت)

(ترجمہ:) ''لفظ ''نبوت'' لغت میں ''نباء'' سے مشتق و ماخوذ ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو غیب پر مطلع کرتا ہے اور نبوت کا معنی ہی غیب پر اطلاع ہے''۔

علامہ شیخ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ فرماتے ہیں:

''النبوة هی الاطلاع علی الغیب'' ۔ (المواهب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(ترجمہ:) ''نبوت کا معنی ہی غیب پر مطلع ہونا ہے''۔

امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

''ان له صفة یدرك ما یکون فی الغیب'' ۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۹۰)

(ترجمہ:) ''نبی کی یہ صفت ہے کہ اس کی ذات میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ آئندہ ہونے والے اُمورِ غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے''۔

دلیل نمبر ۸: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے پر آٹھویں دلیل یہ آیت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ'' ۔ (یوسف:۱۰۲)

(ترجمہ:) ''یہ غیب کی خبریں ہیں جس غیب پر ہم آپ کو بذریعۂ وحی مطلع کرتے ہیں''۔

دلیل نمبر ۹: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطلع علی الغیب ہونے کی یہ آیت بھی دلیل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

''وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًاO'' (الکہف:۶۵)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا تھاO''

یہ علم لدنی کیا ہے؟

مفسر شہیر علامہ غلام رسول سعیدی زادمجدہ اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر محمد بن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

''کان رجلا یعلم علم الغیب''۔ (جامع البیان جز ۱۵ صفحہ ۳۴۷' دارالفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت خضر ایسے شخص تھے جو علم الغیب جانتے تھے''۔

امام علی بن احمد نیشاپوری متوفی ۴۵۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

''قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما اعطیناہ علما من علم الغیب''۔

(الوسیط جلد ۳ صفحہ ۱۵۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہم نے اس کو علمِ غیب سے علم عطا فرمایا''۔

علامہ ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ نے لکھا ہے:

''حضرت خضر کو باطن کا علم دیا گیا تھا''۔ (المحرر الوجیز جلد ۱۰ صفحہ ۴۲۵' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ)

علامہ قرطبی مالکی اندلسی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے:

''ہم نے ان کو علم الغیب کی تعلیم دی تھی''۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ صفحہ ۳۹۱' مطبوعہ دارالفکر)

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے لکھا ہے:

''ان کو ان علوم کی تعلیم دی تھی جو ہمارے ساتھ مختص ہیں اور جن کا علم ہماری توفیق کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ علم الغیوب ہے''۔ (تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی جلد ۶ صفحہ ۲۰۶۔۲۰۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

''ہم نے ان کو وہ علوم سکھائے جو ہمارے ساتھ مختص ہیں اور وہ غیوب کی خبریں ہیں''۔

(البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۰۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

''یعنی وہ علم سکھایا جس کی کنہ کو جانا نہیں جا سکتا' نہ اس کی مقدار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور وہ علم الغیوب ہے''۔

(تفسیر ابی مسعود جلد ۴ صفحہ ۲۰۳' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

''اللہ سبحانہ نے ان کو اس علم غیب سے تعلیم دی جو اس کے ساتھ خاص ہے''۔

(فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۴۱۳۔۴۱۲' مطبوعہ دارالوفا' بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے:

''وہ علم الغیب اور اسرار العلوم الخفیہ ہیں''۔ (روح المعانی جز ۱۵ صفحہ ۴۷۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

''ہم نے ان کو اس غیب سے تعلیم دی جو ہمارے ساتھ مختص ہے (الیٰ قولہ) حضرت موسیٰ کو احکامِ شرعیہ اور ظاہر قضا کا علم دیا گیا تھا اور حضرت خضر کو بعض غیب کا علم دیا گیا تھا اور بواطن کی معرفت کا''۔

(فتح البیان جز ۸ صفحہ ۸۱۔۸۰' مطبوعہ المکتبۃ العصریہ) (تفسیر تبیان القرآن جلد ۷ صفحہ ۱۷۳۔۱۷۲' فرید بک سٹال' لاہور)

مفسرین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ ''وعلمنه من لدنا علمًا'' سے علم غیب مراد ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے' سو اگر اللہ جل مجدہ حضرت خضر علیہ السلام کو کہ جن کی نبوت میں ہی علماء کا اختلاف ہے' اگرچہ کثیر محققین کا اور راقم الحروف کا نظریہ یہی ہے کہ وہ نبی ہیں' علم غیب سے نواز سکتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس قدر اخبارِ غیبیہ سے نوازا ہوگا۔

دلیل نمبر ۱۰: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ O لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ'' ۔ (التوبہ:۶۶۔۶۵)

(ترجمہ:) ''اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے' تم فرماؤ: کیا اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کرتے ہو O بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے ہو' مسلمان ہو کر''۔

امام طبری' امام جلال الدین سیوطی اور علامہ ابن تیمیہ نے اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے متعلق لکھا:

''قال مجاهد: قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان ناقة فلان بوادی كذا و كذا وما يدريه ما الغيب؟ فانزل الله عزوجل (ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل اباالله واٰيٰته ورسوله كنتم تستهزء ون'' ۔ (تفسیر الطبری جلد ۶ صفحہ ۴۱۱' رقم الحدیث: ۱۶۹۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(تفسیر الدر المنثور جلد ۴ صفحہ ۲۳۰) (الصارم المسلول لابن تیمیہ صفحہ ۶۱' دارالجیل' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین کے ایک مرد نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں وادی میں ہے' وہ غیب کیا جانتے ہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی:

(اور اگر تم ان سے پوچھو تو وہ ضرور کہیں گے: ہم ہنسی مذاق میں تھے' تم فرماؤ: کیا اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو؟ بہانے مت بناؤ' تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو)''۔

قارئین اندازہ فرمایا کہ جب اس منافق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے متعلق یہ جملہ کہا: ''وما یدریہ ما الغیب؟'' انہیں کیا معلوم کہ غیب کیا ہوتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس قول' اہانت اور تنقیص پر قرآن مجید کی آیات نازل فرمائیں اور اس پر کفر کی مہر لگائی' بعینہٖ یہی جملہ اور یہی کلمہ مسلک دیوبند' مسلک اہل حدیث کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں لکھا۔ چنانچہ تقویۃ الایمان میں ہے:

''غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے' رسول کو کیا خبر''۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۸' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

کیا فرق ہے مولوی اسماعیل دہلوی کے اس جملہ میں اور اس منافق کے اس جملہ میں کہ ''ما یدریہ ما الغیب؟'' انہیں کیا پتا کہ غیب کیا ہوتا ہے؟ سو اگر اس منافق کا جملہ علم رسالت میں تنقیص اور بے ادبی کا موجب ہے تو یقیناً مولوی اسماعیل دہلوی کا بھی یہ جملہ علم رسالت کی اہانت' بے ادبی اور تنقیص پر مشتمل ہے۔

اور یہ بات بھی متعین ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطلق غیب کی نفی کرنے والوں قارورہ زمانۂ رسالت کے منافقین سے ملتا ہے نہ کہ صحابہ کرام سے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فہم وبصیرت عطا فرمائے۔ آمین!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم عظیم پر دلالت کرنے والی آیات بہت ہیں لیکن تبرکاً وتیمناً ''تلک عشرۃ کاملۃ'' کے مطابق دس آیات یہاں بطور استدلال کافی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطائی علم غیب پر چند احادیث

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باذن اللہ مطلع علی الغیب ہونے پر احادیث کثیرہ متواترہ کے بحر ذخار کتب احادیث میں موجود ہیں۔ جیسا کہ امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے فرمایا:

''فصل: فی ما اطلع علیہ من الغیوب' ومن ذلك اطلع علیہ من الغیوب وما یکون' والاحادیث فی ھذا الباب بحر لا یدرك قعرہ ولا ینزف غمرہ ۔ وھذہ المعجزۃ من جملۃ معجزاتہ المعلومۃ علی القطع' الواصل الینا خبرھا علی التواتر لکثرۃ رواتھا' واتفاق معانیھا علی الاطلاع علی الغیب''۔ (الشفا صفحہ ۲۰۸' دار ابن حزم)

(ترجمہ:) ''یہ فصل ہے' اس بارے میں کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیوب پر مطلع کیا گیا ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیب پر اور آئندہ ہونے والے واقعات کے متعلق احادیث کا ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی اور حقیقت کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اور یہ معجزہ' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان معجزات میں سے ہے جو قطعی طور پر معلوم ہیں' جن کی خبر ہم تک تواتر سے پہنچی ہے' کثرتِ روات کی وجہ سے اور ان تمام احادیث کے

Marfat.com

معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب پر مطلع کیا گیا ہے''۔

ان تمام احادیث کا اس کتاب میں احصاء نہیں کیا جا سکتا' اختصار کے پیش نظر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے صرف بارہ عدد احادیث ملاحظہ فرمائیں' اگر مزید تفصیل کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیں تو راقم الحروف کی کتاب ''عقائد اہل سنت'' باب: وسعت علم سیّدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صفحہ ۱۴۹' تا ۲۱۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱: امام بخاری' امام مسلم' امام ابن ابی شیبہ' امام طبرانی' امام نسائی' امام ابن حبان اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

''حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی' اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہی تھی' میں نے کہا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ پس آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا' یعنی سورج گرہن تھا' اس وقت سب لوگ نماز کے لیے کھڑے تھے۔ حضرت عائشہ نے کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے سر کے اشارہ سے جواب دیا کہ ہاں! پھر میں بھی کھڑی ہوگئی حتیٰ کہ مجھ پر غشی چھانے لگی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی' پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا:

''ما من شیء لم اکن اریته الا رایته فی مقامی هذا حتی الجنة والنار''۔

(ترجمہ:) ''جس چیز کو بھی میں نے نہیں دیکھا تھا' ہر اس چیز کو میں نے اس جگہ پر کھڑے ہو کر دیکھ لیا' یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو''۔

(صحیح بخاری' کتاب: العلم' باب: من اجاب الفتیا باشارة الید والراس' رقم الحدیث: ۸۶' دار الکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث: ۱۸۴۔۹۴۲۔۱۰۵۳۔۷۲۸۷) (صحیح مسلم' کتاب: الکسوف وصلاتہ' باب: ما عرض علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی صلاة الکسوف من امر الجنة والنار' رقم الحدیث: ۹۰۵' دار الکتاب العربی' بیروت) (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۶۹' المعجم الکبیر: ۳۱۶' سنن بیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۳۹' شرح السنة: ۱۱۳۸' مسند ابوعوانہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۰' صحیح ابن حبان: ۳۱۱۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۸۹' مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۳۴۶)

محقق احناف' شارح صحیح بخاری' امام بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''ان لفظة الشی فی قوله: ما من شی اعم العام وقد وقع نکرة فی سیاق النفی ایضًا (الیٰ) فخصصه العقل بما صح رویته' فان قیل هل فیه دلالة علیٰ انه' علیه الصلوٰة والسلام' رای فی هذا المقام ذات اللّٰه سبحانه وتعالیٰ' احبیب: نعم' اذ: الشی یتناوله والعقل لا یمنعه''۔

(عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۱۴۸' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(ترجمہ:) ''اس حدیث میں ''ما من شیء'' کے الفاظ ہیں (یعنی نکرہ حیز نفی میں ہے) اور یہ سب عام سے بڑھ کر عام ہیں جبکہ نکرہ حیز نفی میں ہے' تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو دیکھی جا سکتی تھی' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام پر

Marfat.com

کھڑے اسے دیکھ لیا' یہ عقلی مخصص ہے' پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام پر اللہ سبحانہ کی ذات کو بھی دیکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ اس مقام پر آپ نے ہر شے کو دیکھا اور شے کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی بولا جاتا ہے اور عقلی طور پر اس سے کوئی مانع نہیں''۔

حدیث نمبر ۲: امام بخاری اور امام احمد بن حنبل علیہما الرحمۃ روایت کرتے ہیں:

''عن طارق بن شهاب قال: سمعت عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه یقول: قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقاما' فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم' واهل النار منازلهم' حفظ ذلك من حفظه ونسیه من نسیه''۔

(صحیح بخاری' کتاب: بدء الخلق' رقم الحدیث: ۳۱۹۲' دار الکتاب العربی) (مسند احمد جلد ۱۴' رقم الحدیث: ۱۸۱۴۰)

(ترجمہ:) ''طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہو جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہو جانے تک ہمیں سب کچھ بتا دیا' جس نے اسے یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو اسے بھول گیا سو بھول گیا''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''دل ذلك علٰی انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الٰی ان تفنٰی الٰی ان تبعث' فشمل ذلك الاخبار عن المبدا المعاش والمعاد وفی تیسر ایراد ذلك كله فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظیم ویقرب ذلك مع كونه معجزاته لامریة فی كثرتها انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اعطی جوامع الكلم''۔ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجلس میں تمام مخلوقات کی ابتداء سے فنا تک اور فنا سے دوبارہ اُٹھائے جانے تک تمام احوال کی خبر دی اور یہ خبریں مبدأ' معاش اور معاد کو شامل تھیں اور یہ سب کچھ ایک ہی مجلس میں بیان کرنا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے''۔

امام شارح احناف بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے تحت رقم طراز ہیں:

''فیه دلالة علٰی انه اخبر فی مجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائها الٰی انتهائها' وفی ایراد ذلك كله فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادة وكیف وقد اعطی جوامع الكلم مع ذلك''۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۱' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کی ابتداء سے انتہاء تک تمام احوال بیان فرما دیئے اور یہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہت عظیم معجزہ ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے''۔

حدیث نمبر ۳: ''عن حذیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقاما' ما ترك شیئا یکون فی مقامه ذلك الیٰ قیام الساعة الا حدّث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه''.

(صحیح بخاری' کتاب: القدر' باب: وکان امر اللہ قدراً مقدوراً' رقم الحدیث:۶۲۳۰) (صحیح مسلم' کتاب: الفتن واشراط الساعۃ' باب: اخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ما یکون الیٰ قیام الساعۃ' رقم الحدیث:۲۸۹۱) (سنن الترمذی' کتاب: الفتن' باب: ماجآء اخبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابہ بما ھو کائن الیٰ یوم القیامۃ' رقم الحدیث:۲۱۹۱) (سنن ابوداؤد' کتاب: الفتن والملاحم' باب: ذکر الفتن ودلائلھا' رقم الحدیث:۴۲۴۰)

(ترجمہ:) ''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ہمارے درمیان کھڑے ہوئے (اور خطاب فرمایا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس دن کھڑے ہونے سے لے کر قیامت تک کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جس کو آپ نے بیان نہ فرمایا ہو' جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو اسے بھول گیا وہ بھول گیا''۔

یہ حدیث اس پر صریح دلالت کرتی ہے کہ اللہ رب العزت نے صرف کل کی بات نہیں بلکہ قیامت تک ہونے والے واقعات' فتن' حوادث اور احوال کی اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبریں عطا فرما دی ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

حدیث نمبر ٤: ''عن عمرو بن اخطب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه' قال: صلّٰی بنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی' ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر' ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر' فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن قال فاعلمنا احفظنا''. (صحیح مسلم' کتاب: الفتن' اشراط الساعۃ' باب: اخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ما یکون الیٰ قیام الساعۃ' رقم الحدیث:۲۲۶۸' دار الکتب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۴۱' صحیح ابن حبان' کتاب: التاریخ' رقم الحدیث:۶۶۳۸)

(ترجمہ:) ''حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا' پس سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے تشریف لائے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا' پھر تشریف لائے اور ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر ہمیں خطاب فرمایا' یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا' پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماکان اور مایکون (یعنی جو کچھ ہو چکا تھا اور قیامت تک ہونا تھا) کی ہمیں خبریں دیں' ہم میں زیادہ جاننے والا وہی ہے جو سب سے زیادہ حافظے والا تھا''۔

Marfat.com

حدیث نمبر ۵: ''عن ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : عرض علی ما ھو کائن من امر الدنیا وامر الآخرۃ'' ۔ (مسند احمد' مسند العشرۃ المبشرۃ' جلد ۱ صفحہ ۵۷' رقم الحدیث: ۱۶)
(مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۴' مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۲۰۱۰' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۱۸۶' وحسنہ الالبانی فی صحیح الترغیب: ۳۶۴۱)
(ترجمہ:) ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر دنیا اور آخرت کے ہونے والے معاملات پیش کیے گئے''۔

حدیث نمبر ۶: ''عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص' قال: خرج علینا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی یدہ کتابان فقال: اتدرون ما ھذان الکتابان' فقلنا: لا یا رسول اللّٰہ! الا ان تخبرنا فقال للذی فی یدہ الیمنی: ھذا کتاب من رب العالمین' فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء 'ابائھم وقبائلھم ثم اجمل علی آخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابدا ثم قال للذی فی شمالہٖ: ھذا کتاب من رب العالمین: فیہ اسماء اھل النار واسماء ابائھم وقبائلھم' ثم اجمل علی آخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابدا'' ۔ (سنن الترمذی' کتاب: القدر' باب: ماجاء ان اللہ تبارک وتعالیٰ کتب کتابا لاھل الجنۃ واھل النار' رقم الحدیث: ۲۱۴۱' وقال ابوعیسیٰ ھذا حدیث حسن غریب صحیح) (مسند احمد' مسند المکثرین' جلد ۳ صفحہ ۵۴۹' رقم الحدیث: ۶۸۲۰) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: الایمان' رقم الحدیث: ۹۶) (سنن النسائی کبریٰ رقم الحدیث: ۸۸۲۵)
(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ عرض کی: نہیں! یارسول اللہ! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتلا دیں۔ تو جو کتاب آپ کے دائیں دست اقدس میں تھی' اس کے متعلق فرمایا: یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل جنت کے نام' ان کے آباء واجداد کے نام اور ان کے قبائل کے نام ہیں' پھر آخر میں ان کا حاصل بیان کیا گیا ہے' پس اس میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی' پھر وہ کتاب جو آپ کے بائیں دست مبارک میں تھی' اس کے متعلق فرمایا: یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل جہنم کے نام' ان کے آباؤ اجداد کے نام اور ان کے قبائل کے نام ہیں اور آخر میں ان کا حاصل بیان کیا گیا ہے' پس اس میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی''۔

حدیث نمبر ۷: ''عن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ'' ۔ (مجمع الزوائد للہیثمی جلد ۸ صفحہ ۲۸۷' حلیۃ الاولیاء جلد ۶ صفحہ ۱۰۱' الخصائص الکبریٰ للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۸۵' شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی جلد ۷ صفحہ ۲۰۴)
(ترجمہ:) ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے

Marfat.com

میرے لیے دنیا اُٹھا کر میرے سامنے کر دی ہے' پس میں دنیا میں جو واقع ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک اس دنیا میں ہونے والا ہے' اسے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں''۔

حدیث نمبر ۸: ''عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالٰی: ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج حین' زاغت الشمس' فصلی الظهر فقام علی المنبر فذكر الساعة' فذكر ان فيها امورًا عظامًا ثم قال: من احب ان يسال عن شیء ۔ فليسأل: فلا تسالونی' عن شیء الا اخبرتكم' ما دمت فی مقامی هذا فاكثر الناس فی البكاء' واكثر ان يقول سلونی فقام عبد اللّٰه بن حذافة السهمی فقال: من ابی؟ قال: ابوك حذافة ثم اكثر ان يقول: سلونی فبرك عمر علٰی ركبتيه فقال: رضينا باللّٰه ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا فسكت ۔ ثم قال: عرضت علی الجنة والنار آنفا فی عرض هذا الحائط' فلم ار كالخير والشر''۔

(صحیح بخاری' کتاب: مواقیت الصلوٰۃ' باب: وقت الظہر عند الزوال' رقم الحدیث: ۵۴۰' دارالکتب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث: ۹۳۔۷۴۹۔۴۶۲۱۔۶۳۶۸۔۷۰۸۹۔۷۰۹۰۔۷۰۹۱۔۷۲۹۴۔۷۲۹۵) (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: توقیرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وترک اکثار سوالہ عما لاضرورۃ الیہ' رقم الحدیث: ۶۱۲۱۔۶۱۲۲) (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۶۸۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۲۰۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۰۶' معجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۱۵۵) (السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۴)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کے ڈھلنے کے وقت تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی' پس جب سلام پھیرا تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے' پھر قیامت کا اور بڑے بڑے واقعات جو قیامت سے پہلے رونما ہونے والے تھے' ان کا ذکر کیا' پھر ارشاد فرمایا: جو شخص کسی بھی شے کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے وہ سوال کرے' پس خدا کی قسم! تم مجھ سے کسی بھی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس مقام پر کھڑے اس کی خبر دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے بہت زیادہ رونا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت کے ساتھ فرمانے لگے: مجھ سے پوچھو! حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے' عرض کی: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے' پھر بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھو! حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کی: ہم اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ یہ سن کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے اور فرمایا: ابھی ابھی جنت اور دوزخ اس دیوار کے سامنے مجھ پر پیش کی گئیں تو آج کی طرح میں نے خیر اور شر کو کبھی نہیں دیکھا''۔

حدیث نمبر ۹: ''عن ثوبان رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان اللّٰه زوی لی

Marfat.com

الارض فرایت مشارقها ومغاربها'' ۔

(صحیح مسلم، کتاب: الفتن واشراط الساعۃ، باب: هلاک هذه الامۃ بعضهم ببعض، رقم الحدیث:۷۲۵۸) (سنن ابوداؤد، کتاب: الفتن، باب: ذکر الفتن ودلائلها، رقم الحدیث:۴۲۵۲) (سنن الترمذی، کتاب: الفتن، باب: فی سوال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثلاثا فی امتہ، رقم الحدیث:۲۱۷۶، دارالمعرفۃ بیروت) (سنن ابن ماجۃ، کتاب: الفتن، باب: ما یکون من الفتن، رقم الحدیث:۳۹۵۲، دارالسلام، ریاض) (مسند احمد رقم الحدیث:۲۲۴۴۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۷۲۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۱۱۷۴۰، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۷۵۰)

(ترجمہ:) ''حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا ہے، پس میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا''۔

محقق احناف، ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ طیبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یرید به تقریب البعید منها حتی اطلعه علیٰ اطلاعه علی القریب منها انه طوی له الارض وجعلها مجموعة کهیئة کف فی مرآة نظره ولقد قال: فرایت مشارقها ومغاربها ای جمیعها'' ۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد۱۱ صفحہ ۴۲۸، شرح الطیبی علیٰ مشکاۃ المصابیح جلد۱۰ صفحہ ۳۵۸)

(ترجمہ:) ''حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان ''زوی'' کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی بعید چیزوں کو قریب کر دیا یہاں تک کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام، زمین کی موجودات پر اس طرح مطلع ہوئے جیسے قریب کی چیزوں پر مطلع ہوتے ہیں اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ زمین حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے سمیٹ دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے تمام زمین حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ کے سامنے اس طرح کر دی جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی ہے اور تحقیق حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام زمین کو دیکھا ہے''۔

حدیث نمبر ۱۰: ''عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انی اری مالا ترون'' ۔

(سنن الترمذی، کتاب: الزهد، باب: فی قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا، رقم الحدیث:۲۳۱۲) (المستدرک رقم الحدیث:۳۹۳۸۔ ۸۶۷۷۔۸۷۶۵) (مسند البزار جلد۹ صفحہ ۳۵۸، المعجم الاوسط جلد۹ صفحہ ۵۸، السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث:۱۳۱۱۵، شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۳، مسند احمد رقم الحدیث:۲۲۱۳۶)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے''۔

حدیث نمبر ۱۱: ''عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: ندب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الناس، فانطلقوا حتی نزلوا بدرًا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذا مصرع فلان قال: ویضع یده علی الارض، هاهنا

Marfat.com

هاهنا قال فما ماط احدهم عن موضع يد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

(صحیح مسلم، کتاب: الجہاد والسیر، باب: غزوہ بدر، رقم الحدیث: ۴۶۲۱، دار الکتب العربی، بیروت) (سنن ابوداؤد، کتاب: الجہاد، باب: فی الاسیر ینال منہ ویضرب ویقرن، رقم الحدیث: ۲۶۸۱) (سنن نسائی، کتاب: الجنائز، باب: ارواح المؤمنین، رقم الحدیث: ۲۰۷۴، دار الفکر، بیروت) (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۱۹، رقم الحدیث: ۱۳۶۴۲) (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۷۲۲، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۸۷۱)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بلایا، لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے یہاں تک کہ میدانِ بدر میں پہنچے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جگہ پر دست اقدس رکھا، یہاں اور یہاں، اور پھر کوئی کافر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی جگہ سے ذرّا برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں مرا''۔

''عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: ان ام الربيع بنت البراء، وهی ام حارثه بن سراقة، اتت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت: يا نبی اللہ، الا تحدثنی عن حارثة و كان قتل يوم بدر، اصابه سهم غرب فان كان فی الجنة صبرت وان كان غير ذالك اجتهدت عليه فی البكاء؟ قال: يا ام حارثة، انها جنان فی الجنة وان ابنك اصاب الفردوس الاعلیٰ'' ۔ (صحیح بخاری، کتاب: الجہاد والسیر، باب: من اتاہ سہم غرب فقتلہ، رقم الحدیث: ۲۸۰۹، دار الکتاب العربی، بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۹۸۲۔ ۶۵۵۰۔ ۶۵۶۷) (سنن ترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: سورۃ المؤمنون، رقم الحدیث: ۳۱۷۴، دار المعرفہ) (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۶۲، رقم الحدیث: ۱۳۵۹۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۵۸، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۳۸۰۹، المستدرک رقم الحدیث: ۴۹۸۳)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اُم ربیع بنت براء جو اُم حارثہ بن سراقہ ہیں، وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا نبی اللہ! مجھے حارثہ کا حال بتائیں! جو بدر کی لڑائی میں قتل ہوا تھا جبکہ اسے نامعلوم تیر آ کر لگا تھا، اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر سے کام لوں، اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو میں دل کھول کر اس پر گریہ زاری کروں؟ ارشاد فرمایا: اے اُم حارثہ! وہ جنت کے باغوں میں ہے اور بے شک تیرے لختِ جگر نے فردوسِ اعلیٰ پائی ہے''۔

''واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس'' کے تفسیری نکات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ'' ۔ (آل عمران: ۱۸۷)

(ترجمہ:) ''اور یاد کرو جب اللہ نے پختہ وعدہ لیا اہل کتاب سے کہ تم ضرور بالضرور اسے لوگوں سے بیان کرنا واضح کر کے اور اسے چھپانا مت''۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات اور آپ کے اوصاف کا تذکرہ نہ صرف یہ کہ قرآن مجید میں فرمایا بلکہ کتب سابقہ میں بھی حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

''اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ'' .

(الاعراف:۱۵۷)

(ترجمہ:) ''وہ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امّی ہیں، جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں''۔

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ فرماتے ہیں:

''هذا یدل علٰی ان نعته وصحة نبوته مکتوب فی التوراة والانجیل'' .

(التفسیر الکبیر جلد ۵ جز ۱۴ صفحہ ۲۱، دار الفکر، بیروت)

(ترجمہ:) ''یہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور آپ کی نبوت کی صحت، تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی ہے''۔

یہود و نصاریٰ، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انہی مذکور فی التوراۃ والانجیل صفات کی وجہ سے آپ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر پہچانتے تھے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ'' . (البقرہ:۱۴۶، الانعام:۲۰)

(ترجمہ:) ''وہ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ میرے حبیب کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں''۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتب سابقہ میں صرف اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی علامات اور آپ کے اوصاف و کمالات ہی بیان نہیں فرمائے بلکہ اہل کتاب کے علماء سے بڑا سخت، گاڑھا اور مؤکد وعدہ لیا کہ وہ ضرور بالضرور میرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اور آپ کی صفات کھلے دل سے لوگوں میں پڑھ کر سنائیں گے، ان اوصاف کا کتمان نہیں کریں گے۔ ان کے بیان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کریں گے، بلکہ من وعن وہ شانیں، وہ عظمتیں، وہ کمالات اور وہ صفات جن کے تذکروں سے کتب سابقہ مملوء ہیں، وہ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ'' . (آل عمران:۱۸۷)

(ترجمہ:) ''اور یاد کرو جب اللہ نے پختہ وعدہ لیا ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی ہے کہ تم ضرور بالضرور کھول کر اسے لوگوں میں بیان کرو گے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں''۔

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال: دعا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یھود فسالھم عن شیء فکتموہ ایاہ واخبروہ بغیرہ''۔ (صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' باب: آیت نمبر ۱۸۸' آل عمران' رقم الحدیث: ۴۵۶۸' دار الکتب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: صفات المنافقین واحکامھم' رقم الحدیث: ۷۰۳۴) (سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: سورۃ آل عمران' رقم الحدیث: ۳۰۱۴' دار المعرفۃ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو چھپایا اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کی خبر دی''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے کس چیز کا سوال کیا؟ اس کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سے سنئے:

''قیل انہ سألھم عن صفتہ عندھم بامر واضح فاخبروہ عنہ بامر مجمل وروی عبد الرزاق من طریق سعید بن جبیر فی قولہ (لیبیننہ للناس ولا یکتمونہ) قال: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی قولہ: (یفرحوا بما اتوا) قال: بکتمانھم سیّدنا محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۹۹' دار الکتب العلمیہ)

(ترجمہ:) ''کہا گیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے تورات میں اپنی صفت کے متعلق سوال کیا تھا کہ وہ اس کو واضح امر کے ساتھ بیان کریں لیکن انہوں نے مجمل انداز میں اس کا جواب دیا' یعنی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کو چھپایا اور امام عبدالرزاق نے سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا کہ اللہ رب العزت کے اس فرمان ''لیبیننہ للناس ولا یکتمونہ'' میں ''ہ'' ضمیر کا مرجع حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اللہ رب العزت کے اس فرمان ''یفرحون بما اتوا'' کے متعلق مروی ہے کہ وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کو چھپا کر خوش ہوئے''۔

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۴ھ اس آیت کریمہ کے تحت رقم طراز ہیں:

''المراد من البیان ذکر تلک الآیات الدالۃ علٰی نبوۃ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من التوراۃ والانجیل' والمراد من النھی عن الکتمان ان لا یلقوا فیھا التاویلات الفاسدۃ''۔

(التفسیر الکبیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۴' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''آیت کریمہ میں ''بیان'' سے مراد یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل جو آیات اور علامات' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی صحت و حقانیت کے متعلق پائیں' ان کا ذکر کریں گے اور کتمان سے جو نہی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں تاویلاتِ فاسدہ نہیں کریں گے''۔

Marfat.com

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۱۷۵ھ فرماتے ہیں:

''کتموا ما فیه من نعت سیّدنا محمد ﷺ''۔ (التفسیر المظہری جلد ا صفحہ ۶۰۰' مکتبہ رشیدیہ)

(ترجمہ:) ''یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل میں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت کو چھپایا''۔

قارئین! اندازہ فرمائیں کہ اللہ رب العزت نے حبیب مکرم ﷺ کی شانوں' خداداد عظمتوں کو بیان کرنے کیلئے کس قدر اہل کتاب سے تاکیدات فرمائی ہیں' غالباً پورے قرآن میں کسی ایک عمل کے کرنے پر اتنی تاکیدات نہیں جتنی تاکیدات حضور نبی مکرم ﷺ کی نعت اور صفات کو بیان کرنے میں ہیں۔ اس آیت میں غور فرمائیں! پہلی تاکید یہ کہ ''اللہ نے میثاق لیا''۔ جب اللہ رب العزت کسی چیز کا وعدہ لے تو اس وعدہ میں اس کی بہ نسبت بہت زیادہ تاکید اور شدت ہوگی۔ جو بندہ بندے سے وعدہ لیتا ہے' پہلی تاکید تو خود اللہ رب العزت کے وعدہ لینے میں ہے۔ دوسری تاکید یہ کہ لفظ میثاق فرمایا' میثاق اس گاڑھے اور پختہ وعدہ کو کہتے ہیں جس میں ترمیم یا تنسیخ کی گنجائش نہ ہو' جو اٹل محکم' یقینی اور قطعی وعدہ ہو' جس میں تغیر و تبدل کی مجال نہ ہو۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

''وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ''۔ (البقرہ:۸۳)

(ترجمہ:) ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ تم عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی''۔

سو اللہ رب العزت نے اپنی عبادت اور بندگی کے وعدہ کے لیے لفظ ''میثاق'' فرمایا کیونکہ اللہ رب العزت کی عبادت اور بندگی کا حکم اٹل اور محکم ہے اور یہ ایسا حکم ہے جو کبھی کسی حال میں منسوخ نہیں ہوسکتا' سو جس طرح عبادتِ الٰہی جل مجدہ کے حکم میں ترمیم اور تبدیلی جائز نہیں' اسی طرح مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی عظمت و شان' رفعت و کمال' علو مرتبت اور خداداد منزلت کے اظہار کے حکم میں بھی کسی طرح کی ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدل جائز نہیں۔ یہ دوسری تاکید اور شدت ہے جو اس عہد کے لینے میں لفظ ''میثاق'' میں مضمر ہے۔ تیسری تاکید ''لتبیننه للناس'' میں لام تاکید کے ساتھ ہے' چوتھی اور پانچویں تاکید نون ثقیلہ کے ساتھ ہے' اس لیے کہ یہاں نون خفیفہ نہیں بلکہ نون ثقیلہ ہے' نون خفیفہ بھی تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن نون ثقیلہ میں نون خفیفہ کی بہ نسبت تاکید اور شدت دوچند ہو جاتی ہے۔ چھٹی تاکید ''تبیننّ'' میں ہے جس کا مصدر ''تبیین'' ہے اور مادہ اشتقاق ''بیان'' ہے اور بیان اس واضح کلام کو کہتے ہیں جس میں کوئی اجمال و ابہام اور اخفاء و پوشیدگی نہ ہو۔ اور ساتویں تاکید ''ولا تکتمونه'' میں ہے جسے فرما کر تمام تاویلاتِ فاسدہ کا مکمل سدِّ باب فرما دیا۔

غور فرمائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں سات عدد تاکیدات فرما کر اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر فرض اور لازم کیا کہ وہ قطعاً میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات' اوصاف اور نعت کا کتمان اور اخفاء نہیں کریں گے' بلکہ اسے من و عن پوری تفصیل کے ساتھ لوگوں میں بیان کریں گے۔ سو جب اہل کتاب کے علماء نے اللہ رب العزت کے اس پختہ اور محکم وعدہ کو پسِ پشت ڈالا اور نافرمانی کی روش کو اختیار کرتے ہوئے عظمت و صفاتِ مصطفیٰ ﷺ کا کتمان کیا اور حضورِ اقدس ﷺ کی علو

Marfat.com

مرتبت اور خداداد منزلت بیان کرتے ہوئے ان کے سینے تنگ ہوئے تو پڑھئے' اللہ رب العزت کا یہود ونصاریٰ پر کیسا غضب برسا اور ان کو لعنت کے کس قدر عمیق گڑھوں میں پھینک دیا گیا۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ م بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ لا اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ O اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ ج وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ O'' (البقرہ:۱۶۰۔۱۵۹)

(ترجمہ:) ''بے شک جن لوگوں نے چھپایا ہماری نازل کردہ واضح باتوں اور ہدایت کو' بعد اس کے کہ ہم نے کتاب میں کھول کر اس کو بیان فرما دیا ہے' پس وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور لعنت کرنے والوں نے لعنت کی' مگر وہ لوگ جو توبہ کریں (اپنی اس روش کتمان سے) اور کھول کر بیان کریں (یعنی شانِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا اور بڑا مہربان ہوں O''

مفسر شہیر امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ فرماتے ہیں:

''قال ابن عباس ان جماعة من الانصار سالوا نفرا من الیھود عما فی التوراة من الصفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومن الاحکام فکتموا' فنزلت الآیة''۔ (التفسیر الکبیر جلد۲ صفحہ ۱۵۸' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''حبر ھذہ الامہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے متعلق فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک جماعت نے یہود کے ایک گروہ سے تورات میں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات اور احکام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ان صفات کو چھپایا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی''۔

غور سے پڑھیں وہ لوگ اس آیت کریمہ کو جنہوں نے اپنے خطبات ومواعظ' تحریر وتقریر میں کبھی بھولے سے بھی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خداداد کمالات' محامد ومحاسن' علوم ومعارف اور اختیارات وتصرفات بیان نہیں کیے کہ اللہ رب العزت کی جناب میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کے کتمان کا معاملہ کس قدر عظیم ہے اور اس فعل شنیع کے مرتکب پر کس قدر غضب الٰہی اور کس قدر لعنت ہے؟ یہاں آیت میں ''اللعنون'' میں عموم ہے' جس عموم میں انبیاء' ملائکہ اور تمام لوگ شامل ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کو چھپانے والا اس قدر عظیم جرم کا مرتکب ہے کہ اس پر اللہ رب العزت کی' تمام انبیاء کی' تمام ملائکہ کی بلکہ جمیع مخلوق کی لعنت برستی ہے اور وجہ اس کی صاف ظاہر ہے کہ جو بندہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف پر پردہ ڈالے اور آپ کی عظمت ورفعت کے بیان سے جس کا سینہ تنگ ہو' اس کے دل میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بغض اور آپ کے لیے عداوت موجود ہے۔ اگر اس کے دل میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت موجود ہوئی تو محبت کا بڑا مشہور قاعدہ ہے:

''من احب شیئًا اکثر ذکرہٗ''۔

Marfat.com

(ترجمہ:) ''جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے''۔

یعنی محبّ صادق اپنے محبوب کے ذکر سے، محبوب کی تعریف وتوصیف سے کبھی سیر نہیں ہوتا، اسے اپنے محبوب کے ذکر میں ایسا قلبی چین، سکون، حلاوت اور چاشنی ملتی ہے جو کائنات کی کسی بھی نعمت میں میسر نہیں آتی۔ جیسا کہ شعر ہے:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

سو یہود ونصاریٰ کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کو بیان نہ کرنا، ان کے قلبی بغض وعداوت اور حسد وکینہ پر واضح دلیل ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذرّہ برابر بھی بغض عین کفر اور خلود فی النار کا موجب ہے، نیز یہاں آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر کتمان عظمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجبِ لعنت الٰہی ہے، تو یقیناً جو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات، کمالات، عظمتیں اور شانیں کھلے دل سے بیان کرے تو وہ اللہ رب العزت کی رحمت، کرم اور فضل کا مستحق ہے، جس کو اللہ رب العزت نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○'' (البقرہ:۱۶۰)

(ترجمہ:) ''مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور انہوں نے بیان کیا، پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہوں ○''

قارئین پر یہاں تک خوب واضح ہوگیا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات اور آپ کے اوصاف پر مشتمل آیات کو چھپانا، یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے۔ افسوس کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار، یہود ونصاریٰ کے اس قبیح وشنیع طریقہ پر شدت سے کاربند ہیں، اور اتنی شدت کے ساتھ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کا ذکر نہ خود کرتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کی زبان سے سن سکتے ہیں۔ کبھی درود وسلام پر پابندی، کبھی دلائل خیرات کو نذرِ آتش کرنا، کبھی محافل میلاد میں شرکت کرنے والوں کو ملک بدر کرنا، کبھی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم ومعارف، تصرفات واختیارات اور کمالات ومعجزات کے بیان پر شرک کے فتوے لگانا، یعنی ہر وہ کام جس سے عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار ہو، اس پر پابندی لگانا یہود ونصاریٰ کی روش اور ان کا طریقہ نہیں تو اور کیا ہے؟ سو ان نجدیوں، وہابیوں کو سوچنا چاہیے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کو چھپانے سے ان کا حشر کس مغضوب اور گمراہ جماعت کے ساتھ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

آیت کریمہ ''اطیعوا الرسول'' اور اطاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطلاق

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ''۔ (النساء:۵۹)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحبانِ امر ہیں''۔

اس آیت کریمہ میں قابل توجہ نکتہ یہ ہے: یہاں تین قسم کی اطاعتوں کا ذکر کیا گیا ہے:

Marfat.com

(۱) اللہ عزوجل کی اطاعت'

(۲) رسول (علیہ السلام) کی اطاعت'

(۳) اولی الامر کی اطاعت۔

ان تین قسم کی اطاعتوں میں صیغہ امر ''اطیعوا'' صرف پہلی دو قسم کے ساتھ ہے جبکہ تیسری اطاعت یعنی اولی الامر کی اطاعت کے ساتھ ''اطیعوا'' کا ذکر نہیں' جس کا مفاد یہ ہے کہ اولی الامر کی اطاعت مطلق اور مستقل نہیں بلکہ وہ اللہ جل مجدہ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ مشروط ومقید ہے' جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے لیے دوبارہ ''اطیعوا'' فرمایا' جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت مستقل' مطلق اور غیر مشروط ہے' اسی طرح اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بھی مستقل' مطلق اور غیر مشروط ہے۔ ہر معاملے میں' ہر وقت' عسر ویسر میں اور ہر حکم میں جس طرح تعمیل حکم ایزدی لازم ہے' اسی طرح ہر معاملے میں بلا تامل اور بلا چون و چرا رسول کی اطاعت بھی لازم ہے' اس لیے کہ رسول کی اطاعت ہی درحقیقت اللہ جل مجدہ کی اطاعت ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج'' ۔ (النساء:۸۰)

(ترجمہ:) ''جس نے رسول کی اطاعت کی تو تحقیق اسی نے اللہ کی اطاعت کی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے اسی اطلاق' عموم اور استقلال کو قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

''وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج'' ۔ (الحشر:۷)

(ترجمہ:) ''اور رسول تمہیں جو حکم دے تو اس پر عمل کرو اور جس سے تمہیں منع فرمادے تو اس سے رُک جاؤ''۔

یعنی رسول کے کسی حکم کے متعلق بحث وتمحیص نہ کرو' اس کے حکم کی تحقیق بھی کرنا تمہارے ایمان کے منافی ہے' اس لیے رسول کے ہر حکم پر سر تسلیم خم رکھنا اور یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جبکہ رسول' معصوم ہو' خطا سے پاک ہو۔ اس لیے کہ اگر رسول معصوم نہ ہو تو اس کے ہر حکم پر علی الاطلاق' بلا تامل وبغیر چوں و چرا عمل نہیں ہوسکتا' رسول کے ہر حکم پر مطلقاً عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غلطی کا صدور ناممکن اور محال ہے۔ وللہ الحمد!

آیت کریمہ ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك'' کی لطیف تفسیر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝'' (النساء:۶۴)

(ترجمہ:) ''اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی مانگیں

اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے O''

اس آیت کریمہ کے متعلق پہلی بات تو یہ قابل توجہ ہے کہ یہ حکم صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قیامِ قیامت تک جمیع اُمت کے افراد کے لیے ہے۔ اور اس آیت کریمہ کی صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ تخصیص کرنا اصول کے بھی خلاف ہے اور قرآن مجید کے اسلوب کے بھی خلاف ہے۔ اس حکم کے پوری اُمت کے لیے عموم وشمول کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) آیت کریمہ کا صحابہ کرام کے ساتھ تخصیص کا نہ شرعی مخصص ہے اور نہ عقلی۔ شرعی مخصص تو اس لیے نہیں کہ نہ قرآن میں یہ آیا ہے کہ یہ حکم صرف معاصرین اور موجودین کے لیے ہے' نہ حدیث میں یہ تخصیص آئی ہے اور نہ ہی کسی صحابی یا تابعی نے اس آیت کریمہ کو اپنے زمانے تک مخصوص سمجھا ہے بلکہ صحابہ کرام نے اس کے برخلاف اس کو عموم پر سمجھا ہے' جس کی دلیل بعد میں ذکر ہوگی اور اس آیت کریمہ کا عقلی مخصص بھی نہیں ہے' اس لیے کہ دین' قرآن اور جملہ احکاماتِ اسلامی صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے نہیں بلکہ پوری اُمت کے لیے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں ''واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ'' اسی طرح ''کتب علیکم الصیام'' اور ''اتموا الحج'' کا حکم پوری اُمت کے لیے ہے' اسی طرح یہ حکم بھی پوری اُمت کے لیے ہے صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے نہیں۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمت کے حق میں استغفار واستشفاع' اُمت مرحومہ کے لیے سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت بڑی رحمت ہے اور اس رحمت کو صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خاص کرنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کو محدود کرنے کے مترادف ہے اور قرآن مجید کی نص قطعی کے خلاف ہے' چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O'' (الانبیاء:۱۰۷)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے O''

سو اگر اللہ رب العزت اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ فرماتا کہ وہ ''رحمة لا صحابة'' ہیں تو بات سمجھ میں آتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے حق میں استغفار کی رحمت بھی صرف صحابہ کرام کے ساتھ مختص ہے۔ سو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کو محدود ومختص نہیں کیا تو ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس رحمت کو محدود ومختص کرنے کا کیا جواز باقی رہتا ہے؟

(۳) نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قرآن مجید میں جنت اور حسنیٰ کی بشارت دی گئی ہے' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ O''۔ (الحدید:۱۰)

(ترجمہ:) ''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا' وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں

Marfat.com

جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہےO"۔

بیشتر مقامات پر انہیں اپنی مغفرت' عفوودرگزر اور رضا وخوشنودی کا مژدہ سنایا ہے۔ارشاد فرمایا:

"وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ط" ۔ (آل عمران:۱۵۵)

(ترجمہ:) "اور تحقیق اللہ نے انہیں معاف فرما دیا ہے"۔

"لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌO" (السبا:۴)

(ترجمہ:) "ان کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہےO"

ان کے دلوں میں ایمان کی محبت اور ایمان کی تزئین ڈال دی اور تقویٰ ان کو لازم فرما دیا۔ارشاد فرمایا:

"رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط" ۔ (البینۃ:۸)

(ترجمہ:) "اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں"۔

"وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَO" (الحجرات:۷)

(ترجمہ:) "لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر وفسق اور نافرمانی تمہیں ناپسند کر دی' ایسے ہی لوگ راہ پر ہیںO"

"وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ط" ۔ (الفتح:۲۶)

(ترجمہ:) "اور اللہ نے انہیں تقویٰ کا کلمہ لازم کر دیا ہے اور وہ اس کے حق دار اور اہل بھی تھے"۔

سو وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جن کی تعریف وتحسین میں قرآن وحدیث کی نصوص ناطق ہیں' جنہیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رشد وہدایت کا منارہ نور قرار دیا ہے' اور جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے گناہوں کی تلویث اور نافرمانی کی گرداب سے محفوظ فرما لیا ہے' سو اگر وہ قدسی صفات اس آیت کریمہ کے مخاطب ہوں تب بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر صحابہ کرام اس عظیم رتبہ پر فائز ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ اور آپ کے استغفار واستشفاع سے بے نیاز و مستغنی نہیں ہیں تو بعد کی اُمت جن کے لیے قرآن وحدیث کے یہ فضائل نہیں' جن کا دامن گناہوں کی تلویث سے محفوظ نہیں' وہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل اور آپ کے استغفار واستشفاع سے کب مستغنی اور بے نیاز ہو سکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بشمول صحابہ کرام کے اس پوری اُمت کے محققین نے قرآن مجید کے اس حکم کو پوری اُمت کے ساتھ عام سمجھا ہے۔ایک بڑی مشہور روایت ہے:

"عن العتبی' قال: کنت جالسا عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فجاء اعرابی فقال: السلام علیك یا رسول

Marfat.com

اللّٰہ، سمعت اللّٰہ عزوجل یقول (ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآء وک فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما)، وقد جئتک مستغفر الذنبی، مستشفعا بک الٰی ربی ۔ ثم انشا یقول:

یا خیر من دفنت بالبقاع اعظم — فطاب من طیبھن القاع والأکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه — فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ثم انصرف الاعرابی، فغلبتی عینی، فرایت النبی ﷺ فی النوم فقال: یا عتبی الحق الاعرابی فبشره ان اللّٰہ تعالٰی قد غفر له"۔

(کتاب الاذکار للنووی، باب: اذکار الحج، صفحہ ۱۶۰، دارالکتاب العربی) (شعب الایمان للامام البیہقی جلد ۳ صفحہ ۴۹۵، رقم الحدیث: ۴۱۷۸) (المغنی لابن قدامۃ جلد ۳ صفحہ ۲۹۸، تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۸۲، الدرالمنثور جلد ۱ صفحہ ۵۷۰، الجامع لاحکام القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶۵، البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۶۹۴، مدارک التنزیل جلد ۱ صفحہ ۳۹۹)

(ترجمہ:) "عتبی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی مکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا، اس نے عرض کی: السلام علیک یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اور لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ تمہارے پاس آ جائیں، پس وہ اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا پائیں گے"۔ اور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھنے شروع کیے:

"اے وہ بہترین ذات! جن کا مبارک جسم زمین میں مدفون ہے، پس ان کی پاکیزہ خوشبو سے ٹکڑے اور ٹیلے معطر ہیں، میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس میں پاکدامنی اور اس میں جود و کرم ہے"۔

راوی کہتے ہیں: پھر وہ واپس آ گیا اور اس دوران میری آنکھ لگ گئی، پس میں نے نبی مکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ نے مجھے فرمایا: اے عتبی! اس دیہاتی کے پاس جا کر اسے بشارت دے دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کے بخش دیا ہے"۔

جلیل القدر مفسرین اور محققین نے یہاں تک کہ مخالفین کے بھی علامہ اجل، حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کیا اور اس پر کوئی تنقید یا جرح نہیں کی جو کہ اس روایت کی توثیق و تائید اور اس کے مستند ہونے کی دلیل ہے۔ ان مفسرین کا بلا جرح اس روایت کو نقل کرنا اس بات پر بھی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک آیت کریمہ "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم" صرف صحابہ کرام کے متعلق یا صرف حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیاتِ طیبہ کے متعلق ہی نہیں بلکہ اس آیت کا عموم، حضور اقدس علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد تا قیامت پوری اُمت مسلمہ کے متعلق ہے۔

امام شیخ، علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

''والعلماء فهموا من الآية العموم لحالتى الموت والحياة، واستحبوا لمن اتى القبر ان يتلوها ويستغفرا اللّٰه تعالٰى وحكاية الاعرابى فى ذلك نقلها جماعة من الائمة عن العتبى، واسمه محمد بن عبيد اللّٰه بن عمرو، ادرك ابن عيينة وروى عنه، وهى مشهورة حكاها المصنفون فى المناسك من جميع المذاهب، واستحسنوها وراوها من ادب الزائر، ذكرها ابن عساكر فى تاريخه وابن الجوزى فى مثير الغرام الساكن (ثم ذكر الرواية المذكورة) قلت: بل قال الحافظ ابو عبد اللّٰه محمد بن موسٰى بن النعمان فى كتابه مصباح الظلام: ان الحافظ ابا سعيد السمعانى ذكر فيما روينا عنه عن سيّدنا على بن ابى طالب رضى اللّٰه تعالٰى عنه، قال: قدم علينا اعرابى بعد ما دفنا رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بثلاثة ايام، فرمى نفسه علٰى قبر النبى الكريم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وحثا من ترابه علٰى راسه، فقال: يا رسول اللّٰه، قلت فسمعنا قولك، ووعيت عن اللّٰه سبحانه وما وعينا عنك، وكان فيما انزل عليك (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآءوك) وقد ظلمت وجئتك تستغفرلى، فنودى من القبر: انه قد غفرلك''۔

(وفاء الوفا باخبار دار المصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد۲ جزء۴، باب ثامن، فصل ثانی صفحہ ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(ترجمہ:) ''علماء نے اس آیت کریمہ (یعنی: ولو انهم اذ ظلموا الخ) سے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ اور آپ کے وصال اقدس کا عموم مراد لیا ہے، اور انہوں نے مستحب قرار دیا کہ جو بندہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو تو وہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اس بارے میں دیہاتی کی حکایت ہے جسے ائمہ کی ایک جماعت نے عتبی سے نقل کیا ہے، اس کا نام محمد بن عبید اللہ بن عمرو ہے، انہوں نے (مشہور محدث) علامہ ابن عیینہ کو پایا بھی ہے اور ان سے روایت بھی کیا ہے، اور یہ عتبی کی روایت مشہور ہے جسے تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کے باب میں حکایت کیا ہے، انہوں نے اس عمل کو مستحسن قرار دیا ہے اور اسے زائرین کے آداب میں روایت کیا ہے۔ امام ابن عساکر نے اس روایت کو اپنی تاریخ میں نقل کیا اور علامہ ابن جوزی نے ''مثیر الفرام الساکن'' میں نقل کیا (پھر علامہ سمہودی نے مذکورہ عتبی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا:) میں کہتا ہوں: بلکہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان نے اپنی ''مصباح الظلام'' میں فرمایا کہ حافظ ابوسعید السمعانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور اس نے اپنے آپ کو حضور نبی

Marfat.com

مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر ڈال دیا اور قبر انور کی مٹی مٹھی میں لے کر اپنے سر پر ڈالی اور عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اور ہم نے آپ کا فرمان سنا اور ہم نے اللہ عزوجل کے فرمان کو اور آپ کی حدیث کو محفوظ کیا اور جو قرآن آپ پر نازل کیا گیا' اس میں یہ آیت بھی ہے: ''اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو محبوب آپ کے پاس آ جائیں'' (الیٰ آخر الآیۃ) اور یارسول اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ میرے لیے استغفار کریں۔ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ فرماتے ہیں: پس قبر مطہر سے آواز آئی کہ بے شک (اے دیہاتی!) تجھے بخش دیا گیا ہے''۔

امام علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی متوفی ۷۵۶ھ فرماتے ہیں:

''(ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك الخ) دلت الداية على الحث على المجيء الى الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والاستغفار عنده واستغفاره لهم وذلك وان كان ورد فى حال الحياة فهى رتبة لهصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تنقطع بموته تعظيما له.....الىٰ.....ولذلك فهم العلماء من الأية العموم فى الحالتين واستحبوا لمن اتى الىٰ قبره صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان يتلو هذه الاية ويستغفر الله تعالىٰ وحكاية العتبى فى ذلك مشهورة وقد حكاها المصنفون فى المناسك من جميع المذاهب والمؤرخون وكلهم استحسنوها وراوها من آداب الزائر''۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی تقریر کون الزیارۃ قربۃ صفحہ ۶۷۔۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''(اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو محبوب تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوں' الخ) یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری پر دلالت کرتی ہے اور اس پر کہ اس بارگاہ میں پہنچ کر بندے کو استغفار کرنا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی غلاموں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (علامہ سبکی فرماتے ہیں) کہ یہ آیت کریمہ اگرچہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ اقدس کی حالت میں اُتری لیکن سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مؤمنین کے لیے شفاعت کرنے کا رتبہ آپ کے وصال کے ساتھ ختم نہیں ہوا..... یہاں تک کہ.....اسی وجہ سے علماء نے اس آیت کریمہ سے حیات و وصال دونوں حالتوں کا عموم مراد لیا ہے اور انہوں نے مستحب قرار دیا اس آدمی کے لیے جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضری دے کہ وہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور عتبی کی حکایت اس باب میں مشہور ہے اور مناسک کے باب میں جمیع فقہاء اور مؤرخین نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اور زیارت کے آداب میں شمار کیا ہے''۔

علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ اپنی مشہور اور جمیع مدارس میں متداول کتاب ''نورالایضاح'' میں فرماتے ہیں کہ جب بندہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضری دے تو سلام و تحیت پیش کرنے کے بعد عرض کرے:

Marfat.com

''وقد قال اللّٰہ تعالٰی (ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآء وک فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول) وقد جئناک ظالمین لانفسنا' مستغفرین لذنوبنا' فاشفع لنا الٰی ربک'' ۔

(نورالایضاح' موقف الزائر صفحہ ۳۹۵' مطبع دمشق)

درج ذیل محققین کی کتب میں بعینہٖ یہی عبارت موجود ہے:

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ (تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۵۸۳) حجۃ الاسلام ابوحامد محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ (احیاء العلوم جلد اوّل صفحہ ۳۵۳' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ) علامہ الہمام مولانا الشیخ نظام (فتاویٰ ہندیہ جلد اوّل صفحہ ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)۔

مفتی دیوبند محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

''یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعائے مغفرت کر دیں' اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی' اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے' اس کے بعد (مفتی شفیع نے) عتبی کی مذکور الصدر روایت نقل کی ہے''۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۰۔۴۵۹' ادارۃ المعارف' کراچی)

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے لکھا:

''کیونکہ اس (آیت کریمہ) میں کسی کی تخصیص نہیں' آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے اُمتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو' آپ کا وجود تربیت تمام اُمت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے اُمتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں''۔ (آبِ حیات صفحہ ۴۰)

مولوی ظفر عثمانی دیوبندی نے لکھا:

''پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے''۔

(اعلاء السنن جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۰)

ناقوس دیوبند مولوی سرفراز صفدر گھکروی نے لکھا:

''ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن مجید کی آیت کے عموم سے ثابت ہے' بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے۔ (شفاء السقام صفحہ ۱۲۸) اور خیر القرون میں یہ کاروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا' جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے''۔

(تسکین الصدور صفحہ ۳۶۶' ادارہ نصرت العلوم' گوجرانوالہ)

Marfat.com

محققین کی تصریحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ آیت کریمہ کا ورود یا آیت کریمہ کا اطلاق حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صرف ظاہری حیات تک نہیں بلکہ بعد از وصال بھی اس آیت کریمہ کا اطلاق ہے' سو جب بعد از وصال بھی آیت کریمہ کا حکم باقی ہے تو آیت کریمہ میں تدبر اور ادنیٰ تامل سے چند ایمان افروز اور لطیف نکات کا استخراج اور استنباط ہوتا ہے' اور وہ یہ ہیں:

آیت کریمہ سے مستخرج لطیف نکات

نکتہ اولیٰ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر خاص حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کی نیت سے حاضری دینا' اس جملہ ''جاء وك'' سے ثابت ہوا۔

علامہ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین نے اس مسئلہ میں پوری اُمت کے ساتھ بڑی شدومد کے ساتھ اختلاف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس کی نیت سے حاضری کو گناہ کبیرہ بلکہ بقول بعض ماں سے نکاح سے بھی بدتر قرار دیا۔ ان کے اس قول کی شناعت وقباحت اور اس کی تردید کے لیے قرآنِ مجید' فرقانِ حمید کا یہی حکم کافی ووافی ہے۔ اس مسئلہ پر بہت زیادہ تفصیل تو آپ کو محقق اجل علامہ سبکی کی معروف کتاب ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں ملے گی۔ سردست ابن تمیہ کے ردّ میں اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت کے استحباب اور استحسان پر تین عدد علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سبکی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۵۶ھ فرماتے ہیں:

''قال القاضی عیاض رحمه الله تعالیٰ زیارة قبره صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنة بین المسلمین مجمع علیها وفضیلة مرغب فیها'' ۔ (شفاء السقام صفحہ ۵۵' الباب الرابع' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت تمام مسلمانوں کے اجماع سے سنت ہے اور ایک ایسی عظیم فضیلت ہے جس کی ترغیب دلائی گئی ہے''۔

علامہ جلیل الشیخ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ فرماتے ہیں:

''اعلم ان زیارة قبره الشریف من اعظم القربات وارجی الطاعات والسبیل الی اعلی الدرجات' ومن اعتقد غیر هذا فقد انخلع من ربقة الاسلام وخالف الله ورسوله وجماعة العلماء الاعلام ۔ وللشیخ تقی الدین بن تیمیه هنا کلام شنیع عجیب' یتضمن منع شدر حال للزیارة النبویة المحمدیة' وانه لیس من القرب' بل بضد ذلك ۔ ورد علیه الشیخ تقی الدین سبکی فی ''شفاء السقام'' فشفی صدور المؤمنین'' ۔

(المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۴۰۳۔۴۰۶' الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''جان لے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت عظیم ترین قربات میں سے ہے اور مقبول ترین طاعات میں سے ہے' اور بلند درجات کی طرف رستہ ہے' اور جس نے اس کے سوا اعتقاد رکھا تو تحقیق اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا اور اس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علمائے اعلام کی جماعت کی مخالفت کی ہے۔ یہاں ابن تیمیہ کا بڑا عجیب اور بُرا کلام ہے کہ اس نے شد رحال والی حدیث کے ضمن میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو بھی شامل کیا ہے اور کہا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت قرب و ثواب نہیں بلکہ (العیاذ باللہ تعالیٰ) گناہ ہے۔ اور شیخ تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے ''شفاء السقام'' میں ابن تیمیہ کا ردّ کیا اور مؤمنین کے دلوں کو اس کتاب سے شفا ملی ہے''۔

محقق احناف' ملا علی قاری الہروی الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

''وقد فرط ابن تیمیه من الحنابلة حیث حرم السفر لزیارة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما افرط غیره حیث قال کون الزیارة قربة معلوم من الدین بالضرورة وجاحده محکوم علیه بالکفر ولعل الثانی اقرب الی الصواب لان تحریم ما اجمع العلماء فیه بالاستحباب یکون کفرا لان فوق تحریم المباح المتفق علیه هذا الباب''۔ (شرح الشفا' باب: فی حکم الصلوٰۃ علیہ والتسلیم'۔ صفحہ ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے (اور اس کی اتباع میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے) کیونکہ اس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کیا ہے اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو' اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو' اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہو گا''۔

نکتہ ثانیہ: یہ آیت کریمہ ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك'' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے وصال کے بعد بھی توسل کے استحباب پر واضح دلیل ہے اور وہ اس طرح کہ بندوں نے اللہ جل مجدہ کی نافرمانی کی تو چاہیے تھا کہ وہ اللہ کریم کی بارگاہ میں ہی حاضر ہو کر استغفار کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت اور رحمت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آنے اور آپ کے استغفار کے ساتھ مشروط کر دیا جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد بھی آپ سے توسل کیا جائے گا' وگرنہ صرف ''فاستغفروا اللہ'' کافی ہوتا اور ''واستغفر لهم الرسول'' نہ کہا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے توسل کے دلائل قبل ازیں شرح وبسط کے ساتھ گزر چکے ہیں' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

نکتہ ثالثہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرنے کا جواز بھی اسی آیت کریمہ سے معلوم ہوا' چنانچہ سابقہ صفحات میں ''نور الایضاح'' کی عبارت گزر چکی ہے کہ زائر سلام عرض کرنے کے بعد اور یہ آیت کریمہ پڑھنے کے بعد' حضور اقدس علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں یہ عرضی پیش کرے:

''فاشفع لنا الٰی ربك'' (نورالایضاح صفحہ۳۹۵)

(ترجمہ:) ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمارے لیے اپنے ربِ عزوجل کی بارگاہ میں شفاعت کریں''۔

اور کیوں نہ ہو کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آپ کی حیاتِ ظاہری میں صحابہ کرام نے شفاعت کا سوال کیا تو بعداز وصال شفاعت کا سوال کرنا کیوں کر حرام ہے؟ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالٰی عنه' قال: سالت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یشفع لی یوم القیامة' فقال: انا فاعل' قال: قلت یا رسول اللّٰه فاین اطلبك' قال: اطلبنی اوّل ما تطلبنی علی الصراط' قال: قلت فان لم القك علی الصراط؟ قال: فاطلبنی عند المیزان' قلت: فان لم القك عند المیزان؟ قال: فاطلبنی عند الحوض فانی لا اخطی هذه الثلاث المواطن''۔

(سنن الترمذی' کتاب: القیامۃ والرقائق' باب: ماجآء فی شان الصراط' رقم الحدیث:۲۴۳۳' دارالمعرفۃ' بیروت) (مسند احمد جلد۵ صفحہ۵۰۶' مسند انس بن مالک رقم الحدیث:۱۳۱۶۲)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میری شفاعت کریں' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں شفاعت کروں گا' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا' میں نے عرض کی: اگر میں آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں؟ فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا' عرض کی: اگر میں آپ کو میزان کے پاس بھی نہ پاؤں؟ فرمایا: پھر مجھے حوض پر تلاش کرنا' بے شک میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا''۔

وہابیہ نے دوسرے مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی بہت غلو اور تجاوز کیا ہے اور انہوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طلب شفاعت کو حرام اور کفر قرار دیا' سو ان کے ردّ کے لیے یہی آیت کریمہ کافی ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ! شفاعت کے مفصل دلائل اپنے مقام پر آئیں گے۔

نکتہ رابعہ: یہ آیت کریمہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد آپ کی حیاتِ برزخیہ پر بڑی واضح دلیل ہے اور محققین نے اس آیت کریمہ سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ اقدس پر استدلال و استشہاد کیا ہے۔ اس لیے کہ قبل ازیں دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اس آیت کریمہ کا حکم صرف حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ ظاہری کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ قیامت تک جمیع اُمت کے لیے یہی حکم ہے' سو اگر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں حیاتِ حسّی ظاہری کے ساتھ متصف نہ ہوں تو آپ کی قبر انور پر حاضری اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل اور آپ کے استغفار و

Marfat.com

استشفاع کا کیا معنی رہتا ہے؟ سو اگر آج بھی پوری اُمت کے مذنبین کو یہ حکم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت کے لیے استغفار فرماتے ہیں تو یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ جب آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ بھی ہوں' آنے والے زائرین کو دیکھتے بھی ہوں اور ان کے سلام اور ان کی معروضات کو سماعت بھی کرتے ہیں۔ اس پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

''عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه' عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' قال: ان للّٰه ملائکة سیاحین یبلغون عن امتی السلام' قال وقال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حیاتی خیر لکم وتحدثون وتحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رایت من خیر حمدت اللّٰه علیه وما رایت من شر استغفرت اللّٰه لکم. رواه البزار ورجاله رجال صحیح''. (مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۲۴' مسند البز ار رقم الحدیث: ۸۴۵' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۷۷۱' الطبقات الکبریٰ جلد۲ صفحہ۱۴۹' البدایہ والنہایہ جلد۴ صفحہ۲۵۷' الوفا: ۸۶۰)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں' وہ میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے' تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' میں تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں' اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو بُرا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں''۔

''عن اوس بن اوس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعة' فیه خلق آدم وفیه قبض' وفیه النفخة' وفیه الصعقة' فاکثروا علی من الصلاة فیه' فان صلاتکم معروضة علی قال: قالوا: یا رسول اللّٰه! وکیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت؟ قال یقولون: بلیت فقال: ان اللّٰه عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء''.

(سنن ابوداؤد' کتاب: الصلوٰۃ' باب: فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ' رقم الحدیث: ۱۰۴۷' دارالسلام' ریاض) (سنن النسائی' کتاب: الجمعۃ' باب: کثار الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الجمعۃ' رقم الحدیث: ۱۳۷۰' دارالفکر' بیروت) (سنن ابن ماجہ' کتاب اقامۃ الصلوٰۃ' باب: فی فضل الجمعۃ' رقم الحدیث: ۱۰۷۵' دارالسلام' ریاض) (سنن احمد جلد۴ صفحہ۸' سنن کبریٰ للبیہقی جلد۳ صفحہ۲۴۹' المستدرک جلد۴ صفحہ۵۶۰' کنز العمال: ۲۳۳۰۱' البدایۃ والنہایۃ جلد۴ صفحہ۲۵۸' صحیح ابن حبان: ۹۱۰)

(ترجمہ:) ''حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے تمام دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے' اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس میں ان کی روح قبض ہوئی' اسی دن میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن میں بے ہوشی ہوگی' پس تم اس دن میں کثرت سے مجھ پر درود

Marfat.com

پڑھو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ فوت ہو چکے ہوں گے یا عرض کی: آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھانے کو حرام کر دیا ہے"۔

"عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشہود تشہد الملائکہ وان احدًا لن یصلی علی الا عرضت علی صلاتہ حتیٰ یفرغ منہا ۔ قال: قلت: وبعد الموت؟ قال: وبعد الموت' ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیی یرزق " ۔ (سنن ابن ماجہ' کتاب الجنائز' باب: ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۱۶۳۷' دارالسلام' ریاض) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: الصلوٰۃ' باب: الجمعۃ' رقم الحدیث: ۱۳۶۶) (البدایۃ والنہایۃ جلد۴ صفحہ ۲۵۸)

(ترجمہ:) "حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یومِ مشہود ہے' اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور بے شک تم میں سے جو بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کے فارغ ہونے سے پہلے وہ درود مجھ پر پہنچا دیا جاتا ہے' میں نے عرض کی: موت کے بعد بھی؟ فرمایا: ہاں! موت کے بعد بھی' بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے' پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے"۔

"عن انس رضی اللہ تعالیٰ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم ویصلون" ۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۴۲۵' حیاۃ الانبیاء للبیہقی صفحہ ۳' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ۶۲۱' مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۱۱' المطالب العالیہ: ۳۴۵۲' تاریخ دمشق الکبیر جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۹' رقم الحدیث: ۳۵۱۱)

(ترجمہ:) "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں"۔

علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لیس من یوم الا تعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم سیماھم واعمالھم فلذلک یشھد علیھم یقول اللہ تبارک و تعالیٰ (فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ ھؤلآء شھیدا) (النساء: ۴۱)" ۔

(التذکرۃ صفحہ ۲۵۷' مطبع بیروت' مواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۴' مطبع بیروت)

(ترجمہ:) "حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہر دن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی اُمت صبح اور شام پیش کی جاتی ہے' پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کو ان کے چہروں اور ان کے اعمال کے ساتھ

Marfat.com

جانتے پہچانتے ہیں' اسی لیے قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس کیسا ہو گا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور محبوب تمہیں ان تمام پر گواہ لائیں گے''۔

امام محمد ابن حاج مکی اپنی کتاب ''المدخل'' میں اور امام احمد قسطلانی ''المواہب اللدنیہ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

''لا فرق بین موته وحیاته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك جلی عنده لاخفاء به''۔

(المدخل لابن الحاج' فصل فی زیارۃ القبور' جلد اوّل صفحہ ۱۸۷' المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۴۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں' ان کی نیات اور ان کے دلوں کے خیالات کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں''۔

اسی طرح امام محقق ابن الہمام ''فتح متوسط'' میں اور ملا علی قاری اس کی شرح ''مسلک متقسط'' میں فرماتے ہیں:

''انه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم بحضورك وقیامك وسلامك ای بل بجمیع افعالك واحوالك وارتحالك ومقامك''۔ (لباب المناسک والمسلک المتقسط' باب: زیارۃ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صفحہ ۵۰۸)

(ترجمہ:) ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال وکوچ اور مقام سے آگاہ ہیں''۔

محققین کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور زائرین کو جانتے پہچانتے ہیں اور ان کے سلام اور ان کی معروضات کو سماعت فرماتے ہیں اور یہ سب اسرار و رموز اور حقائق و دقائق قرآن مجید کے اس حکم ''جاءوك'' میں پنہاں ہیں۔

(نوٹ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ برزخیہ کے تفصیلی دلائل انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئیں گے)۔

نکتہ خامسہ: یہ آیت کریمہ ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما'' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عند اللہ' مرتبت' وجاہت' علو اور آپ کی رفعت شان پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کے استغفار کے ساتھ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کا ذکر فرمایا اور واضح فرما دیا کہ جب میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہارے حق میں لب کھل گئے اور انہوں نے تمہارے لیے استغفار کر دیا تو صرف یہ نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا بلکہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھلے ہوئے لبوں کی برکت سے تمہارے دامن کرم کو اپنی رحمت' اپنے کرم' اپنے فضل اور جود ونوال سے مملوء فرما دے گا۔

سو یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی کتنی واضح دلیل ہے کہ آپ کی شفاعت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نہ صرف یہ

Marfat.com

کہ اس کے گناہ بخش دے گا بلکہ اسے انعام کے طور پر رحمت بھی عطا فرمائے گا۔ فسبحان من عظم حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

''فلا ربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم'' اور حاکمیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O'' (النساء:٦٥)

(ترجمہ:) ''تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہیں ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے پوری طرح اس حکم کو مان لیں O''

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے متعلق دو اقوال ہیں:

پہلا قول یہ روایت ہے جسے صحاح ستہ کے جمیع مصنفین نے روایت کیا:

''عن عروة بن الزبير، ان عبد الله بن الزبير حدثه: ان رجلا من الانصار خاصم الزبير عند رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شراج الحرة التی يسقون بها النخل، فقال الانصاری: سرح الماء يمر، فابٰی عليهم، فاختصموا عند رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للزبير: اسق يا زبير، ثم ارسل المآء الٰی جارك۔ فغضب الانصاری فقال: يا رسول الله، ان كان ابن عمتك، فتلون وجه نبی الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ثم قال: يا زبير، اسق، ثم احبس الماء حتى يرجع الى الجدر، فقال الزبير: والله! انی لاحسب هذه الاية نزلت فی ذلك: (فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم الخ) (النساء:٦٥)''۔

(صحیح البخاری، کتاب: المساقاۃ، باب: سکر الانھار، رقم الحدیث:٢٣٥٩۔٢٣٦٠، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: وجوب اتباعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:٦٠٦٥، دارالکتاب العربی، بیروت) (سنن ابوداؤد، کتاب: الاقضیۃ، باب: ابواب من القضاء، رقم الحدیث: ٣٦٣٧، دارالسلام، ریاض) (سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ النسآء، رقم الحدیث:٣٠٢٧، دارالمعرفۃ، بیروت) (سنن النسائی، کتاب: آداب القضاۃ، باب: اشارۃ الحاکم بالرفق، رقم الحدیث:٥٤٣١، دارالفکر، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب: السنۃ، باب: تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:١٥، دارالسلام، ریاض) (سنن کبریٰ للبیہقی جلد ٦ صفحہ ١٥٣)

(ترجمہ:) ''حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جھگڑا کیا، زمین کو سیراب کرنے والی یانی کی ایک نالی کے بارے میں، وہ دونوں اس سے اپنے درختوں کو پانی دیتے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! تم اپنی زمین کو پانی دو' پھر پانی اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو۔ وہ انصاری غضب ناک ہوا اور اس نے کہا: یہ آپ کے عم زاد ہیں اس لیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے: (فلا وربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم'')۔

دیگر محققین نے اس آیت کریمہ کا ایک اور شانِ نزول نقل کیا ہے۔ امام ابن جریر طبری نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں واقعے اس آیت کے نزول کا سبب ہوں۔ (جامع البیان جلد ۳ صفحہ ۱۰۱' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

آیت کریمہ کا دوسرا شانِ نزول یہ ہے:

''عن عروة بن الزبير رضى الله تعالىٰ عنهما' قال: اختصم الىٰ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجلان' فقضىٰ لاحدهما' فقال الذى قضىٰ عليه: ردنا الىٰ عمر' فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نعم' انطلقوا الىٰ عمر' فانطلقا' فلما اتيا عمر فقال الذى قضى له: يا ابن الخطاب ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضىٰ لى' وان هذا قال: ردنا الىٰ عمر' فردنا اليك رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فقال عمر: اكذلك؟ للذى قضى عليه قال: نعم' فقال عمر: مكانك حتى اخرج فلا قضى بينكما' فخرج مشتملا علىٰ سيفه' فضرب الذى قال: ردنا الىٰ عمر فقتله' وادبر الآخر الىٰ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فقال: يا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل عمر صاحبى ولو لا ما اعجزته لقتلنى' فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ما كنت لاظن ان عمر يجترى علىٰ قتل مؤمن' فانزل الله تعالىٰ: فلا وربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم'' (النساء) فتبرا الله تعالىٰ عمر من قتله''۔ (الصارم المسلول لابن تیمیہ صفحہ ۶۶' تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۵۲۱' الدر المنثور للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۵۸۵' وقال: اخرجہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ)

(ترجمہ:) ''حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی اپنا جھگڑا حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر آئے (جن میں ایک یہودی تھا اور دوسرا منافق' یہودی حق پر تھا اور منافق باطل پر) تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں ایک کے حق میں فیصلہ فرما دیا (یعنی یہودی کے حق میں) تو جس منافق کے خلاف فیصلہ ہوا تھا' اس نے کہا کہ ہمیں عمر کی طرف بھیج دیں (فیصلہ کروانے کے لیے)۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم عمر کے پاس چلے جاؤ۔ پس جب وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو جس (یہودی) کے حق میں فیصلہ ہوا تھا' وہ کہنے لگا: اے خطاب کے بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا لیکن اس نے کہا کہ ہمیں عمر کی طرف بھیج دیں۔ حضرت عمر نے اس (منافق) سے پوچھا کہ کیا یہی بات ہے؟ اس نے کہا:

Marfat.com

جی ہاں! تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: تُو یہاں ٹھہر میں ابھی آ کر تیرا فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ تلوار لے کر باہر آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا اور فرمایا: ''**ھذا قضای لمن لم یرض بقضاء رسول اللّٰہ ﷺ**'' یہ میرا فیصلہ ہے اس کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔ دوسرا آدمی بھاگتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ عمر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا نہیں گمان کہ عمر کسی مؤمن کو قتل کرنے کی جرأت کرے گا' پس اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی: ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ '' (النساء:٦٥)۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو بری الذمہ قرار دے دیا''۔

اس آیت کریمہ سے چند نکات مستخرج ہوتے ہیں:

نکتہ اولیٰ: اللہ جل مجدہ عالمین کی ہر شے کا رب ہے' وہ عرش معلّٰی کا رب ہے' وہ آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' وہ مشرق و مغرب کا رب ہے' وہ بر و بحر کا رب ہے' اسی طرح وہ خانہ کعبہ کا رب ہے' لیکن اللہ جل مجدہ نے اس آیت کریمہ میں قسم ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ محبوب مجھے تیرا رب ہونے کی قسم ہے۔ اس میں اشارہ تھا کہ پوری کائنات میں کسی ایک کے ساتھ اللہ جل مجدہ کی ربوبیت اور خلاقیت کا ویسا تعلق نہیں' جیسا ربوبیت' تربیت اور فیض رسانی کا تعلق محبوب مکرم ﷺ کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پورے قرآن میں بر و بحر' عرش و کرسی' لوح و قلم' آسمانوں اور زمینوں اور مشرق و مغرب' یہاں تک کہ خانہ کعبہ ان میں سے کسی ایک طرف اپنی ربوبیت کی نسبت فرما کر قسم نہیں ارشاد فرمائی' لیکن حضور نبی مکرم ﷺ کی طرف اپنی ربوبیت کی نسبت فرما کر اللہ جل مجدہ نے قسم ارشاد فرمائی جو آپ کی عنداللہ' اقربیت' اعظمیت اور اکرمیت پر واضح دلیل ہے۔

''فلا وربك ''محبوب! مجھے تیرے رب کی قسم ہے۔ اس جملہ میں کس قدر ذوق اور چاشنی ہے اور یہ جملہ کس قدر وجد آور ہے' اس کا ادراک صاحب عرفان ہی کر سکتے ہیں۔

نکتہ ثانیہ: اللہ جل مجدہ نے قرآن مجید' فرقانِ حمید میں کئی مقامات پر اپنی ربوبیت کی اضافت و نسبت اپنے حبیب مکرم ﷺ کی طرف فرمائی ہے اور اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عبدیت کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں!

اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ''وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ'' ۔ (البقرہ:۳۰)

(ترجمہ:) ''اور یاد کرو اے محبوب! جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا''۔

غور فرمائیں کہ یہاں کلام یوں بھی کیا جا سکتا تھا: ''**واذ قال اللّٰہ للملائکۃ** ''اور جب اللہ نے فرشتوں سے فرمایا' لیکن

اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت کے اظہار اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنی ربوبیت کے تعلق کے اظہار کے لیے یوں فرمایا: ''واذ قال ربك للملائكة'' اور جب محبوب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

(۲) ''فَلَا وَ رَبِّكَ'' ۔ (النساء:٦٥)

(ترجمہ:) ''پس محبوب تیرے رب کی قسم!''۔

(۳) ''نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ O'' (الانعام:۸۳)

(ترجمہ:) ''ہم جس کو چاہیں درجات بلند فرمائیں' بے شک اے محبوب! تمہارا رب' حکمت والا' علم والا ہے O''

(٤) ''اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ'' ۔ (الانعام:۱۱۷)

(ترجمہ:) ''بے شک اے محبوب! تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہے''۔

(۵) ''وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ'' ۔ (الانعام:۱۲٦)

(ترجمہ:) ''اور اے محبوب! یہ تمہارے رب کا سیدھا رستہ ہے''۔

(٦) ''لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ'' ۔ (یونس:۹۴)

(ترجمہ:) ''تحقیق اے محبوب! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا''۔

(۷) ''اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ O'' (ھود:٦٦)

(ترجمہ:) ''بے شک اے محبوب! تمہارا رب بہت طاقت والا' عزت والا ہے O''

(۸) ''اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ O'' (ھود:۱۰۷)

(ترجمہ:) ''بے شک اے محبوب! تمہارا رب جو چاہے وہ کرتا ہے O''

چند ایسی آیات بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت کی اضافت اور نسبت اپنی طرف فرمائی تاکہ معبود وعبد' محب ومحبوب کے مابین تعلق علیٰ وجہ البصیرۃ واضح ہو جائے۔ ارشاد فرمایا:

(۹) ''سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا'' ۔ (الاسراء:۱)

(ترجمہ:) ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں سیر کروائی''۔

(۱۰) ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ'' ۔ (الکہف:۱)

(ترجمہ:) ''تمام خوبیاں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی''۔

(۱۱) ''تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا O'' (الفرقان:۱)

(ترجمہ:) ''بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فرقان نازل فرمایا اپنے بندۂ خاص پر تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے

Marfat.com

نذیر ہو جائےO"

(۱۲) "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰیO" ۔ (النجم:۱۰)

(ترجمہ:) "پس اللہ نے وحی فرمائی اپنے بندہ کی طرف جو وحی فرمائیO"

سو اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنی ربوبیت کی اپنے حبیب ﷺ کی طرف نسبت فرمانا اور اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عبدیت کی اپنی طرف نسبت فرمانا اس امر پر واضح بین دلیل ہے کہ اس پوری کائنات میں جو وجاہت، قربت، منزلت، مرتبت، علو اور رفعت حضور نبی مکرم ﷺ کو اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں حاصل ہے، ایسی منزلت وشان پوری کائنات میں کسی کو بھی حاصل نہیں۔ بقول امام اہل سنت ؎

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل — اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے — ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
اور سارے اونچوں سے اونچا کہئے جسے — ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

نکتہ ثالثہ: آیت کریمہ "فلا ربك لا یؤمنون حتی یحکموك" سے تیسرا اہم، مرکزی اور بنیادی نکتہ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ عام طور پر اگر ایک قاضی یا جج فیصلہ کرتا ہے اور جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے، اگر وہ اس فیصلہ پر مطمئن نہیں تو دنیوی قانون میں اس بندے کا یہ حق ہے کہ وہ کسی اور جج یا قاضی سے فیصلہ کروائے کہ ممکن ہے کہ پہلا جج معاملہ کی حقیقت اور اس کی تہہ تک نہ پہنچا ہو اور معاملہ فہمی میں اس سے غلطی اور خطا صادر ہوئی ہو، چنانچہ آج کل بھی اگر عام کچہریوں میں جج جو فیصلے کرتے ہیں تو جس کے خلاف فیصلہ ہو، وہ ہائی کورٹ میں اپیل دائر کروا سکتا ہے اور اگر وہ ہائی کورٹ کے فیصلہ پر بھی مطمئن نہ ہو تو وہ سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر سکتا ہے۔ لیکن یہ آیت کریمہ واشگاف الفاظ میں دلالت کرتی ہے کہ عدالت مصطفوی ﷺ کا معاملہ کسی عام عدالت کی طرح نہیں اور ذاتِ مصطفےٰ ﷺ کی قضا اور آپ کا فیصلہ، کسی عام قاضی یا جج کے فیصلے اور اس کی قضا کی طرح نہیں کہ عام قاضی کے فیصلہ کے خلاف تمام اپیل دائر کر سکتے ہو، اس فیصلہ پر بحث وتمحیص اور نظر ثانی ہو سکتی ہے لیکن خبردار رسول اللہ ﷺ جو فیصلہ فرما دیں وہ رب عزوجل کے فیصلے کی طرح قطعی، اٹل اور ہر خطا ولغزش سے پاک ومبرا ہے، یہاں نہ تو تم اس فیصلہ کا ردّ کر سکتے ہو، نہ اس پر نظر ثانی کر سکتے ہو، نہ اس کی صحت کے متعلق تحقیق وتفتیش اور بحث وجدال کر سکتے ہو، بلکہ اگر تم نے حضور نبی مکرم ﷺ کے فیصلہ کے خلاف کسی اور کی طرف اپیل دائر کی یا اسے تسلیم کرنے میں تامل، اضطراب اور قلق کا اظہار کیا، یا رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کی حقانیت وصداقت اور صواب ہونے میں تردّد یا تذبذب کا اظہار کیا تو قرآن کا واضح حکم ہے: "لا یؤمنون حتی یحکموك" کہ وہ عند اللہ مؤمن نہیں بلکہ کافر ومرتد ہیں۔ چنانچہ محدث خیر امم، ملہم من اللہ، موفق بالصواب، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس آدمی کو جس نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو ردّ کیا تو آپ کی خداداد بصیرت

Marfat.com

اس بندے کو کافر قرار دے کر آپ نے اسے قتل کر دیا' لوگوں کو جب حضرت فاروق اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اقدام پر تشویش لاحق ہوئی تو خالق کائنات جل وعلا نے قرآن مجید' فرقانِ حمید کی یہ آیت کریمہ نازل فرما کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کی تائید' توثیق اور تصویب فرما دی اور واضح کر دیا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ میں تذبذب' تشویش' تشکک یا تردد کا اظہار کرتا ہے اور دل و جان سے اس کو تسلیم نہیں کرتا' وہ عند اللہ مؤمن نہیں بلکہ کافر ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو فیصلہ ہے' وہ درحقیقت اللہ جل مجدہ کی وحی کے ساتھ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی O اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی O'' (النجم:۳۔۴)

(ترجمہ:) ''وہ اپنی خواہش کے کلام نہیں کرتے O مگر اس وحی سے جو ان کی طرف کی جاتی ہے O''

نیز ارشاد فرمایا:

''قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ج'' . (الاعراف:۲۰۳)

(ترجمہ:) ''محبوب! تم فرماؤ میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''والذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق'' . (مشکوٰۃ)

(ترجمہ:) ''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میرے منہ سے سوائے حق کے کوئی بات نہیں نکلتی''۔

نکتہ رابعہ: یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے اور وہ اس طرح کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم عن الخطاء نہ ہوں تو عام قضاۃ کی طرح آپ کے فیصلہ پر بھی نظر ثانی کی جاتی اور آپ کے فیصلہ کے خلاف بھی اپیل دائر کی جاتی لیکن جب ایسا کرنا ایمان کے مقتضیات کے خلاف ہے تو قطعی طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' گناہ' خطا اور لغزش سے معصوم اور پاک ہیں۔

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

''دلت الآیۃ علی ان الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام معصومون عن الخطا فی الفتوی وفی الاحکام' لانہ تعالیٰ او جب الانقیاد لحکمھم وبالغ فی ذلک الایجاب وبین انہ لابد من حصول ذالک الانقیاد فی الظاھر وفی القلب' وذالک ینفی صدور الخطا عنھم'' .

(التفسیر الکبیر جلد ۴ صفحہ ۱۴۳' دار الفکر' بیروت)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خطا سے معصوم ہوتے ہیں' فتویٰ دینے میں اور شریعت کے احکام بتانے میں' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حکم کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے اور وضاحت فرما دی کہ یہ اطاعت جس طرح ظاہر جسد سے ہو' اسی طرح دل سے بھی ہو اور یہ اس بات کے منافی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطا صادر ہو''۔

نکتہ خامسہ: سورۃ النساء کی یہ آیت کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام انسانوں کی طرح انسان یا بشر نہیں بلکہ اپنی ذات وصفات میں یگانہ' منفرد' یکتا اور بے مثل و بے مثال بشر ہیں' اس لیے کہ جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ اور قضاء' عام قضاۃ کے فیصلہ اور ان کی قضا کی طرح نہیں تو آپ کی ذات' عام انسانوں کی ذات کی طرح کس طرح ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جمیع صحابہ سے ارشاد فرمایا: حالانکہ ان میں اکثر صحابہ ایسے بھی تھے جن میں قضا کی صلاحیت واستعداد تھی۔ لیکن فرمایا:

''ایکم مثلی''۔ (متفق علیہ)

(ترجمہ:) ''تم میں میری مثل کون ہے؟''

''لست کھیئتکم''۔

(ترجمہ:) ''میں تمہاری طرح نہیں ہوں''۔

''انی لست کمثلکم''۔

(ترجمہ:) ''میں تمہاری مثل نہیں ہوں''۔

اس آیت کریمہ کا لب لباب' ماحصل اور خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو ردّ کرنے والا تھا۔ اس کی صحت و حقانیت میں تردّد کرنے والا دائرۂ اسلام وایمان سے خارج ہے اور عنداللہ وہی بندۂ مؤمن ہے جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاکمیت پر اور آپ کے فیصلہ کی صحت' حقانیت اور صداقت پر ایمان لے آئے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ درحقیقت اللہ جل مجدہ کا فیصلہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O'' (النور:۵۱)

(ترجمہ:) ''مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ فرمائے تو یہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں O''

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے لیکن فیصلہ کرنے میں واحد کے صیغے کا ذکر ہے' ''لیحکم بینھم'' تاکہ وہ ایک ان میں فیصلہ فرمائے' جو اس بات پر بیّن دلیل ہے کہ اللہ اور رسول کا فیصلہ ایک ہی ہے۔

Marfat.com

آیت کریمہ ''من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ'' اور عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ج'' ۔ (النساء:۸۰)

(ترجمہ:) ''جس نے رسول کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت' منزلت اور اپنی بارگاہ میں عظمت وقربت بیان فرمائی کہ رسول کی اطاعت کرنے والا ہی حقیقت میں خدا کی اطاعت کرنے والا ہے' بغیر رسول کی اطاعت کے کوئی بندہ خدا کی اطاعت کو نہیں پاسکتا' یعنی رسول کے وسیلہ کے بغیر کوئی بندہ ذاتِ خدا تک رسائی نہیں پاسکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات تک رسائی کے تمام دروازے بند کر دیئے' صرف ایک دروازہ درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھول دیا کہ جو اس بارگاہ میں آئے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ کی اطاعت کا توسل کرے گا' وہی اللہ رب العزت کی ذات تک رسائی حاصل کرے گا۔ قرآن مجید میں یہی مضمون ایک دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ'' ۔ (آل عمران:۳۱)

(ترجمہ:) ''اے محبوب! تم فرماؤ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تم سے محبت فرمائے گا''۔

کئی احادیث میں بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بیان فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

(۱) ''عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ' ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ'' ۔ (صحیح بخاری' کتاب: الاحکام' باب: قولہ تعالیٰ: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم' رقم الحدیث:۶۷۱۸) (صحیح مسلم' کتاب: الامارۃ' رقم الحدیث:۱۸۳۵) (سنن النسائی رقم الحدیث:۴۱۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۱۵۹۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۴۵۵۶' مسند احمد رقم الحدیث:۷۴۲۸)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی سو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی سو اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی''۔

(۲) ''عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما' قال: جاء ت الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو نائم..... فقال بعضھم: ان العین نائمۃ والقلب یقظان' فقالوا: فالدار الجنۃ والداعی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمن اطاع محمدا' فقد اطاع اللّٰہ' ومن عصٰی محمدًا' فقد عصی اللّٰہ' ومحمد فرّق بین الناس ۔ رواہ البخاری'' ۔

(صحیح بخاری' کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ' باب: الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۶۸۵۲)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ فرشتے' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ

Marfat.com

اقدس میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں' دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا: حقیقی گھر جنت ہی ہے اور محمد (ﷺ) (حق کی طرف) بلانے والے ہیں' جس نے (حضرت) محمد ﷺ کی اطاعت کی' اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے (حضرت) محمد ﷺ کی نافرمانی کی' اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' محمد ﷺ اچھے اور بُرے میں فرق کرنے والے ہیں''۔

(۳) ''عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللہ ﷺ' من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ' ومن اطاع علیا فقد اطاعنی' ومن عصی علیا فقد عصانی''۔

(المستدرک رقم الحدیث: ۴۶۱۷' تاریخ مدینہ دمشق جلد ۴۲ صفحہ ۳۰۷)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی' پس تحقیق اس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی اور جس نے علی کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی''۔

اس آیت کریمہ میں ایک بہت خاص نکتہ قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا' اسی طرح اپنے حبیب مکرم ﷺ کے بہت سے معاملات کو اپنا معاملہ قرار دیا' مثلاً اپنے حبیب مکرم ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا۔

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ'' ۔ (الفتح:۱۰)

(ترجمہ:) ''بے شک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں' وہ تو صرف اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی ''رمی'' کو اللہ جل مجدہ نے اپنی ''رمی'' قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

''وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ'' ۔ (الانفال:۱۷)

(ترجمہ:) ''اور جب محبوب تم نے پھینکا تھا تو وہ حقیقت میں تم نے نہیں پھینکا مگر اللہ نے پھینکا تھا''۔

اپنے حبیب مکرم ﷺ کے فیصلہ کو اللہ عزوجل نے اپنا فیصلہ قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

''اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝'' ۔ (النور:۵۱)

(ترجمہ:) ''مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے کہ وہ عرض کرتے ہیں: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہ کامیاب ہونے والے

Marfat.com

ہیں O''

بلایا دو ہستیوں کی طرف جا رہا ہے' مگر فیصلہ کرنے میں واحد کا صیغہ ''لیحکم'' ارشاد فرمایا' جو اس طرف مشر ہے کہ جو رسول کا فیصلہ ہے' وہ درحقیقت اللہ جل مجدہ کا فیصلہ ہے۔

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کو اپنی اذیت قرار دیا' حالانکہ ربِ کائنات اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ کوئی اسے اذیت پہنچائے لیکن اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کی نزاکت بتلانے کے لیے ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ کی اذیت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا O'' (الاحزاب:۵۷)

(ترجمہ:) ''بے شک جو لوگ اذیت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ لعنت فرماتا ہے اور اللہ نے ان کے لیے ذلیل کر دینے والا عذاب تیار کر کے رکھا ہے O''

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقدیم و پیش قدمی کو اپنی ذات سے تقدیم و پیش قدمی قرار دیا حالانکہ بالفعل اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے تقدیم و پیش قدمی ممکن نہیں۔ ارشاد فرمایا:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ O'' (الحجرات:۱)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ (عزوجل) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے O''

اسی طرح اپنے حبیب مکرم کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ'' ۔ (التوبہ:۶۲)

(ترجمہ:) ''اور اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ اسے راضی کیا جائے''۔

آیت کریمہ کا اسلوب بلاغت تو ملاحظہ فرمائیں کہ ذکر دو ذوات کا ہے لیکن ''یرضوہ'' میں ضمیر واحد کی لائی گئی اور وہ ضمیر راجع بھی رسول کی طرف ہے' اس لیے کہ ضمیر کو قریب کے مرجع کی طرف لوٹانا اولیٰ و انسب ہے۔ سو آیت کریمہ کا ترجمہ یہ بنے گا کہ ''اللہ اور اس کا رسول اس بات کے حق دار ہیں کہ رسول کو راضی کیا جائے''۔ اس میں اشارہ تھا کہ اللہ جل مجدہ کی رضا اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا میں کوئی فرق' کوئی تفاوت' کوئی تضاد اور کوئی تخالف نہیں بلکہ رسول کی رضا ہی درحقیقت خدا کی رضا ہے' جس سے رسول راضی ہو گیا تو اس سے صرف رسول نہیں بلکہ خدا بھی راضی ہو گیا۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نطق کو اپنی وحی قرار دیا:

ارشاد فرمایا:

''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی O اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی O'' (النجم:۳-۴)

(ترجمہ:) ''اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے O ان کا کلام نہیں مگر اللہ کی وحی کے ساتھ O''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے ادب کو اپنا تقویٰ قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط''۔ (الحجرات:۳)

(ترجمہ:) ''بے شک وہ لوگ جو رسول اللہ کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے''۔

''تقویٰ'' توحید اور معرفت باری تعالیٰ کا ماحصل، مغز اور مقصود ہے۔ اور یہ تقویٰ، حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے ادب اور تعظیم سے ملتا ہے۔ گویا کہ ربِ کائنات جل وعلا نے بارگاہِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب اور اپنے تقویٰ کو لازم وملزوم قرار دے دیا ہے۔

یہ چند آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت شان، جلالت رتبی، علو مرتبت اور آپ کی خداداد منزلت پر بیّن برہان ہیں۔ اللہ جل مجدہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت سے حظ وافر نصیب فرمائے۔ آمین!

آیت کریمہ ''ومن یخرج من بیتہٖ مھاجرًا الی اللّٰہ ورسولہ'' کا مفہوم

اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

''وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا O'' (النساء:۱۰۰)

(ترجمہ:) ''اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے، پھر اسے موت نے آلیا تو تحقیق اس کا ثواب واجر اللہ کے ذمہ ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے O''

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام ضمرہ بن العیص یا العیص بن ضمرہ تھا، جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو وہ بیمار تھا، اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: وہ اس کو چارپائی پر ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلیں، وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے، وہ ابھی مقامِ تنعیم پر ہی پہنچے تھے کہ اس شخص کی وفات ہو گئی۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اس آیت کریمہ سے چند نکات مستنبط ہوئے:

نکتہ اولیٰ: ہجرت کا لغوی معنی ہے: چھوڑ دینا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے: ''المھاجر من ھجر ما نھی اللّٰہ عنہ'' مہاجر وہ ہے جو اللہ عزوجل کے منع کردہ کاموں کو چھوڑ دے۔

Marfat.com

اور اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام کی طرف آنا۔

ہجرت کے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے اللہ جل مجدہ کی طرف حقیقۃً ہجرت ممکن نہیں' اس لیے کہ ہجرت کا معنی ہے: ایک مکان اور جگہ سے دوسرے مکان اور جگہ میں منتقل ہونا اور اللہ تبارک وتعالیٰ تو جگہ سے ہی پاک ہے' تو اس کی طرف ہجرت کیسے ممکن ہے؟ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ جل مجدہ کی بارگاہ سے ایسا اتصال اور آپ کا اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں ایسا قرب ہے کہ ربِ کائنات نے آپ کی طرف ہجرت کرنے کو اپنی طرف ہجرت قرار دیا کہ جو میرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے آیا وہ صرف ان کی طرف نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی طرف ہجرت کر کے آیا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت پچھلی آیت کریمہ میں گزری ہے۔

نکتہ ثانیہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے آنے والا' اللہ رب العزت کی طرف ہجرت کر کے آنے والا ہے تو اس سے یہ نکتہ بھی معلوم ہوا کہ بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درحقیقت بارگاہِ خدا عزوجل ہے۔ اس بارگاہ کی طرف منہ کرنے والا درحقیقت اللہ جل مجدہ کی بارگاہ کی طرف منہ کرنے والا ہے اور اس بارگاہ سے منہ پھیرنے والا درحقیقت اللہ جل مجدہ سے منہ پھیرنے والا ہے۔

اس نکتہ سے ابن تیمیہ اور اس کے معتقدین و متبعین کا ردِ بلیغ ہو گیا کہ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کی زیارت کی نیت سے سفر حرام و گناہ ہے۔

نکتہ ثالثہ: ایک بڑا اہم نکتہ قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں موجود تھے' اس وقت تک مکہ سے مدینہ ہجرت کا حکم نہیں تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ چھوڑ دیا اور مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو مکہ شریف سے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے فرض ہو گیا یہاں تک کہ بعض لوگوں نے بغیر کسی عذر سے ہجرت نہ کی تو ان کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

''اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ط قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا ط فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ط وَسَآءَتْ مَصِیْرًا O''

(النساء:۹۷)

(ترجمہ:) ''وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے' ان سے فرشتے کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے' وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے' یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانہ ہے O''

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مکہ سے ہجرت فرض تھی اور اس کا تارک مرتکب کبیرہ و حرام تھا' لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ مکہ میں بیت اللہ بھی تھا' مقامِ ابراہیم بھی تھا' صفا و مروہ کی پہاڑیاں بھی تھیں' میدانِ عرفات' میدانِ مزدلفہ' میدانِ منیٰ اور بہت سے

Marfat.com

متبرک ومقدس مقامات و مآثر تھے' اس کے باوجود مکہ سے ہجرت فرض کیوں ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مکہ سے ہجرت کی فرضیت میں یہی فلسفہ تو کارفرما ہے کہ لوگوں کو دین کی روح' ایمان کا مقصود اور اسلام کا مرکز ومحور سمجھ میں آ جائے کہ مکہ شریف کے یہ تمام مقاماتِ مقدس سہی لیکن یہ ایمان کا مقصود اصلی اور اسلام کے مرکز اعظم نہیں' ایمان کا مقصود اصلی اور اسلام کا مرکز اعظم اور محورِ اکبر' ذاتِ مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ان تمام مقدس مقامات کے ہونے کے باوجود مکہ سے ہجرت کو فرض قرار دے دیا۔ اس لیے کہ اب اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ ایک بڑا لطیف' ذوقی اور وجدانی نکتہ ہے' اسے اچھی طرح ذہن میں نقش کرلیں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ؎

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

آیت کریمہ ''وانزل اللّٰہ علیک الکتاب والحکمۃ'' اور وسعت علم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا○'' (النساء:۱۱۳)

(ترجمہ:) ''اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اُتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے○''

اگرچہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علمی اور آپ کے مطلع علی الغیب ہونے کی تفصیلی بحث سابقہ اوراق میں گزر چکی ہے' یہاں اس آیت کریمہ کے تحت چند قابل توجہ نکات پیش خدمت ہیں۔

نکتہ اولیٰ: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب کو نازل فرمایا ہے تو اسی طرح حکمت کو بھی نازل فرمایا۔ اس ''حکمت'' کی تعبیر اور مفہوم میں کئی اقوال ہیں' لیکن کثیر محققین اُمت کا مختار اور جملہ اقوال کا جامع مفہوم یہ ہے کہ حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ جل مجدہ نے جس طرح اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو قرآن کی مُبیّن اور موضح سنت کو بھی نازل فرمایا ہے۔ چند مفسرین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ فرماتے ہیں:

''والحکمۃ وھی السنۃ''۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۶۲۰' مؤسسۃ الریان' بیروت)

(ترجمہ:) ''اور اللہ تعالیٰ نے حکمت بھی نازل فرمائی تو اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے''۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

''المراد بالحکمۃ السنۃ''۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۱۸۷' مکتبہ رشیدیہ)

(ترجمہ:) ''حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے''۔

امام محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

''والصواب من القول عندنا فی "الحکمة" انها العلم باحکام اللّٰه التی لا یدرك علمها الا ببیان الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (تفسیر جامع القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اور ہمارے نزدیک درست قول ''حکمت'' کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے ان احکام کا علم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کے بغیر معلوم ہونا ممکن نہیں''۔

درج ذیل مفسرین نے بھی حکمت کی تعریف میں یہی قول ذکر کیا:

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ (تفسیر البغوی جلد اوّل صفحہ ۷۸)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (تفسیر قرطبی جز ثانی صفحہ ۱۳۰)

امام حافظ عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ (زادالمسیر جلد اوّل صفحہ ۱۱۳)

حجیت حدیث کے چند دلائل

تصریحاتِ مفسرین سے معلوم ہوا کہ ''حکمت'' سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جو کہ قرآنی آیات کی مبین اور موضح ہے اور جب یہ معنی ہے تو قطعی طور پر معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض رسالت میں صرف ابلاغ قرآن ہی نہیں بلکہ اپنے اقوال و افعال اور سنت کے ذریعے قرآن کی توضیح و تبیین بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف قرآن ہی اللہ جل مجدہ کی وحی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے۔ سو جو لوگ حدیث یا سنت کی حجیت کے قائل نہیں' وہ نہ صرف حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مبین کے منکر ہیں بلکہ وہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے بھی منکر ہیں۔ قرآن مجید میں کثیر مقامات پر کتاب و حکمت کو مقترن کر کے بیان کیا گیا ہے' جو اس بات پر دلیل ہے کہ صرف تمسک بالکتاب کافی نہیں بلکہ تمسک بالحکمۃ اور تمسک بالسنۃ بھی لازم و واجب ہے' بغیر حکمت و سنت کے قرآن کے معانی و مطالب اور اسرار و رموز کا فہم و ادراک ناممکن اور محال ہے۔ حجیت حدیث پر چند مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ○'' (القیامۃ: ۱۶ تا ۱۹)

(ترجمہ:) ''(محبوب!) تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو ○ بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ○ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو ○ پھر بے شک

Marfat.com

اس کی باریکیاں تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہےO''

اللہ جل مجدہ نے اس آیت کریمہ میں صرف قرآن کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ اقدس میں محفوظ کرنے کا ہی ذمہ نہیں لیا بلکہ اس کے بیان' اس کی وضاحت اور اس کی تفصیل کا ذمہ بھی لیا ہے' اور ظاہر ہے کہ قرآن کی وضاحت اور قرآن کی تفصیل' قرآن مجید سے زائد شے ہے اور اسی کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور آپ کی سنت ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَO'' (النحل:۴۴)

(ترجمہ:) ''اور اُتارا ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (قرآن) تا کہ اے محبوب! تم کھول کر بیان کرو لوگوں کے لیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے ان کی طرف تا کہ وہ غور و فکر کریںO''

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کا بیان اور اس کی وضاحت وتشریح اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرما کے آپ پر ذمہ داری عائد فرمائی کہ محبوب جس طرح تم نے قرآن کی تبلیغ کرنی ہے' اسی طرح اس کے بیان اور اس کی وضاحت کی بھی اپنے اقوال و افعال سے تبلیغ کرنی ہے۔ سو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث حجت ہی نہیں اور قابل عمل و اتباع ہی نہیں تو اللہ جل مجدہ نے آپ پر قرآن کی تبیین کی ذمہ داری کیوں عائد فرمائی؟ آپ پر قرآن کی توضیح و تبیین کی ذمہ داری کا ہونا' اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح رسول کا دیا ہوا قرآن حجت و قابل عمل ہے' اسی طرح رسول کی تبیین و توضیح اور آپ کی سنت و احادیث بھی قابل عمل ہیں۔ ارشاد ہوا:

''وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا'' ۔ (الحشر:۷)

(ترجمہ:) ''اور رسول تمہیں جو احکام دے تو انہیں مضبوطی سے تھام لو اور جس سے منع فرما دے تو اس سے رُک جاؤ''۔

آیت کریمہ میں ''ما'' عموم و شمول کے لیے ہے کہ میرا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور پچھلی آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو صرف قرآن ہی نہیں عطا فرمایا بلکہ قرآن کی عملی تفسیر و توضیح اور قرآن کا بیان اور اس کی تبیین بھی عطا فرمائی ہے' سو جو لوگ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیئے ہوئے قرآن سے تو تمسک کریں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دی ہوئی تبیین و توضیح سے اعراض کریں تو نہ صرف انہوں نے اس آیت کریمہ کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ بجا طور پر ایسے لوگ ''یؤمن ببعض ویکفر ببعض'' کے مصداق ہیں۔

حدیث کے حجت ہونے اور اس کے وحی خفی اور وحی غیر متلو ہونے پر قرآن مجید' فرقانِ حمید کی یہ آیت کریمہ بڑی واضح دلیل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ

Marfat.com

عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِىَ الۡعَلِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ۝ ''(التحریم:۳)

(ترجمہ:) ''جب نبی نے اپنی ایک بعض زوجہ سے راز کی بات کہی تھی' پھر جب اس بیوی نے (کسی پر) وہ راز ظاہر کر دیا اور اللہ نے نبی کو اس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی' تو نبی نے کسی حد تک (اس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا' پھر جب نبی نے اسے (افشائے راز کی) یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے ۝''

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کوئی راز کی بات بتائی اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ راز کی بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتا دی۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم کو اس افشائے راز کے متعلق بتا دیا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب اس افشائے راز کے متعلق پوچھا تو وہ حیرت سے پوچھنے لگیں: ''من انباك هذا'' کہ آپ کو اس افشائے راز کے متعلق کس نے بتایا ہے؟ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً ارشاد فرمایا: ''نبانی العلیم الخبیر'' مجھے اس ذات نے بتایا ہے جو علم والا ہے اور خبر دینے والا ہے۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ پورے قرآن میں وہ کون سی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس افشائے راز کی خبر دی ہو؟ اور جب نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا ذریعہ صرف قرآن ہی نہیں بلکہ ایک دوسرا ذریعہ بھی ہے جسے وحی خفی یا وحی غیر متلو یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ سو حجیت حدیث کے منکرین دراصل اللہ تعالیٰ کی وحی کے منکر ہیں۔

اسی قرآن مجید میں ہے:

''مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّيۡنَةٍ اَوۡ تَرَكۡتُمُوۡهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوۡلِهَا فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيُخۡزِىَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝ ''(الحشر:۵)

(ترجمہ:) ''جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے' یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے کہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے ۝''

عامہ کتب سیر میں موجود ہے کہ جب غزوۂ بنی نضیر ہوا اور بنونضیر کے قلعے کا محاصرہ کیا گیا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہودیوں کے بعض کھجوروں کے درخت جلا دیئے اور بعض چھوڑ دیئے' ان یہودیوں نے جب اس بات پر اعتراض کیا اور اسے فساد فی الارض سے تعبیر کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرما کر صحابہ کرام کے عمل کی تائید' تصویب اور توثیق فرما دی۔ اور ارشاد فرمایا کہ جو تم نے درخت کاٹے ہیں ''فباذن اللہ'' تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاٹے ہیں تاکہ یہودیوں کو اپنا مال ختم ہوتا دیکھ کر زیادہ نقصان و حیرت ہو۔ اس آیت کریمہ سے یہ تو قطعی طور پر متعین ہو گیا کہ صحابہ کرام نے جو درخت کاٹے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاٹے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پورے قرآن میں اللہ تعالیٰ کا وہ حکم کہاں ہے جس میں اللہ

تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ درخت کاٹنے کی اجازت عطا فرمائی ہو؟ منکرین حجیت حدیث کے لیے دو ہی راستے ہیں' یا تو وہ قرآن میں سے ایسی آیت دکھا دیں اور اگر نہیں دکھا سکتے تو دوسری صورت میں مان لیں کہ حدیث بھی وحی کا ایک ذریعہ ہے اور اس کا منکر صرف حدیث کا نہیں بلکہ وحیٔ الٰہی کا منکر ہے۔

حجیت حدیث کے بارے میں یہ آیت بھی بڑی واضح دلیل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ط''۔

(البقرہ:۱۴۳)

(ترجمہ:) ''اور اے محبوب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لے آئے تو تقریباً ۱۵ یا ۱۶ ماہ تک بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلبی تمنا یہ تھی کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے' سو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی تمنا کو پورا فرمایا' مسجد قبلتین میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک روایت کے مطابق ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابھی دو رکعت باقی تھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم آ گیا:

''فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط''۔ (البقرہ:۱۴۴)

(ترجمہ:) ''حبیب ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو''۔

اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مؤمن مخلص اور منافق کے مابین فرق بھی ہو گیا کہ کون حالت نماز میں ہی اپنا چہرہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے کعبہ کی طرف پھیرتا ہے اور کون اس سے اعراض کرتا ہے؟ البتہ تبارک وتعالیٰ نے تحویل قبلہ کی یہ حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علٰی عقبیه''۔

اب یہ آیت کریمہ صاف بتلا رہی ہے کہ سابقہ قبلہ یعنی بیت المقدس بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقرر کیا تھا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم ایزدی کی تعمیل میں تقریباً ۱۶ ماہ مدینہ شریف میں بیت المقدس کی طرف چہرۂ اقدس کر کے نماز پڑھتے رہے۔ سو یہاں بھی یہی سوال عود کر آیا کہ پورے قرآن میں وہ کون سی آیت ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو؟ پورا قرآن از اوّل تا آخر نظر غائر سے پڑھ لیجئے! آپ کو ایک بھی ایسی آیت نہیں ملے گی تو ثابت ہوا کہ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کا ثبوت حدیث سے ہوا ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ وہ قبلہ ہم نے مقرر فرمایا تھا' اس کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی وحی کی ایک صورت ہے۔ اور یہ حجیت حدیث

Marfat.com

کی بڑی قوی دلیل ہے، حجیت حدیث کے دلائل تو بہت ہیں لیکن قرآن مجید کے حوالہ سے ایک اس کی آخری دلیل سمجھ لیں کہ اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث حجت اور قابل عمل نہ ہو تو قرآن مجید کی بہت سی آیات کا بغیر حدیث کے مطلب و مفہوم ہی واضح نہیں ہوسکتا۔ ایسی آیات بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ یہاں ایک آیت ملاحظہ فرمائیں!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○'' (الاحزاب:۳۷)

(ترجمہ:) ''پس جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے آپ کا اس سے نکاح کر دیا تھا تاکہ مؤمنوں پر اپنے منہ بولے بیٹے کی بیویوں کے متعلق اس میں کوئی حرج نہ رہے کہ جب وہ انہیں طلاق دے کر بے غرض ہو جائیں اور اللہ کا حکم تو بہر حال ہونے والا ہے''۔

اس آیت کریمہ کا سیاق وسباق کیا ہے؟ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول کیا ہے؟ ''فلما قضٰی زید منها وطرا'' میں ''منها'' کی ''ھا'' ضمیر کا مرجع کون ہے؟ اس تمام تفصیل کے لیے حدیث کی ضرورت ہے، وگرنہ آیت کریمہ کا صحیح مفہوم واضح نہ ہوگا، سو جو لوگ حدیث کی حجیت کے قائل نہیں، وہ قرآن مجید کی صرف اسی ایک آیت کریمہ کے متعلق بتا دیں کہ ''منها'' میں ''ھا'' ضمیر کا مرجع کون ہے؟ صبح قیامت تک جمیع منکرین حدیث بغیر حدیث کے اس ''ھا'' کا مرجع نہیں بتا سکتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سنت وحدیث، قرآن مجید کے مغائر یا مخالف نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کی حدیث قرآن مجید کی مبین موضح اور مفصل ہے اور قرآن وسنت کا وہ تعلق ہے جو متن اور شرح کا ہوتا ہے۔

حجیت حدیث کی ایک عقلی دلیل

ہر دور میں ایسے افراد رہے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث کی حجیت اور اس کے قابل عمل اور احکامِ شریعت کا مصدر ومنبع ہونے کے منکر تھے۔ لیکن پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے اس دور میں یہ فتنہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ اور مغربی تہذیب وتمدن سے متاثر افراد بڑی شد ومد کے ساتھ حدیث کا انکار کرتے ہیں اور برملا یہ کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں بات کا ثبوت حدیث سے نہیں بلکہ قرآن مجید سے دو، جیسے کہ اس دور کے ایک سکالر جاوید احمد غامدی نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ سوال یہ تھا کہ کیا آخری زمانے میں امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے اور پوری دنیا پر دینِ اسلام کو نافذ کریں گے؟ تو غامدی صاحب نے جواباً انکار کرتے ہوئے کہا کہ اس کا ثبوت قرآن میں نہیں ہے۔ سو چونکہ قرآن مجید میں امام مہدی کی آمد کا تذکرہ نہیں ہے، لہٰذا آپ کی آمد کی باتیں سب فرضی اور خود ساختہ ہیں۔

یہ بات سن کر مخبر صادق ﷺ کے فرمان کی تصدیق کا عملی مشاہدہ ہوا، رسول اللہ ﷺ نے صدیوں پہلے اس فتنہ کی نشاندہی ان کی اسی فکر کے ساتھ فرمائی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

Marfat.com

''عن المقدام بن معدی کرب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: الاهل عسٰی رجل یبلغه الحدیث عنی وهو متکیٔ علٰی اریکته فیقول: بیننا وبینکم کتاب اللّٰہ فما وجدنا فیه حلالاً استحللناه وما وجدنا فیه حراما حرمناه وان ما حرم رسول اللّٰہ ﷺ کما حرم اللّٰہ (عزوجل)''۔

(سنن الترمذی' کتاب: العلم عن رسول اللہ ﷺ' باب: ماتھی عنہ ان یقال عند حدیث النبی ﷺ' رقم الحدیث: ۲۶۶۴) (سنن ابن ماجہ: المقدمۃ' باب: تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ والتغلیظ علیٰ من عارضہ' رقم الحدیث: ۱۲) (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۲۳۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۵۸۶' سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۶۳' المستدرک رقم الحدیث: ۳۱' سنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث: ۱۳۲۲۰)

(ترجمہ:) ''حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سن لو! عنقریب ایک آدمی کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے' ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے جبکہ بے شک رسول اللہ ﷺ کا کسی شی کو حرام قرار دینا بھی اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی طرح ہے (کیونکہ رسول اپنی خواہش سے کسی شے کو حرام نہیں ٹھہراتا بلکہ اللہ عزوجل کی وحی سے حرام ٹھہراتا ہے' سو جس طرح قرآن مجید کا کسی شے کو حرام قرار دینا حجت ہے' اسی طرح حدیث کا بھی کسی شے کو حرام قرار دینا حجت ہے''۔

حدیث کے حجت اور قابل عمل ہونے کی ایک بہت قوی' عقلی اور قیاسی دلیل یہ ہے کہ اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث حجت اور احکام کا ماخذ' مصدر و منبع نہ ہو تو دین کے تمام احکامات پر عمل ناممکن اور محال ہو جائے۔ یہاں تک کہ اسلام کے اساسی و بنیادی احکام' ارکانِ خمسہ پر عمل درآمد بھی متعذر اور محال ہو جائے۔ مثلاً پورے قرآن میں صراحۃً پانچ نمازوں کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں پانچ نمازوں کی رکعات کی تفصیل بھی نہیں۔ پورا قرآن اوّل تا آخر پڑھ لیں' قرآن کے کسی مقام پر آپ کو نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم نہیں ہوگا۔ قیام کا' رکوع کا' سجود کا اور تشہد کا محل کیا ہے؟ کون سا رکن مقدم ہے اور کون سا مؤخر؟ نیز ان تمام ارکان میں کون سی شے کتنی مقدار میں پڑھنی ہے؟ ان تمام تفاصیل کا ذکر قرآن کی نصوصِ ظاہرہ میں نہیں' سو جو انسان حدیث کو احکام کا ماخذ نہیں سمجھتا اور سنت کو قابل عمل نہیں جانتا' وہ بغیر کسی حدیث کے قرآن مجید کے صرف ایک حکم ''اقیموا الصلوٰۃ'' پر عمل کر کے دکھائے۔ منکرین کے بڑے بڑے مفکرین و زعماء سر جوڑ کر صرف لغت کے سہارے یا اسلوبِ بیان سے صرف نماز کا صحیح طریقہ متعین کر کے دکھائیں۔ ہر منصف مزاج اور صاحبِ عقل و شعور کا ضمیر گواہی دے گا کہ ایسا کرنا ناممکن ہے' تو پھر ماننا پڑے گا کہ حدیث کے بغیر قرآنی احکام پر عمل بھی ناممکن ہے جو کہ حجیت حدیث کی بیّن برہان ہے۔

Marfat.com

یہی حال زکوٰۃ کا ہے' پورے قرآن میں زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی شرائط بیان نہیں کی گئیں' کون کون سی شے پر زکوٰۃ لازم ہے' اس کی تفصیل بیان نہیں ہوئی' کتنے مال پر کتنی زکوٰۃ لازم ہے' اس کا ذکر بھی نہیں ہے۔

(یاد رہے کہ ان احکام کی تفصیل اگر قرآن میں نہیں تو یہ قرآن کا نقص نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قصداً ان احکام کی تفصیل نہیں بیان کی بلکہ ان احکام کی توضیح وتبیین کی ذمہ داری اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عائد فرمائی' منشاءِ ایزدی یہ تھا کہ دین' شریعت اور مذہب کے باب میں کوئی انسان اپنے آپ کو رسول سے بے نیاز نہ سمجھ بیٹھے۔ اسے جس طرح قرآن کی احتیاج رہے تو قرآن کے بیان یعنی حدیث رسول کی احتیاج بھی رہے)۔

سوز کوٰۃ کی یہ تمام تفاصیل جاننے کے لیے ہمیں حدیث کی طرف رجوع ناگزیر ہے' وگرنہ قرآن مجید کے اس حکم پر بھی عمل ناممکن ومحال ہے۔ علیٰ ھذا القیاس! یہی حال تمام احکامِ شرعیہ کا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عقیدۂ حقہ پر استقامت نصیب فرمائے اور منکرین ومتذبذبین کو ہدایت نصیب فرمائے۔

نکتہ ثانیہ: آیت کریمہ ''وعلمك ما لم تكن تعلم ''میں دوسرا نکتہ یہ پنہاں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ''علمك'' کہ محبوب اللہ نے تمہیں پڑھایا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الرحمٰن میں ارشاد فرمایا:

''اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○'' (الرحمٰن:۲-۱)

(ترجمہ:) ''رحمٰن نے ○ (اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) قرآن پڑھایا○''

جملہ مخلوقات میں سے یہ شرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا کہ آپ کو کسی استاذ کے آگے زانوئے تلمذ طے نہیں کروائے بلکہ براہِ راست' بلاواسطہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود علوم و معارف اور آداب و اخلاق عطا فرمائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

''عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ادبنی ربی فاحسن تادیبی''۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث:۳۱۰' کنز العمال:۳۱۸۹۵)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے رب (عزوجل) نے ادب سکھایا' سو اچھا ادب سکھایا''۔

قارئین! یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ کسی بھی انسان کے علم میں نقص کی تین وجوہات ہوتی ہیں: (۱) پڑھانے والے استاد کا علم ناقص ہو (۲) پڑھنے والے طالب علم کی فہم ناقص ہو (۳) جو کتاب پڑھائی جارہی ہے اس کا علم ناقص ہے۔

اور یہاں معاملہ یہ ہے کہ پڑھانے والا خود ربِ کائنات ہے جس کا علم کائنات کی ہر شے کو محیط ہے اور پوری کائنات کا کوئی ایک ذرّہ' کوئی ایک پتہ اس سے مخفی نہیں' جملہ کائنات کے اسرار ورموز' حقائق اور جملہ مخلوقات کے جمیع احوال' اعمال اور افعال اس پر ظاہر ہیں۔ اور اس ذات کا علم بالفعل لامتناہی اور لامحدود ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

Marfat.com

(۱) ''اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ O'' (التوبہ:۱۱۵)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے O''

(۲) ''رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا'' ۔ (غافر:۷)

(ترجمہ:) ''اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے کو محیط ہے''۔

(۳) ''وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا O'' (الطلاق:۱۲)

(ترجمہ:) ''اور بے شک اللہ تعالیٰ کے علم نے ہر شے کا احاطہ کیا ہوا ہے''۔

(٤) ''وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ط'' ۔ (آل عمران:۲۹)

(ترجمہ:) ''اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے''۔

(۵) ''وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط'' ۔ (الانعام:۵۹)

(ترجمہ:) ''اور خشکی اور تری میں جو کچھ ہے، وہ سب جانتا ہے''۔

(٦) ''یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ط وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ O'' (الحدید:۴)

(ترجمہ:) ''وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے O''

(۷) ''وَ مَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ O'' (یونس:٦١)

(ترجمہ:) ''اور تمہارے رب سے ذرّہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز، جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو O''

اور جس محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست علم عطا فرمایا اور پڑھایا ہے، اس محبوب عالی جاہ اور ذی قدر سے بڑھ کر اس پوری کائنات میں کوئی استعداد، صلاحیت، وفورِ عقل اور فہم و بصیرت والا نہیں، یونہی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیّد الانبیاء والمرسلین، بلکہ سیادت و اصالتِ کُل کا تاج اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنایا۔ ارشاد فرمایا:

''اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ'' ۔ ()

(ترجمہ:) ''اللہ خوب جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کہاں رکھنی ہے''۔

اور وہب بن منبہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر سابقہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عقل کے سو حصے کیے جن میں سے ایک حصہ عقل کا اللہ رب العزت نے جملہ مخلوقات کو عطا فرمایا اور ننانوے حصے عقل کے اللہ جل مجدہ

Marfat.com

نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے۔ بلکہ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ عقل کے ہزار حصے ہیں اور ایک حصہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جملہ مخلوقات کو عطا فرمایا اور نو سو ننانوے حصے عقل کے اپنے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے تو یہ غلو اور مبالغہ نہ ہوگا۔ بقول علامہ بوصیری علیہ الرحمۃ:

''فان فضل رسول اللّٰہ لیس لہ حد''۔

(ترجمہ:) ''اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وکمال اور شرف وفضیلت کی کوئی حد نہیں''۔

اور اس لیے کہ ''کل غلو فی حقہ تقصیر'' اور جو قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھایا ہے' اس میں ماکان ومایکون کے اور اوّلین وآخرین کے علوم موجود ہیں' اس میں پوری کائنات کے اسرار ورموز' معارف وحکم اور لطائف' حقائق ودقائق موجود ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ O'' (الانعام:۵۹)

(ترجمہ:) ''نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک ایسا ہے جو روشن کتاب میں نہ ہو O''

جس کتابِ عظیم کے علوم کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''لوضاع لی عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللّٰہ''۔

(ترجمہ:) ''اگر میرے اونٹ کی رسّی گم ہو جائے تو میں اسے اللہ عزوجل کی کتاب میں پالوں گا''۔

سو ایسی عظیم کتاب جس میں علوم کے بحر بیکراں اور معارف وحکم کے بحر ذخار ہوں' سوچیے! اس کتاب کو پڑھانے والا اللہ جل مجدہ ہو اور پڑھنے والے مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں کوئی نقص وکمی کس طرح رہ سکتی ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا:

''وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا O'' (النساء:۱۱۳)

(ترجمہ:) ''اور محبوب تم جو نہیں جانتے تھے اللہ نے ہر اس شے کا علم محبوب تجھے عطا فرما دیا اور اللہ کا محبوب تجھ پر بہت بڑا فضل ہے O''

نکتہ ثالثہ: اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسعت علم کو فضل عظیم کے ساتھ متصف فرمایا اور جو خود عظیم ذات ہے وہ جس علم کو عظیم قرار دے تو اس کی وسعت' معنویت اور کلیت کا کون ادراک واندازہ کر سکتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے صرف اتنا سمجھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کی متاع کو قلیل فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ج''۔ (النساء:۷۷)

(ترجمہ:) ''محبوب تم فرماؤ کہ دنیا کا سامان' تھوڑا ہے''۔

Marfat.com

نیز ارشاد فرمایا:

''فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْل'' ۔ (التوبہ:۳۸)

(ترجمہ:) ''دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر تھوڑا''۔

بر و بحر کی وسعتیں' اسی دنیا میں شامل ہیں' لق و دق صحرا' ریگزار' احجار و اشجار' معدنیات' نباتات' جمادات اور جملہ مخلوقات اسی دنیا میں شامل ہیں اور ان تمام اشیاء کا احصاء' ادراک اور احاطہ کرنے سے تمام انسان عاجز و قاصر ہیں۔ سو اندازہ فرمایئے کہ اللہ کے قلیل کا اندازہ اور احاطہ کرنے سے مخلوق قاصر ہے تو جس علم کو اللہ جل مجدہ نے علم عظیم قرار دیا ہے' کون ہے ایسا جو اس علم کی بیکرانی کا احاطہ کر سکے؟

نکتہ رابعہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ط'' ۔ (سبا:۱۰)

(ترجمہ:) ''اور تحقیق ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضل عطا فرمایا''۔

اللہ جل مجدہ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فضل عطا فرمایا لیکن جب اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے فضل کا ذکر فرمایا تو وہاں صرف فضل نہیں فرمایا بلکہ اس فضل کو صفت ''عظیم'' اور صفت ''کبیر'' کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا O'' (النساء:۱۱۳)

(ترجمہ:) ''اور اللہ کا آپ پر عظیم فضل ہے O''

سو اندازہ فرمائیں کہ اللہ جل مجدہ جو خود عظیم و کبیر ہے وہ جس فضل کو عظیم اور کبیر فرمائے گا تو اس کی وسعت کا عالم کیا ہو گا؟ اور آیات کے اس اسلوب سے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مقامِ سیّدنا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان عظیم فرق بھی معلوم ہو گیا اور قطعی طور پر متعین ہو گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جیسی منزلت اور رفعت اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہے' ایسی منزلت پوری کائنات میں کسی کو بھی نہیں عطا فرمائی۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک!

آیت کریمہ ''یایھا الناس قد جآء کم برھان من ربکم'' اور معجزاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا O'' (النساء:۱۷۴)

(ترجمہ:) ''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے برہان آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا O''

جمہور مفسرین کے اتفاق سے اس آیت کریمہ میں ''برھان'' سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد ہے۔ چند

Marfat.com

مفسرین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

''قد جاء کم برهان من ربکم' یقول: قد جاء تکم حجة من الله تبرهن لکم بطول ما انتم علیه مقیمون من ادیانکم ومللکم' وهو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' الذی جعله الله علیکم حجة قطع بها عذرکم' .

(جامع البیان جلد۴ صفحہ ۳۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''(قد جاء کم برهان من ربکم) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک ایسی حجت آ چکی ہے جو تمہارے ادیان و مذاہب کے ان باطل نظریات کو واضح کرتی ہے جن پر تم قائم ہو اور اس حجت سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے خلاف حجت بنا دیا ہے اور اس حجت کے ذریعے تمام عذر ختم فرما دیئے ہیں''۔

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ فرماتے ہیں:

''یایها الناس قد جآء کم برهان من ربکم والبرهان هو سیّدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' .

(التفسیر الکبیر جلد۴ صفحہ ۹۹' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آ چکی ہے' اور ''برہان'' سے مراد حضور سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''۔

علامہ ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۷ھ لکھتے ہیں:

''والبرهان دین الحق او رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' . (تفسیر الکشاف صفحہ ۲۷۵' دار المعرفہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اور ''برہان'' سے مراد سچا دین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی ۵۱۶ھ فرماتے ہیں:

''قوله عزوجل ''یایها الناس قد جاء کم برهان من ربکم'' یعنی سیّدنا محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' هذا قول اکثر المفسرین''. (تفسیر البغوی جلد اوّل صفحہ ۴۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''اللہ عزوجل نے اس فرمان ''یایها الناس قد جاء کم برهان من ربکم ''میں ''برہان'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد ہے اور یہ اکثر مفسرین کا قول ہے''۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قوله تعالیٰ ''یایها الناس قد جآء کم برهان من ربکم'' یعنی محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' عن الثوری: وسماه برهانا لان معه البرهان وهو المعجزة'' . (الجامع لاحکام القرآن جلد۶ صفحہ ۲۶' مکتبہ رشیدیہ)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''یایھا الناس قد جآء کم برھان من ربکم ''میں ''برہان'' سے حضور سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو برہان اس لیے قرار دیا کہ آپ کے ساتھ برہان یعنی معجزات ہیں''۔

علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری حنفی نقشبندی پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

''یایھا الناس قد جآءء کم برھان من ربکم یعنی المعجزات الدالۃ عن نبوۃ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او المعنیٰ قد جآء کم حجۃ علیکم من ربکم وھو النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(التفسیر المظہری جلد۲ صفحہ۲۶۰' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(ترجمہ:) ''(یایھا انناس قد جآء کم برھان من ربکم) میں ''برھان'' سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں یا اس سے مراد خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے''۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''(یایھا الناس قد جاء کم برھان) ای حجۃ (من ربکم) علیکم وھو النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(تفسیر جلالین مع حاشیۃ الصاوی جلد۲ صفحہ۴۶۳' دارالفکر)

(ترجمہ:) ''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس برھان یعنی حجت آ چکی ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ اور اس حجت سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے''۔

مفسر شہیر علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ فرماتے ہیں:

''(برھان من ربکم) ای حجۃ قاطعۃ' والمراد بھا المعجزات علیٰ ما قیل' واخرج ابن عساکر عن سفیان الثوری عن ابیہ رن رجل ان المراد بالبرھان ھو النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وروی ذلک عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما''۔ (تفسیر روح المعانی جلد۶ صفحہ۲۹۵' مکتبہ رشیدیہ)

(ترجمہ:) ''(برھان من ربکم) سے مراد حجت قاطعہ ہے اور حجت قاطعہ سے مراد معجزات ہیں۔ ابن عساکر نے نقل کیا ہے سفیان ثوری سے' انہوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے کسی آدمی سے کہ برھان سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے اور یہی قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے''۔

برھان کا معنی

امام علامہ راغب اصفہانی' برھان کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''البرھان او کد الادلۃ وھو الذی یقتضی الصدق ابدا''۔

(المفردات فی غریب القرآن صفحہ۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''سب سے مضبوط' محکم اور پختہ دلیل کو برھان کہتے ہیں' ایسی دلیل کو جو ہمیشہ سچائی کا تقاضہ کرے''۔

اجلہ مفسرین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ برھان سے مراد ایسی اٹل' قطعی' محکم اور مضبوط دلیل ہے جس میں تشکک' تذبذب اور تردّد راہ نہ پا سکے۔ اور اس کا اطلاق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ارفع و اعلیٰ پر ہو گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات پر۔ ان دونوں تفاسیر کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

''برھان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد ہے'' مفسرین کے ایک قول کے مطابق ''برھان'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ارفع و اعلیٰ مراد ہے اور یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس اللہ جل مجدہ کی ذات و صفات' اس کی توحید و وحدانیت اور اس کی حکمت و ربوبیت اور خلاقیت کی سب سے بڑی اور سب سے واضح دلیل ہے۔ چنانچہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے سامنے' سب سے پہلے اپنی ذات کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما: قال لما نزلت (وانذر عشیرتك الاقربین) صعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الصفا' فجعل ینادی' یا بنی فھر' یا بنی عدی لبطون قریش حتی اجتمعوا' فجعل الرجل اذا لم یستطع ان یخرج ارسل رسولا لینظر ما ھو' فجاء ابو لھب و قریش' فقال علیه الصلٰوة والسلام: ارایتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم' کنتم مصدقی۔ قالوا: نعم جربنا علیك الا صدق' قال: فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' باب: قولہ تعالی (وانذر عشیرتک الاقربین)' رقم الحدیث: ۴۷۷۰' دار الکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: فی قولہ تعالٰی (وانذر عشیرتک الاقربین)' رقم الحدیث: ۵۰۸' دار الکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: ومن سورۃ تبت یدا' رقم الحدیث: ۳۳۶۳' دار المعرفہ) (مسند احمد: رقم الحدیث: ۲۸۵۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۵۰)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ (وانذر عشیرتك الاقربین) نازل ہوئی تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ صفا پر چڑھے اور آپ نے نداء دی: اے بنو فہر! اے بنو عدی! یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے' پھر اگر کوئی آدمی نہ پہنچ سکتا تو وہ اپنے قاصد کو بھیج دیتا تا کہ وہ دیکھے کہ کیا معاملہ ہوا ہے۔ پس ابولہب اور قریش آئے تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر ٹوٹنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے جب بھی آپ کا تجربہ کیا ہے تو آپ سچے نکلے ہیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پس میں تمہیں ایک بہت سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں''۔

قرآن مجید میں بھی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذاتِ اقدس کو بطورِ حجت' بطور دلیل محکم اور بطور برھان کے اپنی قوم کے سامنے بیان فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O'' (یونس:۱۶)

(ترجمہ:) ''پس تحقیق میں نے اس سے پہلے تم میں زندگی گزاری ہے تو کیا تم عقل نہیں رکھتے O''

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس سال ایک ایسی قوم میں گزارے جو جہالت اور گمراہی کے عمیق گڑھوں میں گر چکے تھے۔ جس قوم کا اخلاقی معیار، رویہ اور کردار اتنا گر چکا تھا کہ وہ ننگ انسانیت بن چکے تھے، زنا، شراب، قتل و غارت گری، لوٹ مار، جھوٹ، بددیانتی، خیانت، بے حیائی، بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف کرنا، بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور ظلم و سفا کی اس قوم کی سفلی صفات بن چکی تھیں۔ ایسی قوم کے درمیان حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کا شباب، جوانی اور چالیس برس گزارے، اس حال میں کہ کسی کے ساتھ ادنیٰ سی زیادتی نہیں کی، کسی کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی فحش کلمہ تک بھی زبانِ اقدس سے نہیں نکالا، کسی بے حیائی اور اخلاقی اعتبار سے گری ہوئی مجلس میں تشریف لے کر نہیں گئے، کبھی بددیانتی نہیں کی، کبھی کسی کی امانت میں خیانت نہیں کی، یہاں تک کہ وہ قوم بھی آپ کو ''صادق'' اور ''امین'' کا لقب دینے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اسی اعلیٰ سیرت، اکمل کردار اور بہترین اخلاق اپنی قوم کے سامنے بطور حجت و برھان کے پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O'' (یونس:۱۶)

میں تمہارے اندر چالیس برس گزار چکا ہوں اور تم خود گواہی دیتے ہو کہ میں نے کبھی کسی معاملے میں ادنیٰ سی خیانت نہیں کی، میں نے کبھی کسی معاملے میں کسی سے جھوٹ نہیں بولا، میرے شب و روز، میری خلوت و جلوت، میرا رہن سہن، میرا تمدن، میری معیشت، میری معاشرت، میرا نظم حیات، یہ سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔ تو کیا تم میں اتنی عقل اور اتنا شعور نہیں ہے کہ تم سوچ سکو کہ جس نے مخلوق کے معاملے میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، وہ خالق کے معاملے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟ جس نے کبھی مخلوق کی دی ہوئی امانت میں خیانت نہیں کی، وہ خالق کی امانت وحی میں سے خیانت کر سکتا ہے؟ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ وہ اٹل، محکم اور پختہ دلیل تھی کہ جسے قوم کا کوئی فرد مسترد نہیں کر سکا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی لیے تو ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''برھان''، یعنی اوکد الادلۃ قرار دیا ہے۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ سیرت و کردار اور محاسن جمیلہ کیا تھے؟ اس کے متعلق ذرا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان پڑھیں جس کو آپ نے پندرہ سال کے مشاہدہ کے بعد ایک جامع عبارت کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں:

''جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی رفیقۂ حیات حضرت اُم المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا: ''زملونی، زملونی'' مجھ پر کمبل ڈالو، مجھ پر کمبل ڈالو۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تمام صورتِ حال سے آگاہ فرمایا اور اس پر اپنے خدشات کا بھی اظہار فرمایا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً عرض

Marfat.com

کیا:

''واللّٰہ ما یخزیك اللّٰہ ابدا' انك لتصل الرحم' وتحمل الکل' وتکسب المعدوم' وتقری الضیف' وتعین علٰی نوائب الحق'' .

(صحیح بخاری' کتاب: بدء الوحی' باب: کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳' دارالکتاب العربی) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۴۹۵۵_۴۹۵۶_۴۹۵۷_۶۹۸۲_۳۳۹۲_۴۹۵۳) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۴۰۳' دارالکتاب العربی' بیروت) (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث:۹۷۱۹' مسند اسحاق بن راھویہ:۸۴۰' مسند ابوعوانہ جلد۱ صفحہ۱۱۳' صحیح ابن حبان:۳۳' دلائل النبوۃ لابی نعیم:۱۶۲' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۲ صفحہ۱۳۷' مسند احمد رقم الحدیث:۲۵۹۵۷)

(ترجمہ:) ''اللہ عزوجل کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا' آپ رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہیں' کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں' ناداروں کے لیے کماتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس صرف سیرت' کردار' اخلاق فاضلہ اور محاسن جمیلہ کی ہی بنیاد پر برھان نہیں تھی بلکہ سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورتِ زیبا بلکہ سراپا اقدس' اعضاء مبارک' یہ سب اللہ جل مجدہ کی ذات وصفات پر برھان اتم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح بہت سے افراد' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ کریمانہ اور کردار فیاضانہ کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو اسی طرح بہت سے ایسے افراد بھی تھے جو صرف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخِ زیبا اور آپ کے چہرہ والضحیٰ کی تابانی' رعنائی اور زیبائی دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ چنانچہ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

''عن عبد اللّٰہ بن سلام رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ' قال: لما قدم رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی المدینۃ' انجفل الناس الیہ' وقیل: قدم رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' قدم رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' قدم رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فجئت فی الناس لانظر الیہ' فلما استثبت وجہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 'عرفت ان وجھہ لیس بوجہ کذاب الخ'' . (سنن الترمذی' کتاب: القیامۃ والرقائق' باب:۴۲' رقم الحدیث:۲۴۸۵' وفی کتاب: الزھد' رقم الحدیث: ۴۴۸۵' دارالمعرفۃ' بیروت) (سنن ابن ماجہ' کتاب: اقامۃ الصلوٰۃ' باب: ماجآء فی قیام اللیل' رقم الحدیث:۱۳۳۴' سنن دارمی' مسند احمد بن حنبل)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ جلدی سے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہونے لگے اور (خوشی ومسرت میں کہنے لگے:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ہو چکی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔ (حضرت ابن سلام فرماتے ہیں) کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

Marfat.com

دیکھنے چلا گیا' پس جب میری پہلی نظر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ اقدس کی درخشندگی اور تابانی پر پڑی تو میں پہچان گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا''۔

یعنی پہلی نظر دیکھتے ہی مجھے تصدیقِ قلبی حاصل ہوگئی۔ اللہ جل مجدہ نے یونہی تو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ پُر انوار کی قسم ارشاد فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

''وَالضُّحٰی O''۔ (الضحیٰ:۱)

(ترجمہ:) ''ضحیٰ کی قسم ہے O''

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''ضحیٰ'' سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخِ زیبا مراد ہے۔ (تفسیر کبیر)

ایک لطیف ایمان افروز نکتہ

کثیر محققین کے قول کے مطابق ''برھان'' سے جب ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہے تو یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے برھان کا علی الاطلاق ذکر فرمایا ہے اور اس میں قید نہیں لگائی یعنی برھان کو مطلق ذکر کیا ہے' مقید ذکر نہیں فرمایا۔ اور یہ اصول فقہ کا قاعدہ کے:

''المطلق بحری علیٰ اطلاقه والمقید علیٰ تقییده''۔ (اصول شاشی' نور الانوار' حسامی' توضیح تلویح)

(ترجمہ:) ''قرآن کا مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور مقید اپنی تقید پر''۔

سو اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برھان مطلق قرار دیا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت کو جس جہت اور جس پہلو سے دیکھو' سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی جہت اور اسی پہلو سے اللہ عزوجل کی برھان' حجت اور دلیل ہیں۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواسِ خمسہ' قوتِ باصرہ' قوتِ سامعہ' قوتِ لامسہ' قوتِ ذائقہ' قوتِ شامہ اسی طرح آپ کا دست انور' آپ کے بال مبارک' آپ کے پائے ناز' آپ کا لعابِ دہن' آپ کا پسینہ مبارک' آپ کا کھانا' پینا' رہن سہن' یہاں تک کہ لباس مبارک بھی اللہ جل مجدہ کی برھان اور بیّن حجت ہے۔ ان تمام پہلوؤں کی تفصیل تو انشاء اللہ تعالیٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے مثل بشریت کے تحت آئے گی' یہاں سر دست چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بصر کا اعجاز

عام لوگوں کی آنکھ صرف حال کو دیکھتی ہے لیکن حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ مبارک ماضی' حال اور استقبال سب کو ملاحظہ فرماتی ہے۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں' خوفِ طوالت سے صرف چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنه' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عرض علی ما ھو کائن من امر الدنیا وامر الآخرة''۔

Marfat.com

(مسند احمد' مسند العشرۃ المبشرۃ' جلد ا صفحہ ۵۷' رقم الحدیث: ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۴' مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۲۰۱۰' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۱۸۶' وحسنہ الالبانی فی صحیح الترغیب: ۳۶۴۱)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر دنیا اور آخرت کے ہونے والے معاملات پیش کیے گئے''۔

یہ حدیث اس پر صریح دلالت کرتی ہے کہ دنیا و آخرت کے معاملات' احوال' فتن' حوادث اور واقعات نگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہیں' سو عام بندوں کو کل کی بات کا علم نہیں ہوتا لیکن حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بصر مبارک چونکہ اللہ عزوجل کی برھان ہے' اس لیے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف دنیا نہیں بلکہ آخرت کے معاملات کا بھی مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

(۲) ''عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والیٰ ما ھو کائن فیھا الیٰ یوم القیامۃ''۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۸۷' حلیۃ الاولیاء جلد ۶ صفحہ ۱۰۱' الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)

(ترجمہ:) ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا اُٹھا کر میرے سامنے کر دی ہے' پس میں دنیا میں جو واقع ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک اس دنیا میں ہونے والا ہے' اسے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں''۔

(۳) ''عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' ان اللہ زوی لی الارض' فرایت مشارقھا ومغاربھا''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الفتن واشراط الساعۃ' باب: ھلاک ھذہ الامۃ بعضھم ببعض' رقم الحدیث: ۷۲۵۸) (سنن ابوداؤد' کتاب: الفتن' باب: ذکر الفتن ودلائلھا' رقم الحدیث: ۴۲۵۲) (سنن الترمذی' کتاب: الفتن' باب: فی سوال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثلاثا فی امتہ' رقم الحدیث: ۲۱۷۶' دار المعرفہ' بیروت) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الفتن' باب: ما یکون من الفتن' رقم الحدیث: ۳۹۵۲' دار السلام' ریاض) (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۴۴۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۲۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۱۷۴۰' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۷۵۰)

(ترجمہ:) ''حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین میرے لیے سمیٹ دی ہے تو میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا''۔

یہ حدیث بتا رہی ہے کہ اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ اقدس کو اتنی وسعت عطا فرما دی ہے کہ مشرق و مغرب کے مابین سب کچھ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

(٤) ''عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما' عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: کانی انظر اسود افحج یقلعھا حجرا حجرا''۔

Marfat.com

(صحیح بخاری' کتاب: الحج' باب: ھدم الکعبۃ' رقم الحدیث:۱۵۹۵۔۱۵۹۶' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الفتن' رقم الحدیث:۷۳۰۵) (سنن النسائی' کتاب: مناسک الحج' رقم الحدیث:۲۹۴۰) (مسند الحمیدی:۱۱۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ جلد۵ صفحہ۴۸' صحیح ابن حبان:۶۷۵۱' سنن بیہقی جلد۴ صفحہ۳۴۰' شرح السنۃ:۲۰۰۸' مسند احمد:۸۰۹۴' مسند ابوداؤد الطیالسی:۶۹۶' المستدرک جلد۴ صفحہ۴۵۲' سیر اعلام النبلاء جلد۷ صفحہ۱۴۵' مصنف عبدالرزاق:۹۱۷۹' مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۲۹۸)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں کعبہ گرانے والے کو دیکھ رہا ہوں' ایک سیاہ فام اکڑ کر چلنے والا کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ رہا ہے''۔

(۵) ''عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَرَّ بوادی الازرق فقال: ای واد ھذا؟ فقالوا: ھذا وادی الازرق' قال: کانی انظر الیٰ موسیٰ علیہ السلام ھابطا من الثنیۃ' وله جؤار الی اللہ تعالیٰ بالتلبیۃ' ثم اتیٰ علیٰ ثنیۃ ھرشیٰ فقال: ای ثنیۃ ھذہٖ' قالوا: ثنیۃ ھرشیٰ قال: کانی انظر الیٰ یونس بن متیٰ علیہ السلام علیٰ ناقۃ حمراء جعدۃ علیه جبۃ من صوف' خطام ناقتہٖ خلبۃ: وھو یلبی''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی السموات' رقم الحدیث:۴۲۰' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن ابن ماجہ' کتاب: المناسک' باب: الحج علی الرحل' رقم الحدیث:۲۸۹۱' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد:۱۸۸۲' صحیح ابن حبان:۳۸۰۱)

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادیٔ ازرق سے گزرے تو آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ وادیٔ ازرق ہے' آپ نے فرمایا: گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو گھاٹی سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ (لبیک اللّٰھم لبیک) پڑھ رہے تھے۔ پھر آپ ایک وادی ھرشیٰ پر آئے' آپ نے پوچھا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ھرشیٰ گھاٹی ہے' آپ نے فرمایا: گویا کہ میں یونس بن متیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں' وہ ایک طاقت ور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے' انہوں نے ایک اُونی جبّہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللّٰھم لبیک کہہ رہے ہیں''۔

علامہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''انه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اری احوالھن التی کانت فی حیاتھم''۔ (شرح مسلم جلد اوّل صفحہ۹۵۵' مکتبہ نزار' ریاض)

(ترجمہ:) ''انبیاء کرام علیہم السلام نے جو اپنے زمانوں میں حج کیے تھے' ان کے احوال' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائے گئے''۔

اسی طرح عام انسان اندھیری رات میں اس طرح نہیں دیکھتے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے ہیں' لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصر مبارک کا یہ اعجاز تھا کہ سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح دن کی روشنی میں بلاتکلف اور بغیر کلفت

Marfat.com

کے دیکھتے تھے' اسی طرح رات کے اندھیرے میں دیکھتے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

''عن عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یری باللیل فی الظلمة کما یری بالنہار من الضوء''۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۶ صفحہ۷۵' تاریخ بغداد جلد۴ صفحہ۲۷۲' الخصائص الکبریٰ جلد۱ صفحہ۱۰۴' الوفا لابن جوزی صفحہ۳۴۹' رقم الحدیث:۵۱۰' انسان العیون للحلبی جلد۳ صفحہ۳۸۶)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح دن کے اُجالے میں دیکھتے تھے' اسی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے''۔

نیز عام لوگ صرف آگے دیکھتے ہیں پسِ پشت نہیں دیکھتے جبکہ یہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصارت کا اختصاص' اعجاز اور برھان ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح اپنے آگے ملاحظہ فرماتے تھے' اسی طرح پیچھے بھی ملاحظہ فرماتے۔ چنانچہ امام مسلم' امام نسائی' امام احمد بن حنبل اور امام ابن خزیمہ روایت کرتے ہیں:

''عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: صلّٰی بنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات یوم' فلما قضٰی الصلوٰۃ' اقبل علینا بوجہہٖ' فقال: ایھا الناس' انی امامکم' فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف' فانی اراکم امامی ومن خلفی''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الصلوٰۃ' باب: النھی عن سبق الامام بالرکوع او سجود ونحوھما' رقم الحدیث:۹۶۱' دارالکتب العربی) (سنن النسائی' کتاب: السھو' باب: النھی عن مبادرۃ الامام بالانصراف من الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۱۳۵۹) (مسند احمد جلد۳ صفحہ۱۲۵' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۱۷۱۶)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی' پس جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے رخِ زیبا کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! بے شک میں تمہارا امام ہوں' سو تم رکوع' سجود' قیام اور نماز ختم کرنے میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو کیونکہ میں تمہیں اپنے سامنے اور پچھلی طرف سے (یکساں) دیکھتا ہوں''۔

اسی طرح امام بخاری' امام مسلم' امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ حدیث نے یہ حدیث روایت کی:

''عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ھل ترون قبلتی ھٰھنا؟ فواللّٰہ ما یخفٰی علیّ خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظھری''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الصلوٰۃ' باب: عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلوٰۃ وذکر القبلۃ' رقم الحدیث:۴۱۸' وفی کتاب: الاذان' باب: الخشوع فی الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۷۴۱' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الصلوٰۃ' باب: الامر بتحسین الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۹۵۸' دارالکتب العربی) (مسند احمد رقم الحدیث:۸۲۴۵۔۹۰۰۵۔۹۱۱۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۳۳۷' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۶ صفحہ۷۳)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم' رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم

Marfat.com

میرا چہرہ قبلہ کی طرف دیکھتے ہو؟ اللہ رب العزت کی قسم! تمہارا خشوع اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں، میں تم کو اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں"۔

اسی طرح چونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصر مبارک، اللہ جل مجدہ کی برھان ہے، اس لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چشمانِ مبارک سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو عام لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا تھا۔

حدیث میں ہے:

"عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : انی اری مالا ترون"۔

(سنن الترمذی، کتاب: الزھد، باب: فی قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا، رقم الحدیث:۲۳۱۲) (المستدرک رقم الحدیث: ۳۹۳۸۔۸۶۷۷۔۸۷۶۵، مسند البزار جلد۹ صفحہ۳۵۹، المعجم الاوسط جلد۹ صفحہ۵۸، السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث:۱۳۱۱۵، شعب الایمان رقم الحدیث:۷۸۳، مسند احمد رقم الحدیث:۲۲۱۳۶)

(ترجمہ:) "حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے"۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

"عن اسامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: اشرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٰ اطم من آطام المدینة، فقال: ھل ترون ما اری؟ انی لاری مواقع الفتن خلال بیوتکم، کمواقع القطر"۔

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل المدینۃ، باب: آطام المدینۃ، رقم الحدیث:۱۸۷۸) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث:۲۴۶۷۔۳۵۹۷۔۷۰۶۰، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: الفتن واشراط الساعۃ، باب: نزول الفتن کمواقع القطر، رقم الحدیث:۷۲۴۵، دارالکتاب العربی، بیروت) (مسند الحمیدی رقم الحدیث:۵۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱۵ صفحہ۱۴، مسند البزار رقم الحدیث:۲۵۶۵، دلائل النبوۃ جلد۶ صفحہ۴۰۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۲۱۸۱۰، مسند احمد رقم الحدیث:۲۱۷۴۸)

(ترجمہ:) "حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بلند مکانوں میں سے کسی مکان پر چڑھے اور فرمایا: کیا تم بھی وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ (فرمایا:) بے شک میں فتنے تمہارے گھروں کے درمیان اس طرح گرتے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطرات گرتے ہیں"۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصر مبارک کا سب سے بڑا کمال اور اعجاز یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر انور کی آنکھوں کے ساتھ اللہ جل مجدہ کے نورِ مطلق اور حسن مطلق کا دیدار کیا۔ اس پر تفصیلاً کلام انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئے گا۔ یہاں ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔ امام حاکم روایت کرتے ہیں:

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال: اتعجبون ان تکون الخلة لابراھیم والکلام لموسیٰ

والروية لمحمد عليهم الصلوٰة والسلام ۔ رواه الحاكم وقال هذا حديث حسن صحيح علىٰ شرط البخاری'' ۔ (المستدرک جلد ا صفحہ ۶۵' دار المعرفہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کیا تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہو' کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہو (امام حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے)''۔

''عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما' انه كان يقول: اِنَّ محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رأى ربه مرتين مرة ببصره ومرة بفؤاده (رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال صحيح'' ۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۴۸)

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربِ عزوجل کو دو مرتبہ دیکھا' ایک مرتبہ اپنی سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے (اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے)''۔

امام علامہ یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ اس بحث کا خلاصہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فالحاصل: ان الراجح عند اكثر العلماء ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رأى ربه بعينى راسه ليلة الاسراء لحديث ابن عباس وغيره مما تقدم' واثبات هذا لا ياخذونه الا بالسماع من رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذا مما لا ينبغى ان يتشكك فيه'' ۔ (شرح مسلم جزء اوّل صفحہ ۹۸۲' مطبع ریاض)

(ترجمہ:) ''خلاصہ یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے ربِ عزوجل کو اپنے سر کی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ کی احادیث کی وجہ سے' اور اس طرح کی بات کو ثابت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع کے بغیر نہیں ہو سکتا' اور یہ وہ معاملہ ہے جس میں شک بھی نہیں کرنا چاہیے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصر مبارک اللہ جل مجدہ کی برھان کیوں نہ ہوں گی کہ حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ جیسے ذی وجاہت' ذی قدر' اولوالعزم اور وقیع المرتبت رسول' اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک تجلی کی تاب نہیں لا سکے اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ O'' ۔ (الاعراف:۱۴۳)

(ترجمہ:) ''اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے ربّ نے کلام فرمایا' عرض کی: اے رب

Marfat.com

میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں' فرمایا: تُو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا' ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تُو مجھے دکھ لے گا' پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش ہو کر' پھر جب ہوش ہوا' بولا: پاکی ہے تجھے! میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں O"۔

لیکن اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بصر کی ایسی قوت اور طاقت سے نوازا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عین ذاتِ حق اور اس کے نورِ مطلق کو دیکھا نہ حواس باختہ ہوئے' نہ ہوش میں فرق آیا اور نہ ہی شعور و ادراک میں اختلال آیا بلکہ دکھانے والے نے بھی تحسین فرمائی:

"مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی O" (النجم:۱۷)

(ترجمہ:) "آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی O"

قوتِ سامعہ کا اعجاز

اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلقاً برھان قرار دیا جس کا مفاد اور مطلب یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ سامعہ بھی اللہ جل مجدہ کی برھان اور دلیل ہے اور وہ اس طرح کہ عام افراد تو فقط قریب کی آوازوں کو سن سکتے ہیں' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باذن اللہ تعالیٰ دور کی آوازوں کو بھی سماعت فرماتے ہیں' یا آج کے اس سائنسی دور میں انسان نے ترقی کی اور سائنسی آلات کے ذریعے دور کی آوازوں کو سن لیا لیکن یہ دائرہ بھی زمین ہی کی حد تک محدود ہے' اس قدر ارتقاء کے باوجود آسمانی اصوات کا سننا حضرت انسان کے لیے ممتنع و محال ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت اقدس کی وسعت اور اس کا دائرۂ کار صرف زمین کے مشارق و مغارب تک ہی محدود نہیں بلکہ باذن اللہ تعالیٰ آسمانوں پار کی اصوات بھی سماعت اقدس کے دائرہ میں ہیں۔ نیز عام انسان اگر زمین پر دور کی آواز سنتے بھی ہیں تو وہ سائنسی آلات کے ذریعے اور جہاں نیٹ ورک نہیں وہاں رابطہ بھی منقطع ہوتا ہے لیکن اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت اقدس کو منبع اعجاز بنایا کہ پوری زمین سے' مشرق سے مغرب تک' شمال سے جنوب تک آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو اُمتی' جہاں سے درود و سلام پڑھتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مادی و سائنسی آلات کے بغیر محض اللہ جل مجدہ کی دی ہوئی سماعت سے' غلاموں کا درود و سلام سماعت فرماتے ہیں۔ اس موضوع پر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں' انشاء اللہ تعالیٰ! اس پر مزید کلام اپنے محل پر ہوگا۔ اگر انشراح صدر اور بصیرت کے لیے مزید تفصیل درکار ہو تو راقم الحروف کی کتاب "القول المجتبیٰ فی سماعۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کا مطالعہ فرمائیں' یہاں تبرکاً و تمناً چند احادیث وسعت سماعت مصطفیٰ اور اعجاز سماعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ملاحظہ فرمائیں:

(۱) "عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون الحت السمآء وحق لھا ان تنط ما فیھا موضع اربع اصابع الا وملك واضع جبھتہ

Marfat.com

ساجدا للّٰہ، ولو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا''۔

(سنن الترمذی، کتاب: الزھد، باب: فی قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوتعلمون ما اعلم، رقم الحدیث:۲۳۱۲، دارالمعرفہ) (سنن ابن ماجہ، کتاب: الزھد، باب: الحزن والبکاء، رقم الحدیث:۴۱۹۰، دارالسلام، ریاض) (مسند احمد جلد۸ صفحہ۵۶۰، رقم الحدیث:۲۲۱۳۶، المستدرک:۳۹۳۸)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ (دلیل یہ ہے کہ) آسمانوں سے چڑ چڑانے کی آواز آتی ہے اور حق بھی یہ ہے کہ وہ چڑ چڑائے کیونکہ اس میں چار انگلی کے برابر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز نہ ہو، خدا عزوجل کی قسم! اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو ضرور کم ہنسو اور زیادہ روؤ گے''۔

(۲) **''عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لبلال عند صلاۃ الفجر، یا بلال! حدثنی بارجی عمل عملتہ فی الاسلام فانی سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنۃ، قال: ما عملت عملا ارجی عندی انی لم اتطھر طھورا فی ساعۃ الیل او النھار، الا صلیت بذلک الطھور ما کتب لی ان اصلی''۔**

(صحیح بخاری، کتاب: التہجد، باب: فضل الطہور باللیل والنہار، رقم الحدیث:۱۱۴۹، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: فضائل الصحابہ، باب: من فضائل بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم الحدیث:۶۳۲۴، دارالکتاب العربی، بیروت) (السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۲۳۶، صحیح ابن خزیمہ:۱۲۰۸، صحیح ابن حبان:۷۰۸۵، شرح السنۃ:۱۰۱۱، مسند احمد:۸۴۰۳، مسند ابویعلی:۶۱۰۴، جامع المسانید لابن جوزی:۴۳۶۶)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں جو عمل کیے ہیں، ان میں تم کو کس عمل پر اجر کی زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتیوں سے چلنے کی آہٹ سنی ہے، حضرت بلال نے عرض کیا: میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا ہے جس پر مجھے زیادہ اجر ملنے کی توقع ہو، سوائے اس کے کہ میں جب بھی دن یا رات کے کسی وقت میں وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کر دی گئی ہے''۔

(۳) **''عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: دخلت الجنۃ فسمعت فیھا قرائۃ، قلت من ھذا، قالوا: حارثۃ ابن النعمان''۔**

(مسند احمد، مسند عائشۃ جلد۱۰ صفحہ۲۲، رقم الحدیث:۲۴۸۰۸) (سنن النسائی الکبریٰ جلد۵ صفحہ۶۵، رقم الحدیث:۸۲۳۳) (المستدرک رقم الحدیث:۴۹۲۹، وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین، حلیۃ الاولیاء جلد۱ صفحہ۳۶۵) (مسند الحمیدی جلد۱ صفحہ۱۳۶ رقم الحدیث:۲۸۵) (مسند ابویعلیٰ جلد۹

Marfat.com

صفحہ ۳۹۹، رقم الحدیث: ۴۴۲۵) (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۱۳، رجالہ رجال صحیح)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں قرآن کی قرأت سنی، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ''۔

(٤) ''عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه، قال: كنا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا سمع وجبة فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : تدرون ما هذا؟ قال: قلنا الله ورسوله اعلم ۔ قال هذا حجر رمی به فی النار منذ سبعين خريفا فهو يهوی فی النار الان حتی انتهٰی الی قعرها'' ۔ (صحیح مسلم، کتاب: الجنۃ، باب: فی شدۃ حر نار جہنم، رقم الحدیث: ۷۱۶۷، دار الکتاب العربی، بیروت) (مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، جلد ۴ صفحہ ۴۲۷، رقم الحدیث: ۹۰۷۴)

(ترجمہ:) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی، تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ آواز کیا ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ وہ پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا، پس وہ اب تک جہنم میں گرتا رہا حتیٰ کہ اس کی گہرائی تک پہنچ گیا''۔

(٥) ''عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ما من احد يسلم علیٰ الا رد الله علیٰ روحی حتی ارد عليه السلام'' ۔

(سنن ابی داؤد، کتاب: المناسک، باب: زیارۃ القبور، رقم الحدیث: ۲۰۴۱، دار السلام، ریاض) (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۵۲۷، سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۴۵، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۲، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۹۲۵، الترغیب والترہیب جلد ۲ صفحہ ۴۹۹)

(ترجمہ:) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ جل مجدہ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں''۔

محقق اجل، مجدد کبیر علامہ امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ حدیث کے اس جملہ ''رد اللہ علیٰ روحی'' کے اپنی کتاب ''الحاوی للفتاویٰ'' میں بہت سے مطالب و معانی بیان فرمائے ہیں، جن میں سے ایک ایمان افروز معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وهو ان تكون الروح كناية عن السمع، ويكون المراد ان الله تعالیٰ يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم وان بعد قطره، ويرد عليه من غير احتياج الیٰ واسطة مبلغ'' ۔

(الحاوی للفتاویٰ صفحہ ۵۵۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''اس حدیث میں ''رد اللّٰہ علی روحی'' سے مراد ''رد اللّٰہ علی سمعی'' ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معجزہ کے طور پر ایسی قوی سماعت سے بہرہ یاب فرماتا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام، سلام کرنے والے کا سلام سن لیتے ہیں، اگرچہ سلام کرنے والا بہت دور سے سلام کرے اور بغیر کسی پہنچانے والے کے واسطہ کے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مسلم یعنی سلام کرنے والے کے سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں''۔

(٦) علامہ حافظ ابن قیم حنبلی، اپنی کتاب ''جلاء الافہام'' میں علامہ طبرانی کے حوالہ سے یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

''عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشہد الملائکۃ، لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال: وبعد وفاتی ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء''۔

(جلاء الافہام، الباب الاوّل: ما جاء فی الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صفحہ ٦٣، رقم الحدیث: ١١٠، دار الکتاب العربی، بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے، ملائکہ اس دن میں حاضر ہوتے ہیں اور کوئی بندہ ایسا نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں بھی ہو۔ ہم نے عرض کی: آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: ہاں! میرے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھانا حرام قرار دے دیا ہے''۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وصال کے بعد بھی اپنے غلاموں کا درود وسلام سماعت فرماتے ہیں اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قدر عظیم، قوی اور کامل سماعت کا ہونا یقیناً اللہ جل مجدہ کی برھان بیّن ہے۔

دست مبارک کا اعجاز

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک بھی اللہ جل مجدہ کی برھان اور معجزہ ہیں اور وہ اس طرح کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ان مبارک ہاتھوں سے بیعت لیتے ہیں تو اللہ جل مجدہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ سے بیعت ہے اور درحقیقت ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ''۔ (الفتح: ١٠)

(ترجمہ:) ''وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔

معلوم ہوا کہ دست مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ جل مجدہ کی قدرتِ قاہرہ باہرہ ساطعہ کے مظہر اتم واکمل ہے۔

اسی طرح جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے متبرک ہاتھوں کے ساتھ کفار کی طرف کنکریاں پھینکتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ

قرآن کی آیات نازل فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ محبوب وہ کنکریاں درحقیقت اللہ عزوجل نے پھینکی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج'' ۔ (الانفال:۱۷)

(ترجمہ:) ''محبوب جو تم نے کنکریاں پھینکی تھیں وہ تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں''۔

یہ وہ دست مبارک ہیں کہ جن میں کونین کی کنجیاں اور چابیاں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی اور دیگر اجلہ محدثین اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه، ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: بعثت بجوامع الكلم، ونصرت بالرعب وبينا ان انائم رايتنی اتيت بمفاتيح خزائن الارض فوضعت فی يدی'' ۔

(صحیح بخاری، کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت بجوامع الکلم، رقم الحدیث:۶۸۴۵، وفی کتاب: الجہاد، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصرت بالرعب مسیرۃ شہر، رقم الحدیث:۲۸۱۵، وفی کتاب: التعبیر، باب: المفاتیح فی الید، رقم الحدیث:۶۶۱۱) (صحیح مسلم، کتاب: المساجد ومواضع الصلوٰۃ، رقم الحدیث:۵۲۳) (سنن النسائی، کتاب: الجہاد، باب: وجوب الجہاد، رقم الحدیث:۳۰۸۷۔۳۰۸۹) (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:۴۲۹۵، مسند احمد رقم الحدیث:۷۵۷۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۳۶۳)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جامع کلمات کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور جب میں سویا ہوا تھا اس وقت میں نے خود کو دیکھا کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے لیے لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں تھما دی گئی''۔

ایک روایت میں ''مقالید الدنیا'' کہ پوری دنیا کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا فرما دی گئیں۔

(مسند احمد جلد۳ صفحہ۳۷۲، رقم الحدیث:۱۴۵۵۳) (صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۳۶۴، دلائل النبوۃ رقم الحدیث:۲۴۹، مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۲۰)

شارح صحیح بخاری، امام اجل، علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ کی اس حدیث کی شرح میں ایمان افروز نجدیت سوز کلمات پڑھیے۔ آپ فرماتے ہیں:

''انه اعطی مفاتيح الخزائن، قال بعضهم: وهی خزائن اجناس العالم ليخرج لهم بقدر ما يطلبونه لذواتهم، فكل ما ظهر من رزق العالم فان الاسم الالهی لا يعطيه الا عن سيّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی بيده المفاتيح'' ۔ (المواہب اللدنیہ جلد۲ صفحہ۲۷۹۔۲۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(ترجمہ:) ''بعض علماء نے اس حدیث کے تحت فرمایا ہے کہ خزائن سے مراد تمام جہان کی اجناس کے خزانے ہیں تاکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر طالب کو اس کے طلب کے مطابق عطا فرمائیں، پس اس جہان میں جس کو جو روزی ملتی ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ کا نام اس کو نہیں عطا فرماتا مگر اس ذاتِ عالی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے جن کے دست مبارک میں چابیاں ہیں''۔

Marfat.com

حضور نبی مکرم ﷺ کے تصرفات کی تفصیلی بحث انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر ہوگی' یہاں صرف ایک مزید حوالہ' علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ملاحظہ فرمالیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''انه ﷺ خليفة اللّٰه الذی جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديه وتحت ارادته يعطی منهما من يشآء ويمنع من يشآء''۔ (الجوہر المنظم صفحہ ۴۲)

(ترجمہ:) ''بے شک نبی مکرم ﷺ اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانبردار اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر حکم وزیر ارادہ و اختیار کر دیتے ہیں کہ جس کو چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے''۔

اسی طرح یہ وہ دست کرامت ہیں جن کی پہنچ جنت کی نعمتوں تک ہے اور جن کو حضور نبی مکرم ﷺ فرش بریں پر کھڑے ہو کر جنت کے پھلوں تک پہنچا لیتے ہیں۔ ایمان افروز حدیث ملاحظہ فرمائیں:

''عن عبد اللّٰه بن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: خسفت الشمس علیٰ عهد رسول اللّٰه ﷺ فصلّٰی قالوا يا رسول الله! رايناك تناول شيئا من مقامك' ثم رايناك تكعكعت قال: انی اريت الجنة فتناولت منها عنقودا' ولو اخذته لاكلتم منه ما بقيت الدنيا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الاذان' باب: رفع البصر الی الامام فی الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۷۴۸) (صحیح مسلم' کتاب: الکسوف' باب: ماعرض علی النبی ﷺ فی صلاۃ الکسوف من امر الجنہ والنار' رقم الحدیث:۲۱۰۹) (مؤطا امام مالک' کتاب: الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۴۴۵) (مسند دارمی' کتاب: الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۱۵۲۶) (مسند احمد جلد۲ صفحہ۲۵۵' رقم الحدیث:۲۷۶۳)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں سورج کو گہن لگا تو آپ نے نماز پڑھی' صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر کسی چیز کو پکڑ رہے تھے' پھر دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے' فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں سے انگوروں کا ایک خوشہ پکڑ لیا اور اگر میں اسے لے آتا تو تم رہتی دنیا تک اس میں سے کھاتے رہتے''۔

غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دست ہائے انور کی پہنچ جنت کے پھلوں تک ہے تو زمین کا کون سا مقام ایسا ہوگا جو دست مصطفےٰ ﷺ کی پہنچ سے باہر ہوگا؟

یہی وہ دست انور ہیں' جن ہاتھوں میں بروزِ قیامت حمد کا جھنڈا ہوگا اور یہی دست مبارک ہی اس لواء الحمد کے لیے الیق' انسب' اولیٰ اور ارجح ہیں۔

امام ترمذی' امام دارمی اور دیگر محدثین روایت کرتے ہیں:

''عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالیٰ عنه' قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: انا اوّل الناس خروجا اذا

Marfat.com

بعثوا' وانا خطیبهم اذا وفدوا وانا مبشرهم اذا أیسوا' لواء الحمد یومئذ بیدی' وانا اکرم ولد آدم علٰی ربی ولا فخر''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ماجآء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۶۱۰' دارالمعرفہ' بیروت) (سنن الدارمی' المقدمۃ' باب: ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الفضل' رقم الحدیث:۴۹) (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۱۶۰' الشفا صفحہ ۱۲۷' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۵ صفحہ ۴۸۴' شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۶۲۴' الخصائص الکبریٰ جلد۲ صفحہ ۳۷۷)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب لوگوں کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے میں (قبرانور سے) باہر آؤں گا' میں ان کا خطیب ہوں گا' جب وہ حاضر ہوں گے اور میں لوگوں کو خوش خبری دینے والا ہوں گا جب لوگ مایوس ہو جائیں گے' اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اولاد میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا''۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس ہی وہ ہاتھ ہیں جن میں قیامت کے دن عزت اور آبرو رکھی جائے گی' انہی گورے گورے من موہنے ہاتھوں سے عزت کے پروانے تقسیم کیے جائیں گے اور جنت کی چابیاں بھی اللہ جل مجدہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس میں رکھ دے گا۔

اللہ! اللہ! وہ مالک ہو کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر عزت افزائی فرمائے گا۔ حدیث میں آتا ہے:

''عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب: فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۶۱۰' دارالمعرفہ' بیروت) (سنن الدارمی' باب: ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الفضل' رقم الحدیث:۴۸) (مسند الدیلمی رقم الحدیث:۱۱۷)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عزت اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی''۔

باقی انسان اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو اس اشارہ سے کوئی چیز ٹس سے مس نہیں ہوتی مگر اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کو ایسا تصرف' ایسا اختیار اور ایسی قوت و طاقت عطا فرمائی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست انور کے محض اشارہ سے برستے بادلوں کا سینہ شق فرماتے ہیں۔ بڑی مشہور حدیث میں آیا ہے:

''عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ' قال: اصابت الناس سنة علٰی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبینا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخطب فی یوم جمعة قام اعرابی فقال: یا رسول اللہ' هلك المال وجاع العیال فادع اللہ لنا فرفع یدیه وما نری فی السمآء قزعة فوالذی نفسی بیده' ما وضعها حتی ثار

Marfat.com

السحاب امثال الجبال ثم لم ينزل عن منبره حتى رايت المطر يتحادر عن لحيته ﷺ فمطرنا يومنا ذلك ومن الغد وبعد الغد والذى يليه حتى الجمعة الاخرى وقام ذلك الاعرابى او قال: غيره فقال: يا رسول اللّٰه، تهدم البناء وغرق المال فادع اللّٰه لنا فرفع يديه، فقال: اللّٰهم حوالينا ولا علينا فما يشير بيده الىٰ ناحية من السحاب الا انفرجت وصارت المدينة مثل الجوبة وسال الوادى قناة شهرا ولم يجئ احد من ناحية الا حدث بالجود ۔ متفق عليه''۔

(صحیح بخاری، کتاب: الجمعۃ، باب: الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ، رقم الحدیث:۸۹۱، وفی باب: من تمطر فی المطر حتی یتحادر علیٰ لحیتہ، رقم الحدیث:۹۸۶) (صحیح مسلم، کتاب: صلاۃ الاستسقاء، باب: الدعاء فی الاستسقاء، رقم الحدیث:۸۹۷) (سنن النسائی، کتاب: الاستسقاء، باب: رفع الامام یدیہ عند سالہ امساک المطر، رقم الحدیث:۱۵۲۸) (المنتقیٰ لابن الجارود، رقم الحدیث:۲۵۶، کتاب الدعاء للطبرانی:۹۵۷)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مرتبہ جب حضور نبی مکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے اور بچے بھوکے مر گئے، اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دست کرم اُٹھائے، ہم نے اس وقت آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا تک نہیں دیکھا تھا، پھر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! آپ نے ہاتھ کیا اُٹھائے کہ پہاڑوں جیسے بادل آ گئے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر سے اترے بھی نہیں کہ میں نے بارش کے قطرے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مبارک سے ٹپکتے دیکھے، اس روز بارش برسی، اگلے روز بھی، اس سے اگلے روز بھی یہاں تک کہ اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی اعرابی کھڑا ہوا یا کوئی دوسرا شخص اور عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! مکانات گر گئے اور مال ڈوب گئے، اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ پس کریم آقا علیہ السلام نے دست مبارک اُٹھائے اور عرض کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہیں۔ پس جس طرف دست مبارک سے اشارہ فرماتے، اُدھر کے بادل چھٹ جاتے ہیں یہاں تک کہ مدینہ منورہ پر ایک دائرہ سا بن گیا۔ قناۃ نامی نالہ مہینہ بھر بہتا رہا اور جو بھی آتا وہ اس بارش کا حال بیان کرتا''۔

اس حدیث سے یہ نکتہ بھی مستنبط ہوا کہ یہ وہ دست مبارک ہیں کہ اگر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اُٹھ جائیں تو ربِ کائنات ان ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا اور کیوں نہ ہو! حضور نبی مکرم ﷺ کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے، ربِ کائنات تو ایسا کریم ہے کہ محبوب کے غلاموں کو بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''عن سلمان الفارسى رضى اللّٰه تعالىٰ عنه، عن النبى ﷺ قال: ان اللّٰه حى كريم يستحيى اذا رفع الرجل اليه يديه ان يردهما صفرا خائبتين''۔

(سنن الترمذی، کتاب: الدعوات، رقم الحدیث:۳۵۵۶) (سنن ابوداؤد، کتاب: الوتر، باب: الدعاء، رقم الحدیث:۱۴۸۸) (مصنف عبد

Marfat.com

الرزاق رقم الحدیث:۳۲۵۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۸۷۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۶۱۴۸' السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث:۲۹۶۵)

(ترجمہ:) ''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل حیا فرمانے والا' کریم ہے اور وہ حیاء فرماتا ہے کہ کوئی شخص اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے تو وہ اسے خالی اور نامراد واپس لوٹا دے''۔

سو جب وہ کریم ذات ایک عام مؤمن کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا تو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی مبارک ہاتھوں کو کیونکر خالی لوٹائے گا' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعواتِ مبارکہ کی استجابت وقبولیت کے متعلق مزید چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن حذیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا دعا لرجل ادرکت الدعوة ولده ولد ولده''۔ (مسند احمد بن حنبل جلد۵ صفحہ۳۸۵' رقم الحدیث:۲۳۳۲۵' مصنف ابن ابی شیبۃ جلد۶ صفحہ۹۳' رقم الحدیث: ۲۹۷۳۸' مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۲۶۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۲۱۴' فیض القدیر جلد۵ صفحہ۱۳۲)

(ترجمہ:) ''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کیلئے دعا فرماتے تو اس کی برکت کے اثرات اس کی اولاد پھر اولاد در اولاد جاری رہتے''۔

(۲) ''عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قالت امی: یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' خادمك انس' ادع اللّٰہ له' قال: اللّٰھم اکثر ماله وولده وبارك له فیما اعطیته قال انس: فواللّٰہ ان مالی لکثیر' وان ولدی ولد ولدی لتعادون علی نحو المائة الیوم''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الدعوات' باب: دعوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لخادمہ بطول العمر وبکثرۃ مالہ' رقم الحدیث:۶۳۴۴) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث: ۱۹۸۲-۶۳۳۴-۶۳۷۸-۶۳۸۰) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابہ' باب: فضائل انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث:۲۴۸۱-۲۴۸۰' دار الکتاب العربی) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: مناقب انس بن مالک' رقم الحدیث:۳۸۲۹' دار المعرفہ) (مسند احمد:۱۳۰۳۶-۱۳۶۱۹' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۳۲۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۷۱۷۷' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۶۲۰۸)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میری والدہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انس آپ کا خادم ہے' اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں' تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر دے اور جو کچھ تُو نے اس کو دیا ہے اس میں برکت ڈال دے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خدا عزوجل کی قسم! آج میرے پاس مال کی فراوانی ہے' آج میری اولاد اور ان کی اولاد تقریباً سو (۱۰۰) افراد سے متجاوز ہے''۔

(۳) مسلم شریف کی طویل حدیث کا صرف ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا: میری والدہ مشرکہ تھیں اور میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا تھا' ایک دن میں نے اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلایا تو انہوں نے مجھے وہ سنایا جس کو میں ناپسند کرتا تھا۔ پس میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس حال میں کہ میں رو رہا تھا' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے کئی بار اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلایا لیکن وہ انکار کر دیتی اور آج جب میں نے اسے اسلام کی طرف بلایا تو اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں تنقیص کر دی۔ پس آپ اللہ عزوجل سے دعا کریں کہ اللہ عزوجل ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائے' آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی اور عرض کیا: ''اللّٰھم اھد ام ابی ھریرۃ'' (ترجمہ:) ''اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما!''۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سن کر میں خوشی کے عالم میں نکلا اور گھر کے دروازے پر پہنچا تو وہ اندر سے بند تھا۔ میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی اور کہا: ابو ہریرہ! اپنی جگہ ٹھہرو! اور میں نے پانی گرنے کی آواز سنی' پھر میری ماں نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور کہا: اے ابو ہریرہ!

''اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں خوشی کی وجہ سے رو رہا تھا۔ میں نے عرض کی:

''یا رسول اللّٰہ! ابشر قد استجاب اللّٰہ دعوتک وھدی ام ابی ھریرۃ''۔

(ترجمہ:) ''یارسول اللہ! مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرما لیا ہے اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائی ہے''۔

اس پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل مجدہ کی حمد کی اور خیر کے کلمات کہے''۔

(صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: من فضائل ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث: ۶۳۹۶' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد رقم الحدیث: ۸۲۴۲' المستدرک رقم الحدیث: ۴۲۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۵۴' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۸۹۵)

(٤) ''عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلٰی قال کان ابو لیلٰی یسیر مع علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ' فکان یلبس ثیاب الصیف فی الشتآء وثیاب الشتآء فی الصیف فقلنا لو سالتہ' فقال: ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث الی وانا ارمد العین یوم خیبر' قلت: یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی ارمد العین' فتفل فی عینی ثم قال: اللّٰھم اذھب عنہ الحر والبرد' قال فما وجدت حرا ولا بردا بعد یومئذ''۔

(سنن ابن ماجۃ' المقدمۃ' باب: فضل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث: ۱۱۷' دارالسلام' ریاض) (السنن الکبریٰ للنسائی' رقم

Marfat.com

الحدیث:۸۵۳۶، مسند احمد رقم الحدیث:۷۷۸، مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۱۲۲)

(ترجمہ:) ''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابولیلیٰ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں اور سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنتے تھے۔ ہم نے کہا: کاش! آپ وجہ پوچھ لیں! تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن مجھے بلانے کے لیے بندہ بھیجا تو میری آنکھوں میں آشوب تھا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے آشوبِ چشم ہے۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعابِ اقدس میری آنکھوں میں ڈالا، پھر عرض کی: اے اللہ! علی کو گرمی اور سردی کی تکلیف سے بچا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس دن کے بعد کبھی بھی میں نے گرمی اور سردی محسوس نہیں کی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک کا اعجاز

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک کا یہ اعجاز کیا کم ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ اقدس سے نکلی ہوئی ہر بات اللہ عزوجل کی وحی ہے اور سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی میں ایک غلط جملہ، فحش کلمہ، فضول بات اور کسی کی دل آزاری کا جملہ صادر نہیں ہوا اور کیوں نہ ہو کہ یہ زبانِ اقدس اللہ جل مجدہ کی برھان ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○'' (النجم:۳۔۴)

(ترجمہ:) ''وہ اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے ○ ان کا کلام نہیں ہے مگر اللہ عزوجل کی وحی کے ساتھ ○''

حدیث میں ارشاد فرمایا:

''والذی نفسی بیده ما یخرج منه الا حق''۔ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ:) ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میری زبان سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی''۔

قلب اقدس کا اعجاز

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اقدس کی قوت، طاقت اور اس کے اعجاز و برھان کی یہ بڑی بیّن دلیل ہے کہ پہاڑوں جیسی ٹھوس، جامد اور سخت چیز اللہ تعالیٰ کی وحی کے ثقل اور اس کے بار کے تحمل کی متحمل نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط''۔ (الحشر:۲۱)

(ترجمہ:) ''اور اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تُو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا، اللہ کے خوف سے''۔

سوچیے! اس قلبِ مبارک کی عظمت کا کیا عالم ہوگا؟ جس قلبِ اقدس نے اللہ جل مجدہ کی وحی کے ثقل اور بارِ گراں کا تحمل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''وانه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الامين علىٰ قلبك لتكون من المنذرين'' ۔ ()

(ترجمہ:) ''اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے' اسے روح الامین لے کر اترا' تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ''۔

اللہ جل مجدہ نے اسی لیے تو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اقدس کی قرآن مجید میں قسم ارشاد فرمائی:

''قٓ ۫ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝'' (ق:۱)

(ترجمہ:) ''ق' بزرگی والے قرآن کی قسم ۝''

امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

''قال ابن عطاء فی قوله تعالىٰ (قٓ والقرآن المجيد): اقسم الله تعالىٰ بقوة قلب حبيبه محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حيث حمل الخطاب والمشاهدة ولم يؤثر ذلك فيه لعلو حاله'' ۔ (الشفا صفحہ ۲۵' دار ابن حزم بیروت)

(ترجمہ:) ''ابن عطاء نے اس آیت کریمہ (ق) کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس کی قوت و طاقت کی قسم ارشاد فرمائی' چونکہ اس قلب نے اللہ تعالیٰ کے خطاب اور اس کے مشاہدہ کا تحمل کیا ہے' لیکن پھر بھی اس قلب میں تغیر نہیں آیا''۔

اس میں خطاب کے ساتھ مشاہدہ کا ذکر بھی ہے اور مشاہدہ سے مراد رؤیت باری تعالیٰ ہے' جیسا کہ پیچھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول گزرا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار اپنے ربِ عزوجل کے حسن مطلق کا دیدار کیا ہے' ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے۔ جس کی تائید و توثیق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝'' (النجم:۱۱)

(ترجمہ:) ''دل نے اس کی تکذیب نہ کی جو محبوب نے آنکھوں سے دیکھا ۝''

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اقدس کے برھان ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ عام طور پر کسی بھی انسان کا دل' سینے سے باہر نکل آئے تو وہ انسان زندہ نہیں رہتا' اس لیے کہ انسانی قلب' انسانی حیات کا جوہر اور اس کا مرکز و محور ہے' لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کئی مرتبہ شق صدر ہوا' آپ کے سینہ مبارک کو حلق سے ناف تک فرشتوں نے چاک اور شق کیا اور آپ کے قلبِ اقدس کو سینۂ اقدس سے باہر نکالا لیکن اس کے باوجود' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیات' آپ کے احساسات' آپ کے ادراک و شعور' آپ کے مشاہدہ بلکہ حیاتِ اقدس میں کوئی فرق اور کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

چنانچہ معراج کی مفصل حدیث میں ہے:

''عن مالك بن صعصعة رضی الله تعالىٰ عنهما' ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدثهم عن ليلة اسری به بينما

Marfat.com

انا فی الحطیم مضطجعا اذ آتانی آت فقد قال: وسمعته یقول: فشق ما بین هذه الیٰ هذه ای من ثغرة نحرهٗ الیٰ شعرته وسمعته یقول: من قصه الیٰ شعرته فاستخرج قلبی الخ''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: المعراج' رقم الحدیث:۳۸۸۷) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی السموات' رقم الحدیث:۴۱۱' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: ومن سورة الم نشرح' رقم الحدیث:۳۳۴۶' دارالمعرفہ) (سنن النسائی' کتاب: الصلوٰۃ' باب: فرض الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۴۴۵' دارالفکر' بیروت) (سنن ابن ماجہ' کتاب: اقامۃ الصلوٰت' باب: ما جآء فی فرض الصلوٰۃ الخمس' رقم الحدیث:۳۹۹' دارالسلام) (مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۳۳۵' رقم الحدیث:۱۸۳۱۰) (صحیح ابن حبان:۴۸)

(ترجمہ:) ''حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس رات کا تذکرہ فرمایا جس میں آپ کو معراج کرائی گئی تھی' آپ نے فرمایا: جس وقت میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کر دیا' یعنی حلقوم سے ناف تک۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پھر اس فرشتہ نے میرا دل باہر نکالا' الخ''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس کے اعجاز کی ایک دلیل یہ ہے کہ عام آدمی کا دل حالت نیند میں غافل ہوتا ہے' گردوپیش اور اپنے ماحول سے بے خبر ہوتا ہے' قریب میں ہونے والی باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ اقدس چونکہ اللہ جل مجدہ کی برھان ہے' اس لیے حالت نیند میں سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلب اقدس غافل اور بے خبر نہیں ہوتا' بلکہ نیند کی حالت میں بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام گردوپیش اور ماحول کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور قریب میں ہونے والی باتوں کا تعقل اور ادراک فرماتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''عن عائشه رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قلت یا رسول اللّٰه (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اتنام قبل ان توتر؟ فقال: یا عائشة' ان عینی تنامان ولا ینام قلبی''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التہجد' باب: قیام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ' رقم الحدیث:۱۱۴۷' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری اطراف الحدیث: ۲۰۱۳۔۳۵۶۹) (صحیح مسلم' کتاب: صلاۃ المسافرین وقصرھا' باب: صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اللیل' رقم الحدیث: ۱۷۲۰) (السنن ابی داؤد' کتاب: الصلوٰۃ' باب: فی صلوٰۃ اللیل' رقم الحدیث:۱۳۴۱) (سنن الترمذی' کتاب: الصلوٰۃ' باب: ما جاء فی وصف صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باللیل' رقم الحدیث:۴۳۹' دارالمعرفہ) (سنن النسائی' کتاب: قیام اللیل' باب: کیف الوتر بثلاث' رقم الحدیث:۱۶۹۶) (مؤطا امام مالک رقم الحدیث:۲۶۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۲۴۳۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۴۹)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے''۔

''عن جابر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه عنهما قال جاءت الملائکة الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو نائم۔

Marfat.com

فقال بعضهم: انه نائمٌ فقال بعضهم' ان العين نائمة والقلب يقظان''.

(اخرجہ البخاری فی الصحیح' کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ' باب: الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۶۸۵۲)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ فرشتے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں' دوسرے نے کہا: (ان کی) آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے''۔

لعابِ اقدس کا اعجاز

عموماً لوگوں کے تھوک میں تعفن' وبا' بدبو اور بیماری ہوتی ہے اور لوگ ایک دوسرے کے لعاب سے نفرت کرتے ہیں لیکن اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا مطہر' مزکّی اور مصفّٰی بنایا اور اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا سراپا اعجاز بنایا کہ آپ کا لعابِ دہن بھی مصدر کرامات اور منبع فیوضات ہے' اس طرح کہ یہ لعاب اگر کسی بیمار پر پڑ جاتا تو باذن اللہ تعالیٰ شفایاب ہو جاتا۔ یہ لعابِ اقدس اگر کم پانی یا کم کھانے میں پڑ جاتا تو اس پانی یا کھانے میں اتنی برکت پڑ جاتی کہ چند آدمیوں کا کھانا ہزاروں میں پورا ہو جاتا۔ نیز یہی وہ لعاب ہے جس سے بدبو یا تعفن نہ آتا بلکہ خوشبوؤں کے حلے آتے اور صحابہ کرام اس لعابِ اقدس کے حصول کے لیے اس قدر بے تاب اور مضطرب ہوتے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعابِ دہن زمین پر نہ گرنے دیتے بلکہ اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے سینے اور چہروں پر مل لیتے اور جس کو لعابِ اقدس نہ مل سکتا وہ دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر اپنے چہرے یا سینے پر مل لیتا۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کی یہ شانیں کیونکر نہ ہوتیں جبکہ اللہ رب العزت نے آپ کو سراپا اعجاز اور برہان مطلق بنایا تھا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لعابِ اقدس کی برکات و فیوضات کے متعلق چند ایمان افروز احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تربة ارضنا وريقة بعضنا يشفٰى سقيمنا باذن ربنا''.

(صحیح بخاری' کتاب: الطب' باب: رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۵۷۴۵۔۵۷۴۶' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الطب' باب: استحباب الرقیۃ من العین' رقم الحدیث:۵۷۱۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن ابوداؤد' کتاب: الطب' باب: کیف الرقی' رقم الحدیث: ۳۸۹۵' دارالسلام' ریاض) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الطب' باب: ماعوذ بہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۵۲۱' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۹۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۲۹۷۳' المستدرک رقم الحدیث:۸۳۱۶)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہماری زمین کی (یعنی مدینہ کی) مٹی سے اور ہماری تھوک سے اللہ کے اذن کے ساتھ ہمارے بیماروں کو شفا نصیب ہوتی ہے''۔

(۲) ''عن سهل بن سعد رضی اللّٰه تعالیٰ عنه' ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: لاعطين الراية غدا رجلا

Marfat.com

یفتح اللّٰہ علٰی یدیہ فبات الناس یدوکون لیلتھم ایھم یعطاھا' فلما اصبح الناس غدو اعلٰی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' کلھم یرجوا ان یعطاھا فقال: این علی ابن ابی طالب' فقالوا یشتکی عینیہ یا رسول اللّٰہ' قال فارسلوا الیہ فاتونی بہ فلما جاء بصق فی عینیہ ودعا لہ فبرا حتی کان لم یکن بہ وجع''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الفضائل' باب: مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث:۳۷۰۱' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۲۹۴۲_۳۰۰۹_۳۷۰۱_۴۲۱۰) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث:۶۲۲۳' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد۵ صفحہ۳۳۵' صحیح ابن حبان:۶۹۳۲)

(ترجمہ:) ''حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں ضرور جھنڈا اس مرد کو عطا فرماؤں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ راوی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے رات بڑی بے چینی سے گزاری کہ ان میں سے کس خوش نصیب کو جھنڈا عطا کیا جائے گا' پھر جب لوگوں نے صبح کی تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام یہ اُمید رکھتے تھے کہ انہیں جھنڈا عطا کیا جائے گا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں' آپ نے فرمایا کہ علی کی طرف کسی کو بھیج کر میرے پاس بلاؤ۔ پس جب وہ حاضر ہوئے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں پر ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ (راوی کہتے ہیں) کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں اس طرح درست ہو گئیں جیسے کبھی آنکھوں میں درد ہوا بھی نہیں''۔

(۳) ''عن البراء بن عازب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: انھم کانوا مع رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الحدیبیۃ الفًا واربع مئۃ او اکثر' فنزلوا علی بئر فنزحوھا' فاتوا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فاتی البئر وقعد علی شفیرھا' ثم قال: ائتونی بدلو من مائھا فاتی بہ فبصق فدعا ثم قال: دعوھا ساعۃ فارووا انفسھم ورکابھم حتی ارتحلوا''۔ (صحیح بخاری' کتاب: المغازی' باب: غزوۃ الحدیبیۃ' رقم الحدیث:۴۱۵۰_۴۱۵۱' وفی کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۷۷' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد۴ صفحہ۲۹۰' مشکوٰۃ المصابیح: ۵۸۸۳)

(ترجمہ:) ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چودہ سو یا اس سے زائد افراد تھے۔ پس وہ ایک کنویں پر اترے اور اس کا سارا پانی نکال لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور پانی ختم ہونے کی شکایت کی) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنویں پر تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر بیٹھے اور فرمایا: میرے پاس پانی کا ایک ڈول لاؤ' پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پانی کا ڈول پیش کیا گیا تو آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعابِ اقدس اس میں ڈالا اور دعا فرمائی' پھر فرمایا: اس

Marfat.com

کنویں کو کچھ دیر چھوڑ دو (پھر اس سے اتنا کثیر پانی نکالا) کہ تمام صحابہ نے اپنے آپ کو اور اپنی سواریوں کو سیراب کرلیا' یہاں تک کہ وہ وہاں سے کوچ کر گئے''۔

(٤) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھوک کے شدید آثار دیکھے (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بطن اقدس پر پتھر بندھے تھے) میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھوک کے شدید آثار دیکھے ہیں۔ اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں چار کلو جَو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی۔ میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا' وہ بھی میرے ساتھ ساتھ فارغ ہوگئی' میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دیگچی میں ڈالا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جانے لگا تو میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے سامنے شرمندہ نہ کرنا' میں آپ کے پاس پہنچا اور آپ سے سرگوشی میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع (چار کلو گرام) جَو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے' آپ چند ساتھیوں کو لے کر ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے' سو تم لوگ چلو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک میں نہ آؤں تم ہانڈی اتارنا نہ روٹی پکانا۔ پھر میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لائے۔ میں اپنی بیوی کے پاس گیا' اس نے کہا: تمہاری ہی رسوائی ہوگی۔ میں نے کہا: میں نے وہی کہا ہے جو تم نے مجھ سے کہا تھا' پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں لعابِ دہن ڈال دیا اور برکت کی دعا کی' پھر آپ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: ایک اور روٹی پکانے والی کو بلالو جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے' دیگچی میں سے سالن نکالنا لیکن اس کو نیچے نہ اتارنا۔ اس موقع پر ایک ہزار صحابہ تھے' اللہ ذوالمجد والعلیٰ کی قسم! ان سب نے کھانا کھایا اور بچا دیا اور جس وقت وہ واپس آ گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اس کی اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المغازی' باب: غزوۃ الخندق' رقم الحدیث: ۴۱۰۱۔۴۱۰۲' وفی کتاب: الجہاد والسیر' باب: من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ' رقم الحدیث: ۳۰۷۰' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الاشربۃ' باب: جواز استتباعہ غیرہ الیٰ دار من یثق برضا ذلک' رقم الحدیث: ۵۳۱۵' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۷۷' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۸۷۷)

(٥) معروف روایت ہے کہ غارِ ثور میں جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایڑی پر سانپ نے ڈسا اور اس کے زہر کی وجہ سے آپ جاں بلب ہو گئے' اس شدتِ تکلیف کے عالم میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعابِ اقدس حضرت صدیق کی ایڑی پر لگایا' وہ لعاب ایسا تریاق بنا کہ حضرت صدیق کی نہ صرف جاتی جان واپس آ گئی

Marfat.com

بلکہ انہیں یوں معلوم ہوا کہ جیسے ایڑی پر کبھی درد ہوا ہی نہیں۔ اسی طرح ایک روایت حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر آپ کی دائیں آنکھ میں تیر لگا' جب تیر باہر نکالا تو آنکھ کا ڈھیلا ہی باہر نکل آیا' وہ ڈھیلا اُٹھا کر حضور اقدس علیہ السلام کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوئے' سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعابِ دہن ان کے ڈھیلے پر لگایا اور اس جگہ پر رکھ دیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لعابِ مصطفےٰ علیہ السلام کی برکت سے نہ صرف یہ کہ میری بینائی لوٹ آئی بلکہ جتنا مجھے اس آنکھ سے نظر آتا تھا' اتنا دوسری آنکھ سے نظر نہیں آتا تھا''۔ (مشکوٰۃ' دلائل النبوۃ للامام البیہقی)

ایک صحابی کے بدن سے ہر وقت خوشبو آتی رہتی تھی' ان کی بیویاں بھی بیش قیمت خوشبو استعمال کرتی تھیں لیکن وہ اپنے خاوند کی خوشبو کا مقابلہ نہ کر پاتیں' ایک روز انہوں نے اپنے خاوند سے پوچھا کہ ہم نے بڑی بیش قیمت خوشبوئیں استعمال کیں لیکن وہ آپ کی خوشبو کا مقابلہ نہیں کر سکیں' آپ کون سی خوشبو استعمال کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کوئی خوشبو نہیں استعمال کرتا۔ بیویاں حیرت اور تعجب سے بولیں: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ ایک بار میرے جسم پر گرمی دانے نکل آئے' مجھے ان کی بہت تکلیف محسوس ہوئی' میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور اپنی تکلیف کی شکایت کی تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے پیٹ پر سے کپڑا اُٹھانے کا حکم دیا' میں نے تعمیل کی' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعابِ دہن میرے پیٹ پر ڈالا اور اپنے دست کرم کو میرے پیٹ پر ملنا شروع فرما دیا۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن مبارک کی برکت سے نہ صرف یہ کہ میرے گرمی دانے دور ہو گئے بلکہ میرے بدن سے اس روز سے تا امروز ایسی خوشبو آنے لگی کہ کوئی خوشبو اور مشک و کستوری اس خوشبو کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (مدارج النبوۃ)

جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لعابِ اقدس کی یہ برکات صحابہ کرام اپنی آنکھوں سے دیکھتے تو وہ کیوں نہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لعابِ اقدس کے حصول کی کوشش کرتے۔ سرکار کے لعابِ دہن کے لیے وہ کتنے بے قرار رہتے تھے' اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں:

(٦) ''عن المسور بن مخرمة ومروان' قالا: ان عروة جعل يرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعينه قال: فوالله ما تنخم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نخامة الا وقعت فی كف رجل منهم فدلك بها وجهه الخ''.

(صحیح بخاری' کتاب: الشروط' باب: الشروط فی الجہاد' رقم الحدیث: ۲۷۳۲-۲۷۳۱' دارالکتاب العربی) (صحیح ابن حبان' کتاب: السیر' رقم الحدیث: ۴۸۷۲' دارالمعرفہ' بیروت) (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۳۲۹' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۹ صفحہ ۲۲۰' المعجم الکبیر: ۱۳)

(ترجمہ:) ''حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان سے مروی ہے کہ عروہ بن مسعود' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھتا رہا' اس نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعابِ دہن پھینکتے تو وہ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر گرتا' پس وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا''۔

Marfat.com

پسینہ مبارک کا اعجاز

تھوک کی طرح عام لوگوں کے پسینہ میں بھی بدبو اور تعفن ہوتا ہے جو کہ لوگوں کے لیے تنفر اور توحش کا موجب بنتا ہے لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات چونکہ اللہ جل مجدہ کی برھان اتم' برھان اکمل اور برھان مطلق ہے' اس لیے آپ کا پسینہ مبارک بھی شانِ اعجازی سے متصف تھا۔ آپ کے پسینہ مبارک سے بُو اور تعفن تو بہت دور کی بات ہے' آقا کا پسینہ تو ایسا خوشبودار تھا کہ دنیا کی کوئی مشک' کستوری اور عنبر آپ کے پسینہ مبارک کا مقابلہ نہ کر سکتیں' جس راہ سے گزرتے فضائیں اور ماحول معطر اور معنبر ہو جاتے' جس کے پاس خوشبو نہ ہوتی تو اسے اپنا پسینہ عطا فرما دیتے۔ سوچیے! دنیا میں کسی بڑے سے بڑی شان والے کے پسینہ کی یہ کرامت ہے جو اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کو عطا فرمائی ہے۔ اس باب میں ایمان کو جلاء دینے والی چند احادیث کا مطالعہ فرمائیں:

(۱) ''قال انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: لا مسست خزة ولا حریرة الین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا شممت مسکة ولا عبیرة اطیب من رائحة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الصوم' باب: مایذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۱۹۷۳' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۲۳۳۰' دار الکتاب العربی) (الشفاء رقم الحدیث: ۶۳' صفحہ ۴۴) (جامع ترمذی' کتاب: البر والصلۃ' رقم الحدیث: ۲۰۱۵)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی باریک ریشم کو یا کسی دبیز ریشم کو مس نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم ہو اور نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے بدن مبارک) کی خوشبو سے زیادہ مشک وعنبر کی خوشبو سونگھی''۔

(۲) ''عن جابر بن سمرہ قال: صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلاۃ الاولیٰ' ثم خرج الی اھلہ وخرجت معہ فاستقبلہ ولدان فجعل یمسح خدی احدھم واحدًا واحدًا قال: واما انا فمسح خدی قال: فوجدت لیدہ بردا او ریحا کانما اخرجھا من جونة عطار''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۶۰۵۲' دار الکتاب العربی' بیروت) (الشفاء صفحہ ۴۴' دار ابن حزم) (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۷۶۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۹۴۴' فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۷۳)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی' پھر آپ اپنے گھر کی طرف گئے' میں بھی آپ کے ساتھ گیا' سامنے سے کچھ بچے آئے' آپ نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر دست مبارک پھیرا اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا' میں نے آپ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ نے عطار کے ڈبے سے ہاتھ باہر نکالا ہو''۔

(۳) ''عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عن اُم سلیم: ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یاتیھا فیقیل عندھا' فتبسط لہ

Marfat.com

نطعا فیقیل علیه، و کان کثیر العرق فکانت تجمع عرقه فنجعله فی الطیب و القوارير، فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ام سلیم ما هذا؟ قالت: عرقك ادوف به طیبی".

(صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: طیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والتبرک بہ، رقم الحدیث:۲۳۳۱، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح بخاری، کتاب: الاستئذان، باب: من زار قوما فقال عندھم، رقم الحدیث:۶۲۸۱، دارالکتاب العربی، بیروت) (سنن النسائی، کتاب: الزینۃ، رقم الحدیث:۵۳۷۱) (مسند احمد، مسند انس بن مالک، جلد۴ صفحہ۳۸۶، رقم الحدیث:۱۲۷۳۱) (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۷۸۸، الشفاء صفحہ۴۴، دار ابن حزم) (السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث:۱۱۳۵)

(ترجمہ:) "حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ اُم سلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لاتے تھے اور وہاں قیلولہ فرماتے تھے، وہ ان کے لیے چمڑے کا ایک ٹکڑا بچھا دیتی تھیں۔ آپ کو پسینہ بہت آتا تھا، وہ اس پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملاتیں اور شیشیوں میں بھر دیتیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُم سلیم! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ آپ کا پسینہ ہے جسے میں اپنی خوشبو میں ملاتی ہوں۔ (ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کا پسینہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے)"۔

(٤) "عن علی ابن ابی طالب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: لما غسل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذهب یلتمس منه ما یلتمس من المیت فلم یجده فقال: بابی، الطیب، طبت حیا و طبت میتا".

(سنن ابن ماجہ، کتاب: الجنائز، باب: ماجاء فی غسل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:۱۴۶۷، دارالسلام، ریاض، الشفاء رقم الحدیث:۶۹، دار ابن حزم)

(ترجمہ:) "حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ جب انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تو آپ دیکھنے لگے کہ عام میتوں میں جو چیز ظاہر ہوتی ہے، وہ ظاہر تو نہیں ہوئی؟ لیکن آپ نے کوئی چیز نہیں پائی اور کہا: میرے باپ (کے رب) کی قسم! حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام طیب ہیں۔ (عرض کی:) آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور بعد از وصال بھی پاکیزہ ہیں"۔

(٥) "عن جابر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمر فی طریق فیتبعه احد الا عرف انه سلکه من طیب عرفه".

(التاریخ الکبیر للامام البخاری جلد۱ صفحہ۳۹۹، رقم الحدیث:۱۲۷۳، الخصائص الکبریٰ جلد۱ صفحہ۶۷)

(ترجمہ:) "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے گزر جاتے تو بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ہوا ہے"۔

امام اہل سنت عرض کرتے ہیں

گزرے جس راہ سے وہ سیّد والا ہو کر — رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر
عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار — ادنیٰ سی یہ شناخت ترے رہ گزر کی ہے

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''یکے از طبقات عجیب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طیب ریح است کہ ذاتی وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود بے آنکہ استعمال طیب از خارج کند و ہیچ طیب بداں نمی رسد''۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۹)

(ترجمہ:) ''حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر خوشبو کے استعمال کے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی''۔

فضلات کی طہارت پر دلائل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا اعجاز اور برہان مطلق ہیں، لہٰذا آپ کے فضلات مثل دم و بول اُمت کے حق میں طاہر اور پاک ہیں اور یہی جمہور محققین کا نظریہ ہے۔

امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قال قوم من اهل العلم بطهارة الحدثين منه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (الشفا صفحہ ۴۵، دار ابن حزم)

(ترجمہ:) ''اہل علم کی قوم نے کہا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات پاک ہیں''۔

محقق احناف، ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اختار كثيرون من اصحابنا طهارة فضلاته عليه الصلوٰة والسلام''۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۳)

(ترجمہ:) ''ہمارے کثیر اصحاب یعنی احناف کا مختار یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات پاک ہیں''۔

حافظ الحدیث، علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قد تكاثرت الادلة علىٰ طهارة فضلاته وعد الائمة ذلك فی خصائصه''۔ (فتح الباری جلد ا صفحہ ۲۷۲)

(ترجمہ:) ''حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر کثیر دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اسے آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے''۔

اس نظریہ کی صحت، تائید اور تصویب پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن ام ايمن رضی اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: قام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اليل الى فخارة من جانب البيت، فبال فيها، فقمت من الليل وانا عطشى فشربت ما فی الفخارة وانا لا اشعر فلما اصبح النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: يا ام ايمن قومی الى تلك الفخارة فاهريقی ما فيها قلت: قد واللّٰه شربت، ما فيها

Marfat.com

قال: فضحك رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی بدت نواجذه ثم قال: اما انك لا يفجع بطنك بعده ابدًا۔

(المستدرک جلد۵ صفحہ۸۶' کتاب: معرفۃ الصحابہ' رقم الحدیث:۶۹۹۶' دارالمعرفہ) (المعجم الکبیر جلد۲۵ صفحہ۲۳۰' مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۲۷۱) (الشفاء صفحہ۴۵' رقم الحدیث:۷۳) (المواھب اللدنیہ جلد۲ صفحہ۳۱۷' السیرۃ النبویہ لابن عساکر جلد۳ صفحہ۲۰۷' زرقانی علی المواھب جلد۵ صفحہ۵۴۹' البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد۵ صفحہ۳۲۶' الخصائص الکبریٰ جلد۲ صفحہ۴۴۱' سبل الھدیٰ والرشاد جلد۱۰ صفحہ۴۰' السیرۃ الحلبیہ جلد۲ صفحہ۵۱۵' الاصابہ جلد۸ صفحہ۱۷۱)

(ترجمہ:) ''حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک رات حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے اور گھر کی ایک جانب پڑے ہوئے برتن میں پیشاب کیا' پس میں رات کو اُٹھی اور مجھے پیاس لگی ہوئی تھی تو میں نے جو کچھ اس برتن میں تھا وہ پی لیا اور مجھے معلوم بھی نہ ہوا (کہ یہ پیشاب ہے کیونکہ اس میں تعفن کی بجائے مہک تھی۔ زرقانی) صبح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُم ایمن! اس برتن کی طرف جاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اسے بہا دو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! خدا کی قسم! اس کو تو میں نے پی لیا ہے' یہ سن کر حضور اقدس مسکرا دیئے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور پھر فرمایا: اے اُم ایمن! آج کے بعد تیرے پیٹ کو کوئی بیماری لاحق نہیں ہو گی''۔

(۲) ''**عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها انها قالت للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انك تاتی الخلاء فلا یری منك شیءٌ من الاذی الا انی کنت اشم رائحة الطیب فقال' یا عائشة! او ما علمت ان الارض تبتلع ما یخرج من الانبیاء فلا یری منه شیءٌ**''۔

(الشفاء صفحہ۴۴' رقم الحدیث:۶۸' دار ابن حزم) (المواھب اللدنیہ جلد۲ صفحہ۳۱۵' زرقانی علی المواھب جلد۵ صفحہ۵۴۳' الخصائص الکبریٰ جلد۱ صفحہ۱۲۰' الوفا لابن جوزی صفحہ۴۹۲' میزان الاعتدال جلد۲ صفحہ۲۹۹' تاریخ بغداد جلد۸ صفحہ۶۲' شرح الشفاء جلد۱ صفحہ۱۶۲' الاصابہ جلد۸ صفحہ۱۰۸' البدایہ والنہایہ جلد۵ صفحہ۲۳۰)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ جب آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے ہیں تو آپ سے کوئی اذیت والی چیز نہیں دیکھی جاتی' مگر یہ ہے کہ میں وہاں سے خوشبو سونگھتی ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انبیاء سے جو خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے' پس ان سے کوئی چیز دیکھی نہیں جاتی''۔

(۳) ''**عن عبد الله بن الزبیر' انه اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وهو یحتجم فلما فرغ قال یا عبد الله اذهب بهذا الدم فاهرقه حیث لا یراه احد فلما برزت عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمدت الی الدم فحسوته فلما رجعت الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ما صنعت یا عبد الله! قال جعلته فی مکان ظننت انه خاف عن الناس قال لعلك شربته قال نعم قال ومن امرك ان تشرب الدم ویل لك من الناس وویل للناس**

معلك . رواه الطبرانی والبزار باختصار ورجال البزار رجال الصحيح" .

(مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ ۲۷۰' الخصائص الکبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۵۲' الشفاء صفحہ ۴۵' رقم الحدیث:۷۲)

(ترجمہ:) "حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اس حال میں کہ آپ فصد لگوا رہے تھے' جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈالو جہاں کوئی اس کو نہ دیکھے۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اوجھل ہوا تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا' جب میں واپس آیا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا ہے کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا۔ آپ نے فرمایا: شاید تم نے اس کو پی لیا ہے' انہوں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم سے خون پینے کیلئے کس نے کہا تھا؟ تم پر افسوس ہو لوگوں کی طرف سے اور لوگوں پر افسوس ہو تمہاری طرف سے۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے' سند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح ہیں اور وہ بھی ثقہ ہے"۔

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه ان اباه مالك بن سنان لما اصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم احد مص دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وازدرده فقیل له اتشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : خالط دمی دمه لا تمسه النار . رواه الطبرانی فی الاوسط ولم ارفی اسناده من اجمع علی ضعفه" . (مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ ۲۷۰' دار الکتب العربی' بیروت)

(الشفاء صفحہ ۴۵' رقم الحدیث:۷۱' دار ابن حزم) (خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۵۲)

(ترجمہ:) "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون مبارک چوس کر نگل لیا' ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون پی رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے' اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے' اور اس کی سند میں کوئی راوی ایسا نہیں ہے' جس کے ضعف پر اتفاق ہو"۔

علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ فرماتے ہیں:

"وفی هذه الاحادیث دلالة علی طهارة بوله ودمه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال النووی فی شرح المهذب: واستدل من قال بطهارتهما بالحدثین المعروفین: ان ابا طیبة الحجام حجمه وشرب دمه ولم ینکر علیه' وان امرئة شربت بوله فلم ینکر علیها' وحدیث ابی طیبه ضعیف' وحدیث شرب

البول صحیح رواہ الدارقطنی وقال: ھو حدیث حسن صحیح' وذلك کاف فی الاحتجاج لکل الفضلات قیاسا' ثم ان القاضی حسینا قال: الاصح القطع بطھارۃ الجمیع ۔ وبھذا قال ابو حنیفۃ کما قالہ العینی''۔ (المواھب اللدنیہ جلد۲ صفحہ ۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''ان احادیث میں حضور اقدس علیہ السلام کے بول اور خون کی طہارت پر دلالت ہے۔ علامہ نووی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ جو حضورِ اقدس کے خون اور بول کی طہارت کے قائل ہیں' انہوں نے ان دو معروف حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔ ابوطیبہ حجام کی جس نے پچھنے لگائے اور خون مبارک پیا اور حضور نے انکار نہیں فرمایا اور عورت نے بول پیا' اس پر حضور نے انکار نہیں فرمایا۔ ابوطیبہ کی حدیث ضعیف ہے لیکن شربِ بول کی حدیث صحیح ہے۔ امام دارقطنی نے اسے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تمام فضلات کی طہارت پر قیاس کے لیے اتنی بات کافی ہے' پھر قاضی حسین نے فرمایا: صحیح تر مذہب یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام کے تمام فضلات قطعی طور پر پاک ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ عینی نے فرمایا''۔

''برھان'' کی دوسری تفسیر

جیسا کہ پچھلے صفحات میں مفسرین کے اقوال سے معلوم ہوا کہ ''یایھا الناس قد جآء کم برھان من ربکم'' میں لفظ ''برھان'' کی دو عدد تفاسیر معروف ہیں' ایک قول کے مطابق ''برھان'' سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد ہے' جس کی تفصیل چند صفحات پہلے گزر چکی ہے اور دوسرے قول کے مطابق ''بـــرھـــان'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات مراد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں تفاسیر میں کسی قسم کا تضاد' تناقض اور تخالف نہیں' اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی دو قسمیں ہیں: (۱) داخلی معجزات جو ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ متعلق ہیں' اس کا بیان گزر چکا ہے۔ (۲) خارجی معجزات' اس سے مراد وہ کمالات ہیں کہ جن کا مصدر' مخزن اور منبع تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے لیکن وہ آپ کی حقیقت سے خارج ہیں۔

ان خارجی معجزات کی آگے دو قسمیں ہیں:

(۱) عقلی معجزات (۲) حسّی معجزات۔

(۱) عقلی معجزات

عقلی معجزات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا' سب سے اکمل و واضح معجزہ قرآنِ مجید' فرقانِ حمید ہے۔ قرآن مجید میں خود اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ○'' (۵۱)

(ترجمہ:) ''کیا ان کے لیے یہ (معجزہ اور آیت) کافی نہیں کہ ہم نے محبوب تمہارے اوپر کتاب اُتاری جو ان پر

پڑھی جاتی ہے' بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان والی قوم کے لیے O"

اور حدیث میں ہے امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں:

"عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ما من الانبیآء نبی الا اعطی ما مثله آمن علیه البشر' وانما الذی اوتیت وحیا اوحاه الله الی' فارجو ان اکون اکثرهم تابعا یوم القیامة" .

(صحیح بخاری' کتاب: فضائل القرآن' باب: کیف نزول الوحی' رقم الحدیث:۴۹۸۱' وفی کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ' باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت بجوامع الکلم' رقم الحدیث:۷۲۷۴' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: وجوب الایمان برسالۃ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۸۵' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد۴ صفحہ۳۴۱' رقم الحدیث:۸۷۱۵' دارالکتب العلمیہ) (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۷۴۶)

(ترجمہ:) "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطا فرمائے جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے' لیکن جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے وہ وحی یعنی قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کی ہے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی"۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس معاشرے میں اپنی چشمانِ مبارک کھولیں' اس معاشرے میں اگرچہ بہت سی قباحتیں اور شناعتیں تھیں لیکن ایک چیز جس پر تمام اہل عرب اور بالخصوص اہل مکہ کو ناز وفخر تھا' وہ ان کی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت میں نقطہ کمال تھا' وہ اسی زبان دانی اور عربی زبان کی وسعت' جامعیت اور اصول وقواعد کے اعتبار سے منظم ہونے پر اتنا فخر محسوس کرتے کہ اپنے ماسوا باقی تمام دنیا کو عجمی یعنی گونگے کہہ کر پکارتے۔ اور اس زبان کی پیچیدگی اور فنی باریکیوں اور نزاکتوں کے باوجود انہیں اپنی زبان' فصاحت و بلاغت اور شعر و شاعری پر کچھ ایسا ملکہ راسخہ حاصل تھا کہ فی البدیہہ ایک ہی مجلس میں کھڑے ہو کر سینکڑوں اشعار کہہ دیتے اور وہ کوئی معمولی یا عام قسم کے اشعار نہ ہوتے بلکہ فصاحت و بلاغت کا مرقع ہوتے اور ان اشعار پر اہل عرب تحدی اور چیلنج کرتے اور کعبہ معظمہ کی دیواروں پر اپنے اشعار لٹکا کر کہتے: ہے کوئی ایسا جو میرے ان اشعار کا مقابلہ کر سکے۔ ان لوگوں کے درمیان حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی اور بعثت سے پہلے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی کے چالیس سال انہیں لوگوں میں گزارے' آپ کے شب و روز' احوال و اعمال' سیرت و کردار اور سفر و حضر ان کے سامنے تھا اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ اُمّی ہیں' آپ نے کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا' کسی سے کچھ پڑھا نہیں' کسی مکتب یا مدرسہ میں نہیں گئے' بلکہ کسی علمی' ادبی وعظ کی مجلس تک میں کبھی نہیں گئے۔ وہی ذاتِ اقدس جب چالیس سال کی عمر کو پہنچتی ہے تو یکا یک فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اعلانِ نبوت فرماتے ہیں اور ان کے سامنے ایک ایسا کلام پیش کیا جس کے متعلق انہیں چیلنج کیا کہ اگر تمہیں میرے رسول ہونے میں' میری صداقت وحقانیت میں اور اس قرآن کے من جانب اللہ ہونے میں کوئی شک وتردّد ہے تو میں تمام اہل عرب کے فصحاء' بلغاء اور زبان دانوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اس قرآن کی مثل'

Marfat.com

کوئی کتاب بنا کر لے آئیں۔ قرآن مجید میں اس تحدی کا ذکر ہے:

''قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا O'' (الاسراء:۸۸)

(ترجمہ:) ''اے حبیب مکرم! فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل جائیں اور اس قرآن جیسی کتاب لانا چاہیں تو اس کی مثل کتاب نہیں لا سکتے' اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں O''

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

''قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O'' (القصص:۴۹)

(ترجمہ:) ''اے حبیب مکرم! آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو اُن سے زیادہ ہدایت دینے والی ہو' میں اس کی پیروی کروں گا' اگر تم سچے ہو O''

لیکن اتنا بڑا چیلنج کرنے پر تمام فصحائے عرب اور بلغائے زمان گنگ ہیں' یوں لگتا ہے کہ ان کے منہ میں زبان تک نہیں اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ آخر اس کتاب لافانی کا جس کی ہر ہر سطر سے اعجاز و ایجاز اور فصاحت و بلاغت کی ضوفشانیاں چہار عالم کو منور کر رہی ہیں' جس کی پاکیزہ اور مبنی بر صداقت تعلیمات نے ایک ایسا مؤثر' عالمگیر انقلاب بپا کر دیا ہے کہ راہزنوں کو رہ نما' چوروں اور لٹیروں کو عصمتوں کا محافظ بنا دیا اور گری ہوئی انسانیت کو بہیمیت اور حیوانیت کی پستی سے اُٹھا کر اوجِ ثریا پر پہنچانے والی کتاب کا مقابلہ اپنے غلیظ' گھٹیا' حیاء سوز اور شہوت انگیز اشعار کے ساتھ کس طرح کریں؟ بار بار چیلنج پر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چیلنج میں نرمی اور لچک پیدا کی اور فرمایا: تم اس کی دس سورتوں جیسی سورتیں ہی بنا کر لے آؤ۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

''اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O'' (ھود:۱۴-۱۳)

(ترجمہ:) ''کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن گھڑ لیا' اے حبیب! آپ فرما دیں کہ تم اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے کر آؤ اور تم اللہ کے علاوہ جس کو بلا سکتے ہو اس کو بلا لو' اگر تم سچے ہو O پس اگر وہ تمہیں جواب نہ دیں تو اچھی طرح جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے اور یہ بھی جان لو کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں تو کیا تم تسلیم کرنے والے ہو O''

اس قدر لچک' ڈھیل اور نرمی کے باوجود وہ چیلنج قبول کرنے اور جواب دینے سے عاجز رہے لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے برابر مطالبہ جاری رہا' آخر جب انہوں نے اس پر بھی اظہارِ درماندگی کیا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے

Marfat.com

چیلنج میں مزید نرمی کی اور انہیں قرآن کی ایک سورت کی مثل سورت بنانے کا چیلنج فرمایا اور اس میں تہدید، دھمکی اور سختی کا انداز اپنایا۔ قرآن مجید میں ہے:

''وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ○'' (البقرہ:۲۴۔۲۳)

(ترجمہ:) ''اور اگر تمہیں شک ہے (اس قرآن میں) جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمایا تو اس کی مانند کوئی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام مددگار بھی بلا لو اگر تم سچے ہو ○ پس اگر تم نے ایسا نہ کیا اور ہرگز تم ایسا نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے ○''

اس آیت کریمہ میں چیلنج کا رویہ نسبتاً سخت تھا اور اس آیت کریمہ میں جہنم کی آگ کی دھمکی اور وعید بھی سنائی گئی تھی تو چاہیے تھا کہ ان کا جوشِ غیرت بھڑک اُٹھتا اور وہ سب مل کر کوئی قرآن کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت بنا کر لے آتے لیکن اب بھی ان کا رویہ سابقہ رویوں کی طرح رہا۔ بالآخر یہاں تک فرمایا گیا:

''فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ○'' (الطور:۳۴)

(ترجمہ:) ''انہیں چاہیے کہ اگر وہ سچے ہیں تو اس قرآن کی ایک آیت کی مثل بنا کر لے آئیں ○''

اس قدر نرمی اور لچک کے باوجود تمام عرب متحد ہو کر بھی اس قرآن کی ایک آیت کریمہ کی مثیل و نظیر نہ لا سکے۔ غور فرمائیں کہ یہ وہی اہل عرب تھے جن کو اپنی زبان دانی پر اس قدر ناز و فخر تھا کہ باقاعدہ شعر و شاعری کے بازار قائم کر کے ایک دوسرے کے ساتھ فی البدیہہ اشعار کہنے میں مقابلہ کرتے، ایک دوسرے کو چیلنج کرتے۔ جن کو اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے تمام دنیا پر فوقیت حاصل تھی۔ ان کے لیے یہ کس قدر سستا سودا تھا کہ وہ اس قرآن کی مثل کوئی آیت بنا کر لے آتے تو نہ انہیں جنگوں کا سامنا کرنا پڑتا اور ان جنگوں میں جوان کے بڑے بڑے سرغنے قتل ہوئے نہ ہی ان کی ہلاکت دیکھنی پڑتی اور نہ ہی اسلام کی روز فزوں ترقی، ترویج اور اشاعت پر انہیں کڑھنا پڑتا۔ سب مل کر ایک آیت بنا کر شروع دن سے ہی اس مشن کو ختم کر دیتے لیکن وہ اسلام کو ختم کرنے کے لیے لاکھوں درہم دینار خرچ کرتے رہے، بیٹے ماؤں سے جدا ہوتے رہے، کبھی جنگ بدر و اُحد تو کبھی خندق میں سفر کی کلفتوں اور مشقتوں اور بھوک و پیاس کی تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے لیکن اس قرآن کی ایک آیت کی مثل بنانے سے عاجز رہے۔ ان کا اس قرآن کی عظمتوں کے سامنے سکوت و جمود اس بات کی بیّن دلیل و برہان ہے کہ یہ قرآن اللہ جل مجدہ کا سچا اور لاریب کلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے اس چیلنج کو چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور عالم کفر کی اسلام کے خلاف سرگرمیاں بھی دن بدن پھیلتی جا رہی ہیں۔ مستشرقین، اسلام اور تعلیماتِ اسلام کے استیصال و بیخ کنی کے لیے لاکھوں کروڑوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں اور عربی زبان کے تمام علوم و فنون اور قواعد و اصول بھی مدون و منضبط ہو

Marfat.com

چکے ہیں، لیکن اس کے باوجود کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ کوئی اس قرآن کی مثل کتاب لے کر آئے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی اس کی مثل ونظیر نہیں لا سکے گا، جو اس کتاب کے ابدی، سرمدی، لاریب اور من جانب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل وبراہین ومعجزات وکمالات میں سے اقوی اور اعلیٰ ہونے کی دلیل ہے۔

قرآن مجید کے معجزہ ہونے پر چند دوسری وجوہات بھی ہیں:

(۱) پہلی وجہ تو یہی ہے کہ تمام دنیا کے بلغاء اور فصحاء اس کتاب کی فصاحت، بلاغت اور اس کے اسلوبِ بیان، حسن نظم اور اثر پذیری کے سامنے عاجز، درماندہ اور بے بس ہیں، جو اس کتاب لافانی کے معجز ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

امام اہل سنت عرض کرتے ہیں:

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے — فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں — نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں
میں نثار تیرے کلام پر — ملی یوں تو کس کو زبان نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو — وہ بیان ہے جس کا بیان نہیں

(۲) پوری دنیا میں جتنی قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، اتنی کسی اور کتاب کی تلاوت نہیں کی جاتی۔

(۳) اسی طرح پوری دنیا میں جتنی قرآن کی کتابت، طباعت اور اشاعت ہوتی ہے، اتنی کسی اور کتاب کی نہیں ہوتی۔

(۴) پوری دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جو من وعن، لفظ بلفظ کسی کو یاد ہو، لیکن قرآن مجید ایسی عظیم کتاب ہے کہ بچوں کو بھی حفظ ہو جاتی ہے۔ قرآن میں ارشاد فرمایا:

''وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ O'' (القمر:۱۷)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا ہے، تو ہے کوئی یاد کرنے والا O''

(۵) پوری دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں تغیر وتبدل نہ ہوا ہو، یہاں تک کہ سابقہ کتب آسمانی بھی تحریف سے محفوظ نہیں، اس پوری کائنات میں صرف قرآن ہی ایسی کتاب ہے کہ چودہ سو سال سے اس کتاب کے لفظ تو کجا حرف بلکہ زیر زبر کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ O'' (الحجر:۹)

(ترجمہ:) ''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں O''

پوری دنیا میں اس کتاب کی جتنی کفار نے مخالفت کی ہے، اتنی کسی اور کتاب کی نہیں کی گئی، اس کے باوجود اس کتابِ عظیم کا تحریف، تبدیلی اور تغیر سے محفوظ رہنا، اس بات پر دلیل ہے کہ اس کی حفاظت کا الوہی انتظام ہے۔

(۶) دنیا میں جس قدر کتب ہیں وہ خاص کسی ایک موضوع، فن سے یا دو چار موضوعات سے بحث کرتی ہیں لیکن قرآن مجید،

Marfat.com

فرقانِ حمید، ہر علم کا منبع، ہر حکمت کا مخزن، اسرار و رموز اور حقائق و دقائق کا مصدر و مآخذ ہے۔ دنیا کا کوئی ایسا علم نافع نہیں جس کا چشمہ قرآن سے نہ نکلتا ہو۔ اگر کوئی صرفی ہے تو وہ صرف کے قوانین، قرآن سے اخذ کرتا ہے، نحوی ہے تو نحو کے اصولی ہے تو اصولِ فقہ و تفسیر کے قوانین اخذ کرتا ہے۔ معیشت، معاشرت، تمدن و تہذیب غرضیکہ علم اخلاق، علم حکمت، علم تصوف، علم شریعت، علم احکام، علم عقائد اور کائنات کے اسرار و رموز اسی کتاب سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ اس کتاب کی یہ جامعیت، ہمہ گیریت اور کلیت اس کے معجز ہونے اور لاریب کتاب ہونے پر صریح برھان ہے۔

(۷) دنیا میں موجود کسی بھی کتاب نے انسانی اخلاق اور رویہ پر اتنا گہرا اثر نہیں ڈالا جتنا انسانی کردار، انسانی اخلاق و رویہ پر قرآن نے گہرا اثر ڈالا ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے ایک عالمگیر انقلاب بپا کیا اور اسفل السافلین کی پستی میں گری ہوئی انسانیت کو اعلیٰ علیین کے بلند و بالا مقام تک اور بہیمیت کی پستی میں گری ہوئی انسانیت کو رشک ملائکہ کے مقام تک پہنچایا۔ چوروں، لٹیروں کو عصمتوں کا محافظ، بت پرستوں کو خدا پرست، اور سفلی کردار و رویہ کے حامل افراد کو اعلیٰ ترین اخلاق اور کردار تک فائز المرام کیا۔ اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن شرح صدر اور ذوق کے جلا کے لیے صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن کی تعلیمات کی اثر انگیزی کتنی ہے؟

''امریکہ میں بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں شراب نوشی کے خلاف ایک عظیم مہم چلائی گئی۔ امریکہ کی اینٹی سیلون لیگ نے تحریروں، تقریروں اور تصویروں کے ذریعے بڑے وسیع پیمانے پر شراب کے نقصانات امریکی قوم کے ذہن نشین کرانے شروع کیے۔ اس سلسلے میں بے دریغ روپیہ صرف کیا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۲۵ء تک اس مہم پر ساڑھے چھ کروڑ ڈالر خرچ کیے گئے اور اس اُم الخبائث کے خلاف جو تحریریں شائع کی گئیں، وہ تقریباً ۹ ارب صفحات پر مشتمل تھیں۔

۱۹۲۰ء میں امریکی حکومت بھی باقاعدہ طور پر اس مہم میں شریک ہوگئی اور پورے ملک میں قانون تحریم شراب نافذ کر دیا گیا، یہ قانون دسمبر ۱۹۳۳ء تک نافذ رہا۔ امریکی محکمہ عدل کے اعداد و شمار کے مطابق اس قانون کی تنفیذ کے سلسلے میں ۲۰۰ آدمی ہلاک ہوئے۔ پانچ لاکھ افراد کو قید کیا گیا، ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ کے جرمانے کیے گئے۔ چالیس کروڑ چالیس لاکھ پونڈ کی مالیت کی جائیدادیں ضبط کی گئیں اور قومی خزانے سے اس قانون کی تنفیذ پر ۴۵ کروڑ پونڈ کے لگ بھگ اخراجات کیے گئے۔ محض قانون کے بل بوتے پر معاشرہ کی اخلاقی اصلاح کی شاید دنیا میں یہ سب سے بڑی کوشش تھی جس میں قانونی جبر کو پوری قوت سے بروئے کار لایا گیا مگر نتیجہ اُلٹا نکلا۔ شرابیوں کی تعداد پہلے کی نسبت دس گنا بڑھ گئی۔ خفیہ بھٹیوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ آخر امریکی حکومت نے گھٹنے ٹیک دیئے اور دسمبر ۱۹۳۳ء میں قانون تحریم شراب ختم کر دیا گیا۔

اب سنئے قرآن کی تاثیر، اثر پذیری اور اصلاح احوال کا حال، عہد رسالت کے ابتدائی سالوں میں شراب حرام نہ تھی،

Marfat.com

اس لیے مسلمان بھی شراب پیتے تھے لیکن جب تحریم شراب کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا:

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ ج فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ○ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ج فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ○'' (المائدہ:۹۲تا۹۰)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! شراب' جوا اور پانسے گندا شیطان کا کام ہے' اس سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ ○ شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے' تو کیا تم باز آؤ گے (یا نہیں) ○ اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باز آ جاؤ' اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صاف اور واضح حکم پہنچا دینا ہی ہے ○''

شراب کی حرمت پر قرآن کی فقط یہی تین آیات نازل ہوئیں کہ یکا یک وہ لوگ جن کی گھٹی ہی شراب تھی اور شراب ان کے بدن میں رچ بس چکی تھی' ان کی طاعت شعاری کی یہ کیفیت تھی کہ جس کو بھی اس کی اطلاع ہوئی' اس نے بے چون و چرا سر تسلیم خم کر دیا' شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور مے نوشی کی محفلیں ختم کر دی گئیں۔ حضرت انس اپنے سوتیلے والد کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

''انی لقائم واسقی ابا طلحة وفلانا وفلانا اذ جاء رجل فقال وهل بلغكم الخبر فقالوا وما ذلك قال حرمت الخمر قالوا هرق هذه القلال يا انس قال فما سالوا عنها ولا راجعوها''.

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر جلد۲ صفحہ۶۶۴)

(ترجمہ:) ''میں اپنے سوتیلے باپ ابوطلحہ اور فلاں فلاں شخص کو کھڑا شراب پلا رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: کیا تمہیں خبر پہنچی؟ انہوں نے کہا: کیا؟ اس نے کہا: شراب حرام ہو گئی ہے' یہ سنتے ہی انہوں نے کہا: اے انس! شراب کے مٹکے زمین پر اُلٹ دو' پھر انہوں نے نہ اس کے متعلق مکرر سوال کیا اور نہ دوبارہ ادھر رجوع کیا''۔

اس مثال سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی تاثیر کتنی عظیم ہے اور اخلاقی اصلاح میں کتنا مؤثر مقام رکھتی ہیں۔ اور یہ بات قرآن کے معجزہ' لاریب اور من جانب اللہ ہونے کی صریح برہان ہے۔

اس ضمن میں آخری نکتہ یہ ذہن نشین فرمالیں کہ قرآن مجید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف ایک معجزہ نہیں بلکہ اس ایک معجزہ میں ہزارہا معجزات ہیں اور وہ اس طرح کہ قرآن مجید کی ۶۶۶۶ آیات ہیں اور ہر آیت تین اعتبار سے معجزہ ہے

(۱) اس آیت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ O'' (الحجر:۹)

(ترجمہ:) ''ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں O''

(۲) قرآن کی آیات میں کمی نہیں کی جاسکتی۔

(۳) قرآن کی آیات میں زیادتی نہیں کی جاسکتی۔

ارشادِ ربانی ہے:

''لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ'' ۔ (فصلت:۴۲)

(ترجمہ:) ''باطل نہ اس قرآن کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے''۔

سو ہر آیت جب تین اعتبار سے معجزہ ہے اور ۳ کو ۶۶۶۶ سے ضرب دیں تو یہ تقریباً ۲۰۰۰۰ معجزات بنتے ہیں' سو سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہ نے حسّی معجزات سے نوازا اور وہ ختم ہو گئے لیکن اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسّی معجزات کے ساتھ تقریباً ۲۰۰۰۰ عقلی معجزات سے نوازا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ معجزات تا قیامت تابندہ و درخشندہ رہیں گے۔

اب قرآن کی یہ آیت پڑھیں:

''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' ۔ (النساء:۱۷۴)

(ترجمہ:) ''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برھان آ چکی ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسّی معجزات

سطورِ سابقہ میں یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خارجی معجزات کی دو قسمیں ہیں: عقلی معجزات اور حسّی معجزات۔ عقلی معجزات کی تفصیل بھی گزر چکی ہے اور اب حسّی معجزات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ حق یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسّی معجزات' کمالات اور براہین اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا احصاء اور احاطہ ممکن نہیں۔ کتب احادیث اور کتب سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات سے مملوء ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان تمام معجزات کو یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا' تبرک و تیمن کے لیے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند عظیم معجزات ملاحظہ فرمائیں:

معجزہ شق القمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے ایک عظیم' باہر اور ساطع معجزہ شق القمر کا معجزہ ہے' چاند جیسے کبیر جسم کا فقط اشارۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دولخت ہو جانا پھر مل جانا ایک ایسا عظیم کمال ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں اس کی مثیل و نظیر نہیں ملتی۔ اس معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اور اس کی تفصیل بہت سی احادیث میں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ جل

Marfat.com

مجدہ نے ارشاد فرمایا:

''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ O وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ O''(القمر:۲۔۱)

(ترجمہ:) ''قیامت قریب آ چکی اور چاند شق ہو گیا O اور اگر کفار کوئی نشانی دیکھیں تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو جادو ہے چلا آتا O''

اور حدیث پاک میں ہے: امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد اور دیگر محدثین نے روایت کیا:

''عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالٰی عنه، ان اهل مكة سالوا رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یریهم آیة، فاراهم انشقاق القمر مرتین''۔

(صحیح بخاری، کتاب: المناقب، باب: سوال المشرکین ان یریھم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٰیۃ، رقم الحدیث:۳۴۳۷) (صحیح مسلم، کتاب: صفات المنافقین واحکامھم، باب: انشقاق القمر، رقم الحدیث:۲۸۰۰) (سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: من سورۃ القمر، رقم الحدیث:۳۲۸۵) (سنن نسائی الکبریٰ رقم الحدیث:۱۵۵۲، مسند احمد رقم الحدیث:۳۵۸۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۴۹۵، المستدرک: ۳۷۸۵، مسند البزار:۱۸۰۱، مسند ابویعلیٰ: ۲۹۲۹، المعجم الکبیر:۱۵۵۹، مسند الطیالسی:۲۸۰)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں دو مرتبہ چاند کے ٹکڑے کر کے دکھائے''۔

دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

''عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه، قال: انشق القمر علٰی عهد رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلقتین، فسترا الجبل فلقة وكانت فلقة فوق الجبل، فقال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اللّٰهم اشهد''۔

(صحیح بخاری، کتاب: التفسیر، باب: وانشق القمر، رقم الحدیث:۴۵۸۳۔۴۵۸۷)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ، حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں پیش آیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے چھپ گیا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! تو گواہ رہنا''۔

معجزہ ردِّ شمس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ ''ردِّ شمس'' کا معجزہ ہے۔ اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

''عن اسماء بنت عمیس رضی اللّٰه تعالٰی عنها، قالت: كان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوحٰی الیه وراسه فی حجر علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه فلم یصل العصر حتٰی غربت الشمس فقال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللّٰهم ان علیا كان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس قالت اسماء رضی اللّٰه تعالٰی

Marfat.com

عنها فرایتها غربت ورایتها طلعت بعد ما غربت''۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث:۳۹۰' مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۲۹۷' میزان الاعتدال جلد۵ صفحہ۲۰۵' مشکل الآثار للامام الطحاوی جلد۲ صفحہ۹)

(الشفا صفحہ۱۷۶' رقم الحدیث:۶۸۴) (فتح الباری جلد۶ صفحہ۲۲۲' البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد۶ صفحہ۸۳' الخصائص الکبریٰ جلد۲ صفحہ۱۳۷)

(ترجمہ:) ''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھا' وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج لوٹا دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: میں نے اسے غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوتے ہوئے بھی دیکھا''۔

امام اجل' امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث کے متعلق رقم طراز ہیں:

''ھذا الحدیث ثابت ورواته ثقات' وحکی الطحاوی ان احمد بن صالح کان یقول: لا ینبغی لمن کان سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسمآء' لانه من اجل علامات النبوة''۔

(الشفا صفحہ۱۷۷' دار ابن حزم' بیروت)

(ترجمہ:) ''یہ حدیث ثابت ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں' اور امام طحاوی نے حکایت کیا کہ احمد بن صالح نے فرمایا: جو علم کا طالب ہے اسے حضرت اسماء کی حدیث حفظ کرنے سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے کیونکہ یہ حدیث علاماتِ نبوت میں سے ایک عظیم و جلیل علامت ہے''۔

تکثیر طعام کے چند معجزات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل اور عظیم معجزات و کمالات میں سے ایک معجزہ اور کمال یہ ہے کہ بیشتر مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور آپ کے لعابِ دہن کی برکت سے قلیل کھانا کثیر ہو جاتا یہاں تک کہ تین چار آدمیوں کا طعام سینکڑوں ہزاروں میں پورا ہو جاتا' مگر کھانے میں پھر بھی کمی نہ ہوتی۔ ان تمام واقعات کا یہاں استیعاب مقصود نہیں' چند واقعات مستند کتب کے حوالہ جات سے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے آپ فرماتے تھے کہ اس اللہ عزوجل کی قسم جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں! میں بھوک کی وجہ سے اپنا جگر زمین پر رکھ دیتا اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک دن میں اس راستے میں بیٹھ گیا جس راستے سے لوگ نکلتے تھے' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے' میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق پوچھا اور میں نے صرف اس لیے پوچھا تا کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ پس وہ گزر گئے اور انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق سوال کیا اور میں نے صرف اس لیے سوال کیا تھا تا کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں' لیکن وہ بھی گزر گئے اور انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر میرے پاس سے ابوالقاسم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تو تبسم کناں ہو گئے اور آپ نے میرے دل کی بات جان لی اور میرے چہرے کی کیفیت دیکھ کر پہچان گئے۔ پھر فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں حاضر ہوں' فرمایا: آؤ! تو میں سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے چلنے لگا۔ آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوئے' اجازت لی اور مجھے اجازت عطا فرمائی' پس جب سرکار داخل ہوئے تو آپ نے ایک دودھ کا پیالہ پایا' فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر والوں نے عرض کی کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا ہے۔ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں' فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلا کر لے آؤ۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ' مسلمانوں کے مہمان تھے' ان کا کوئی گھر بار نہیں تھا اور نہ ہی ان کے پاس مال تھا اور جب سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں صدقہ بھیجا جاتا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں سے کچھ تناول نہ فرماتے اور وہ صدقہ اہل صفہ کی طرف بھیج دیتے اور جب کبھی ہدیہ پیش خدمت کیا جاتا تو خود بھی تناول فرماتے اور ان کی طرف بھیج کر انہیں بھی اس ہدیہ میں شریک فرماتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھ پر بڑی بھاری گزری اور میں نے (دل میں) کہا: اس دودھ کے پیالے کے ساتھ اہل صفہ کا کیا بنے گا اور میں اس بات کا زیادہ حق دار تھا کہ مجھے یہ دودھ پینے کو دیا جاتا کہ میں اس سے قوت حاصل کرتا' لیکن اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ پس میں ان کے پاس گیا اور ان کو دعوت دی جس کو انہوں نے قبول کیا' وہ آئے اور انہوں نے اجازت طلب کی تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی تو وہ کاشانۂ اقدس میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں حاضر ہوں! آپ نے فرمایا: یہ پیالہ پکڑو اور ان کو پلاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے پیالہ پکڑا اور میں ایک مرد کو دودھ پلاتا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو جاتا' پھر وہ پیالہ مجھے لوٹاتا تو میں اور مرد کو دے دیتا وہ پیتا' یہاں تک کہ وہ سیراب ہو جاتا پھر وہ مجھے پیالہ لوٹاتا پھر اور مرد پیتا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو جاتا' پھر وہ مجھے لوٹا دیتا یہاں تک کہ ساری قوم سیراب ہو گئی اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیالہ پکڑا اور دست انور پر رکھا' پھر میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا: اے اابو ہریرہ! میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں حاضر ہو! فرمایا: اب میں رہ گیا ہوں اور تم۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے فرمایا: بیٹھو اور پیو' پس میں بیٹھا اور میں نے پیا۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیو! پس میں نے پیا' پھر

Marfat.com

برابر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے رہے: پیو! یہاں تک کہ میں نے عرض کی: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اب دودھ کا کوئی رستہ مجھ میں باقی نہیں۔ فرمایا: پھر مجھے دو! پس میں نے وہ پیالہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی حمد کی اور اس کا نام لیا اور باقی ماندہ دودھ نوش فرمالیا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الرقاق' باب: کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ' رقم الحدیث: ۶۴۵۲' وفی کتاب: الاطعمۃ' باب: قول اللہ تعالیٰ کلوا من طیبت ما رزقناکم' رقم الحدیث: ۵۳۷۵' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: القیامۃ والرقائق' باب: ۳۶' رقم الحدیث: ۲۴۷۷' دارالمعرفۃ' بیروت) (صحیح ابن حبان: ۶۳۳۹' المستدرک جلد ۳ صفحہ ۵۵۲' رقم الحدیث: ۴۳۴۸) (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸۸۱' رقم الحدیث: ۱۰۹۶۴' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۰۱' حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۳۳۸)

(۲) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز میں نقاہت محسوس کی ہے' لگتا ہے کہ آپ کو بھوک لگی ہے' کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے جَو کی کچھ روٹیاں نکال کر ان کو اپنے دوپٹہ میں لپیٹا اور ان کو میرے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا اور کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر ڈال دیا' پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں وہ روٹیاں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہیں' میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: چلو! حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام چل پڑے اور میں ان کے آگے آگے چل پڑا' حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوطلحہ کے پاس جا کر ان کو یہ خبر دی۔ حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے اُم سلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب لوگوں کو لے کر آ گئے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے کہ ان کو کھلا سکیں' انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوطلحہ نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ آئے حتیٰ کہ وہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُم سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔ وہ جا کر ان روٹیوں کو لے آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا' سو ان کو توڑا گیا' حضرت اُم سلیم کے پاس گھی کا ایک کپہ تھا' وہ انہوں نے ان روٹیوں پر نچوڑ دیا' وہ سالن کے قائم مقام ہو گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دعائیہ کلمات پڑھے اور جو اللہ عزوجل نے چاہا وہ پڑھتے رہے' پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو۔ سو انہوں نے دس آدمیوں کو اجازت دی' انہوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے' پھر وہ گئے' پھر فرمایا: دس آدمیوں کو اجازت دو (یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا) حتیٰ کہ

Marfat.com

پوری قوم کھا کر سیر ہوگئی اور ان کی کل تعداد ستّر یا اسّی تھی''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۷۸' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۴۲۲۔۵۳۸۱۔۵۴۵۰۔۶۶۸۸) (صحیح مسلم' کتاب: الاطعمۃ' رقم الحدیث:۵۲۸۴) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی آیات اثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وماخصہ اللہ عزوجل بہ' رقم الحدیث:۳۶۳۰' دارالمعرفۃ' بیروت) (مؤطا امام مالک' کتاب: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۱۷۷۱) (صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۵۳۴' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۹۰۸)

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شدید بھوک کے آثار دیکھے (کیونکہ آپ کے بطن اقدس پر پتھر بندھے تھے) اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شدید بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔ اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں چار کلو جَو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی' میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا' وہ بھی میرے ساتھ ساتھ فارغ ہوگئی' میں نے بکری کا گوشت کاٹ کاٹ کر دیگچی میں ڈالا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جانے لگا تو میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں آپ کے پاس پہنچا اور آپ سے سرگوشی میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع (چار کلوگرام) جَو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے' آپ چند ساتھیوں کو لے کر ہمارے پاس تشریف لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے! سو تم لوگ چلو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک میں نہ آؤں تم ہانڈی اُتارنا نہ روٹی پکانا۔ پھر میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لائے' میں اپنی بیوی کے پاس گیا' اس نے کہا: تمہاری رسوائی ہوگی۔ میں نے کہا: میں نے وہی کہا ہے جو تم نے مجھ کہا تھا' پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں لعابِ دہن ڈال دیا اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: ایک اور روٹی پکانے والی کو بلالو جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے' دیگچی میں سے سالن نکالنا لیکن اس کو نیچے نہ اُتارنا۔ اس موقع پر ایک ہزار صحابہ تھے' اللہ ذوالمجد والعلیٰ کی قسم! ان سب نے کھانا کھایا اور بچا دیا اور جس وقت وہ واپس گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اس کی اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المغازی' باب: غزوۃ الخندق' رقم الحدیث:۴۱۰۱۔۴۱۰۴' وفی کتاب: الجہاد والسیر' باب: من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ' رقم الحدیث:۳۰۷۰' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الاشربۃ' باب: جواز استتباعۃ غیر الی دار من یثق برضا ذالک' رقم الحدیث:۵۳۱۵' دارالکتاب العربی) (مسند احمد جلد۳ صفحہ ۳۷۷' مشکوٰۃ المصابیح:۵۸۷۷)

(٤) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُم مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کپی میں گھی

Marfat.com

بھیجا کرتی تھیں' ان کے بیٹے آ کر ان سے سالن مانگتے' ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی تھی' تو جس کپی میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گھی بھیجتی تھیں' اس میں ان کو گھی مل جاتا' ان کے گھر میں سالن کا مسئلہ اس طرح حل ہوتا رہا' حتیٰ کہ انہوں نے ایک دن کپی کو نچوڑ لیا' پھر وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں' آپ نے فرمایا: تم نے کپی کو نچوڑ لیا؟ انہوں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا: اگر تم اس کو اس طرح رہنے دیتیں تو اس سے (گھی) اسی طرح ملتا رہتا''۔ (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۵۹۴۵' دار الکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۵۰' رقم الحدیث: ۱۵۰۴۱' مشکوٰۃ المصابیح: ۵۹۰۷)

(۵) ''عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یستطعمہ' فاطعمہ شطر وسق شعیر' فما زال الرجل یاکل منہ وامراتہ وضیفھما' حتی کالہ' فاتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: لو لم تکلہ لاکلتم منہ ولقام لکم''۔ (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۵۹۴۶' دار الکتاب العربی' بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح' باب: المعجزات' رقم الحدیث: ۵۹۴۱)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر کچھ کھانا طلب کیا' آپ نے اس کو نصف وسق (ایک سو بیس کلو) جو دے دیئے' وہ شخص اس کی بیوی اور ان کے مہمان وہ جو کھاتے رہے' یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے ان کو ماپ لیا' پھر وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر تم اس کو نہ ماپتے تو تم وہ کھاتے رہتے اور وہ جو یونہی باقی رہتے''۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں چند کھجوروں کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ان کھجوروں میں برکت کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ کھجوریں لی اور میرے لیے ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا: انہیں پکڑو اور ان کو اپنے توشہ دان میں رکھو' جب تم چاہو کہ اس میں سے کچھ لو تو اپنا ہاتھ ڈال کر اس میں سے نکال لیا کرو لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس میں سے اتنی اور اتنی کھجوریں' اللہ عزوجل کے راستہ میں دیں (وسق' ۶۰ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً ۴ کلو کا تو ایک وسق ۲۴۰ کلو کا ہوتا ہے) پس ہم بھی اس میں سے کھاتے اور لوگوں کو بھی کھلاتے اور وہ توشہ دان میرے پہلو سے بندھا رہتا یہاں تک کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو وہ توشہ دان مجھ سے منقطع ہو گیا (بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۰۰ وسق یعنی ۴۸۰۰۰ کلو کھجوریں اس سے نکالیں)''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: مناقب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث: ۳۸۳۹' دار المعرفۃ' بیروت) (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۵۲' صحیح ابن حبان: ۶۵۳۲)

Marfat.com

(۷) امام مسلم اور امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

''حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی تھی' صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھالیں اور چربی کا تیل بنالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی' اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی' البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوالیں اور اس پر برکت کی دعا کریں' اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے! اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا' پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا' کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جَو' کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آ رہا تھا' یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں' چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا' وہ شخص جنتی ہوگا''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: الدلیل علیٰ ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا' رقم الحدیث:۲۷) (مسند احمد جلد۵ صفحہ۳۰' رقم الحدیث:۱۱۳۷۸) صحیح ابن حبان:۶۵۳۰' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۹۱۲)

(۸) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا' پھر اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور میری والدہ اُم سلیم نے حیس (فالودہ) تیار کیا اور ایک برتن میں رکھا اور فرمایا: اے انس! اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر جاؤ اور عرض کرو کہ یہ میری والدہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یارسول اللہ! یہ آپ کیلئے ہماری طرف سے بہت تھوڑا سا ہدیہ ہے (اسے قبول فرمائیں)۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں وہ فالودہ لے کر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میری والدہ آپ کو سلام پیش کرتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ یہ آپ کیلئے ہماری طرف سے قلیل سا ہدیہ ہے۔ فرمایا: رکھ دو! پھر فرمایا: فلاں اور فلاں اور فلاں اور جس کو تُو ملے اس کو میرے پاس بلاؤ اور مردوں کے نام بھی ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جس کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نام لیا' میں نے اس کو بھی بلایا اور جس کو میں ملا اس کو بھی بلایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ تمہاری تعداد کتنی تھی؟ فرمایا: ۱۳۰۰' افراد تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے (یعنی حضرت انس سے) فرمایا: اے انس!

Marfat.com

وہ برتن لاؤ! پھر صحابہ خدمت میں حاضر ہوئے یہاں تک کہ حجرۂ مبارک اور صفہ بھر گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس دس کے حلقے بنالو اور ہر انسان اپنے آگے سے کھائے۔ راوی کہتے ہیں: پس انہوں نے کھایا یہاں تک کہ پر ہو گئے' پھر وہ گروہ چلا گیا اور دوسرا گروہ داخل ہوا' یہاں تک کہ تمام لوگوں نے اس میں سے کھالیا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے انس! اسے اُٹھالو۔ حضرت انس فرماتے ہیں: میں نے اسے اُٹھایا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ رکھتے وقت فالودہ زیادہ تھا یا اُٹھاتے وقت فالودہ زیادہ تھا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: النکاح' باب: الھدیۃ للعروس' رقم الحدیث:۵۱۶۳) (صحیح مسلم' کتاب: النکاح' باب: زواج زینب بنت جحش' رقم الحدیث:۳۴۹۳) (سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: ومن سورۃ الاحزاب' رقم الحدیث:۳۲۱۸) (سنن النسائی' کتاب: النکاح' باب: الھدیۃ لمن عرس' رقم الحدیث:۳۳۸۷)

(۹) ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت (حضرت جابر کے والد) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی کہ آپ میرے قرض خواہوں سے میرے قرض میں کمی کرائیں' تب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے میرے قرض میں کمی طلب کی' وہ نہیں مانے' پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! ہر قسم کی کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگا دو' عجوہ کا الگ ڈھیر لگاؤ اور عذیق زید کا الگ ڈھیر ہو' پھر مجھے اطلاع دو' سو میں نے اس طرح کیا' پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا' آپ کھجوروں کے سب سے بلند ڈھیر اور متوسط ڈھیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اب تم قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دیتے رہو' پس میں ان کو ناپ ناپ کر دیتا رہا حتیٰ کہ میں نے ان کا پورا قرض ادا کر دیا اور وہ تمام کھجوریں اسی طرح باقی رہیں' گویا کہ ان میں سے کچھ بھی کم نہ ہوئی تھیں''۔

(صحیح بخاری' کتاب: البیوع' باب: الکیل علی البائع والمعطی' رقم الحدیث:۲۱۲۷' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف البخاری: ۲۳۹۵_۲۳۹۶_۲۴۰۵_۲۶۰۱_۲۷۰۹_۲۷۸۱_۳۵۸۰_۴۰۵۳_۶۲۵۰) (سنن النسائی' کتاب: الوصایا' باب: قضاء الدین قبل المیراث' رقم الحدیث:۳۶۳۶_۳۶۳۷_۳۶۳۸_۳۶۳۹' دارالفکر' بیروت) (سنن ابوداؤد' کتاب: الوصایا' باب: ما جاء فی الرجل یموت وعلیہ دین' رقم الحدیث:۲۸۸۳' دارالسلام' ریاض) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الصدقات' باب: اداء الدین لمن المیت' رقم الحدیث:۲۴۳۴' دارالسلام' ریاض)

تکثیر ماء کے چند معجزات

تکثیر طعام کی طرح اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکثیر ماء کا بھی عظیم الشان معجزہ اور کمال عطا فرمایا' قلیل پانی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور لعابِ دہن کی برکت سے کثیر ہو جاتا اور کئی مواقع پر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشت ہائے مبارک سے پانی اس قدر فراوانی سے نکلتا کہ ہزاروں پیاسوں کی پیاس و تشنگی بجھا دیتا لیکن پھر بھی بحر کرم کے طلاطم میں کمی نہ آتی۔ یہ وہ معجزہ اور کمال ہے جس کی نظیر' مثل اور شبیہ سابقہ جملہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں نہیں ملتی۔ ایمان و عشق کی

Marfat.com

جلا اور افروز محبت کے لیے چند وجد آور' ایمان افروز واقعات مستند کتب احادیث کے حوالہ سے مطالعہ فرمائیں:

(۱) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل تھی' آپ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام آپ کے اردگرد آ گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی: ہمارے پاس نہ وضو کا پانی ہے نہ پینے کا' صرف یہی پانی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ پس کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست اقدس اس چھاگل میں رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح اُبلنے لگا۔ پس ہم نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ آپ کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا لیکن ہم پندرہ سو تھے''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۷۶' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۴۱۵۲_۴۱۵۳_۴۱۵۴_۴۸۴۰_۵۶۳۹) (سنن النسائی' کتاب: الطہارۃ' باب: الوضوء من الاناء' رقم الحدیث:۷۷' دارالفکر' بیروت) (مسند احمد:۱۴۵۶۲' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۵' صحیح ابن حبان:۶۵۴۲' سنن دارمی:۲۷' مسند ابویعلیٰ:۲۱۰۷)

(۲) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا' پس لوگوں نے وضو کے لیے پانی کو طلب کیا تو ان کو پانی نہ ملا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس برتن میں ایک پانی لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں دست مبارک رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن کے پانی سے وضو کریں۔ حضرت انس نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی اُبل رہا تھا حتیٰ کہ تمام لوگوں نے وضو کر لیا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الوضوء' باب: التماس الوضوء اذا حانت الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۱۶۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۱۹۵_۲۰۰_۳۵۷۲_۳۵۷۳_۳۵۷۴_۳۵۷۵) (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۵۹۴۲) (سنن النسائی' کتاب: الطہارۃ' باب: الوضوء من الاناء' رقم الحدیث:۶۷' دارالفکر' بیروت) (صحیح ابن حبان:۶۵۳۹' مسند احمد:۱۲۳۴۸' موطا امام مالک جلد ۱ صفحہ ۳۲)

(۳) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہم آیات و معجزات کو برکت شمار کرتے ہیں اور تم اس کو ڈراوا شمار کرتے ہو' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ پانی کم ہو گیا۔ فرمایا: باقی ماندہ پانی تلاش کرو' پس وہ ایک برتن لے کر آئے' جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک کو برتن میں ڈالا' پھر فرمایا: آؤ برکت والے پاک پانی کی طرف اور برکت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا اور تحقیق جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانا تناول فرماتے تو ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۷۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی آیات اثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما قد خصہ اللہ عزوجل بہ' رقم الحدیث:۳۶۳۳' دارالمعرفۃ' بیروت) (سنن النسائی' کتاب: الطہارۃ' باب: الوضوء فی الاناء' رقم الحدیث:۷۷' دارالفکر' بیروت) (مسند احمد جلد۲ صفحہ۶۹۶' رقم الحدیث:۴۴۸۱) (سنن دارمی' المقدمۃ' رقم الحدیث:۲۹۔۳۰) (صحیح ابن حبان:۶۵۴۰' مشکاۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۹۱۰)

(٤) ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چودہ سو یا اس سے زائد افراد تھے۔ پس وہ ایک کنویں پر اترے اور اس کا سارا پانی نکال لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور پانی ختم ہونے کی شکایت کی)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنویں پر تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر بیٹھے' فرمایا: میرے پاس پانی کا ایک ڈول لاؤ' پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پانی کا ایک ڈول پیش کیا گیا تو آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعابِ اقدس اس میں ڈالا اور دعا فرمائی' پھر فرمایا: اس کنویں کو کچھ دیر چھوڑ دو (پھر اس سے اتنا کثیر پانی نکلا) کہ تمام صحابہ نے اپنے آپ کو اور اپنی سواریوں کو سیراب کرلیا' یہاں تک کہ وہ وہاں سے کوچ کر گئے''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المغازی' باب: غزوۃ الحدیبیۃ' رقم الحدیث:۴۱۵۰۔۴۱۵۱' وفی کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۷۷' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد۴ صفحہ۲۹۰' مشکوۃ المصابیح:۵۸۸۳)

(٥) ''حضرت عمران سے روایت ہے' آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر پر روانہ ہوئے اور لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی' آپ سواری سے اترے اور آپ نے فلاں کو بلایا' ابورجاء نے اس کا نام لیا تھا اور عوف بھول گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تم جاؤ اور پانی تلاش کرو' پس وہ دونوں گئے' ان کو ایک عورت ملی جس کے اونٹ پر پانی کی دو بڑی مشکیں تھیں۔ ان دونوں نے اس سے کہا: پانی کہاں ہے؟ اس عورت نے کہا: میں کل سے اس وقت تک اس پانی کی حفاظت کر رہی ہوں اور ہمارے گھر والے پیچھے ہیں' ان دونوں نے کہا: تب تم ہمارے ساتھ چلو' اس نے کہا: کہاں تک؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس' اس نے کہا: ان کے پاس جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنا دین بدل لیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں! وہی جن کا تُو ارادہ کر رہی ہے' پس روانہ ہو۔ پھر وہ اس کو لے کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو سارا واقعہ سنایا' پھر مسلمانوں نے اس عورت کو اس کے اونٹ سے اُتارا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتن منگایا اور ان بڑی مشکوں میں سے ایک کا منہ کھول کر برتن میں پانی انڈیلا' پھر ان مشکوں کا منہ باندھ دیا' پھر اس بڑی مشک کے نچلے حصہ کا

Marfat.com

منہ کھول دیا اور لوگوں میں اعلان فرما دیا کہ خوب پانی پیو اور پلاؤ' جس نے جتنا چاہا پیا اور جتنا چاہا پلایا اور آخر میں اس شخص کو برتن سے پانی دیا گیا' جو جنبی تھا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنے اوپر پانی بہاؤ۔ اور وہ عورت کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے اور اللہ عزوجل کی قسم! ان بڑی مشکوں سے پانی نکالا گیا اور ہمیں معلوم ہو رہا تھا کہ جب ان مشکوں سے پانی نکالنے کی ابتداء کی گئی تھی' ان میں اس سے بھی زیادہ پانی بھرا ہوا ہے۔ تب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے (کھانے کی چیزیں) جمع کرو' پھر اس کے لیے عجوہ کھجوریں' گندم' جَو اور ستو وغیرہ جمع کر کے ان کو ایک پوٹلی میں باندھ دیا گیا اور اس کو اونٹ پر سوار کر دیا گیا اور اس پوٹلی کو اس کے سامنے رکھ دیا گیا' آپ نے اس عورت سے فرمایا: تم جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کم نہیں کیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانی پلایا ہے۔ پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور وہ اتنی دیر ان سے غائب رہی تھی' اس کے گھر والوں نے کہا: اے فلانہ! تم اتنی دیر کہاں رہی ہو؟ اس نے کہا: بہت تعجب خیز بات ہے' مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے کر گئے جن کو دین بدلنے والا کہا جاتا ہے۔ اس عورت نے اس طرح اور اس طرح کہا اور اس نے اپنی درمیان والی انگلی اور شہادت والی انگلی سے زمین اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: وہ اس کے اور اس کے درمیان لوگوں میں سب سے بڑا (العیاذ باللہ تعالیٰ) جادوگر ہے یا پھر وہ ضرور اللہ کا برحق رسول ہے (لاریب فیہ)' اس کے بعد مسلمان اس کے اردگرد مشرکین پر حملہ کرتے رہے' لیکن اس بستی پر حملہ نہیں کرتے تھے جس میں عورت رہتی تھی' ایک دن اس عورت نے اپنے لوگوں سے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ مسلمان تم لوگوں کو دانستہ چھوڑ رہے ہیں' تو کیا تمہیں اسلام میں کوئی رغبت ہے' تو ان لوگوں نے اس عورت کی اطاعت کی اور اسلام میں داخل ہو گئے''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التیمم' باب: الصعید الطیب وضوء المسلم' رقم الحدیث:۳۴۴' وفی کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۷۱' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: المساجد' باب: قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ استحباب تعجیل قضائھا' رقم الحدیث:۱۵۶۳' دارالکتاب العربی' بیروت) (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۴ صفحہ۲۸۹۔۲۸۷' دلائل النبوۃ لابی نعیم:۳۲۰' مسند البزار:۳۵۸۴' صحیح ابن خزیمہ:۹۹۷' صحیح ابن حبان:۱۳۰۱' مصنف عبدالرزاق:۲۰۵۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۱۵۶' سنن دارمی:۴۳۷' المعجم الکبیر:۲۷۷' سنن بیہقی جلد۱ صفحہ۳۲' شرح السنۃ:۳۷۱۷' مسند ابوداؤد الطیالسی:۸۵۷)

(۶) ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کے سال نکلے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم کل ان شاء اللہ تعالیٰ تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور تم اس وقت پہنچو گے جب سورج خوب روشن ہو چکا ہوگا' پس جو تم میں سے اس کنویں کے پاس جائے تو وہ اس کے پانی سے کچھ نہ لے' یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ ہم وہاں پہنچے تو ہم سے پہلے دو مرد

Marfat.com

یہاں پہنچ چکے تھے اور چشمے میں اتنا پانی تھا جیسے جوتے کا تسمہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو مردوں سے پوچھا کہ کیا تم نے پانی سے کچھ لیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! تو آپ نے اس پر زجر و توبیخ فرمائی اور جو اللہ نے چاہا وہ آپ نے ان سے فرمایا۔ پھر صحابہ کرام نے اپنے چلوؤں کے ساتھ اس پانی کو تھوڑا تھوڑا جمع کیا یہاں تک کہ وہ کچھ جمع ہو گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پانی سے اپنے دست مبارک اور چہرۂ انور کو دھویا ور پھر وہ پانی اس میں لوٹا دیا' پس موسلا دھار پانی چشمے میں سے جاری ہو گیا یہاں تک کہ لوگوں نے اس سے پانی پیا۔ پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عنقریب اے معاذ! اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تُو دیکھے گا کہ یہ ساری جگہ باغات سے بھری ہو گی''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۵۹۴۸' دار الکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد ۹ صفحہ ۱۴۰' رقم الحدیث: ۲۲۷۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (صحیح ابن حبان: ۱۵۹۵) (مؤطا امام مالک' کتاب: قصر الصلوٰۃ فی السفر' باب: الجمع بین اللوتین فی الحضر والسفر' رقم الحدیث: ۳۳۴)

اشجار و احجار کے متعلق چند معجزات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم معجزات' براہین' آیات اور کمالات میں سے چند عظیم معجزات ایسے ہیں جو درختوں اور پہاڑوں سے متعلق ہیں۔ درختوں اور پتھروں کا سلام کرنا بلکہ سجدہ ریز تک ہونا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر درختوں اور پتھروں کا حاضر خدمت ہو جانا۔ ایک درخت استن حنانہ کا آپ کی محبت میں اور ہجر و فراق میں شدید گریہ و بکا اور آہ و فغاں کرنا' پھر اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سماعت کر کے اس کا جواب دینا' ایسے عظیم معجزات ہیں کہ کبھی کسی کان نے ان معجزات کے بارے میں سنا نہیں' کسی آنکھ نے ایسے معجزات دیکھے تک نہیں اور کسی دل میں ایسے معجزات کا خیال تک نہیں آیا۔

کتب معتمدہ مستندہ سے چند معجزات ملاحظہ فرمائیں اور رشک کریں اپنے مقدر پر کہ اللہ جل مجدہ نے کس قدر عظیم الشان نبی اور عظیم کمالات و معجزات کے حامل نبی کی اُمت میں ہمیں پیدا فرمایا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلك حمدًا كثيرًا طيبًا مبارگا فيه كما يحب ربنا ويرضٰى .

(۱) ''عن قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنه: ان انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه حدثهم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صعد احدا وابو بكر و عمر وعثمان فرجف بهم فقال: اثبت احد (وفی رواية: اسكن احد)' فانما عليك نبی وصديق وشهيدان'' .

(صحیح بخاری' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو كنت متخذا خليلا' رقم الحدیث: ۳۶۷۵) (سنن ابوداؤد' کتاب: السنۃ' باب: فی الخلفاء' رقم الحدیث: ۴۶۵۱' دار السلام' ریاض) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث: ۳۶۹۷) (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۳۵' مسند احمد: ۱۲۱۲۷' صحیح ابن حبان: ۶۸۶۵' مسند ابو یعلیٰ: ۲۹۶۴' حلیۃ الاولیاء جلد ۵ صفحہ ۲۵)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبل اُحد پر تشریف لے گئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے' اچانک پہاڑ ان کی وجہ سے جھومنے لگا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے اُحد! ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں''۔

(۲) ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب رؤسائے قریش کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوئے' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ہمراہ تھے' راستے میں جب وہ راہب کے پاس پہنچے تو ابوطالب اپنی سواری سے نیچے اتر آئے' باقی لوگوں نے بھی کجاوے کھول دیئے' راہب ان کی طرف نکلا حالانکہ اس سے پہلے وہ اسکے پاس سے گزرا کرتے تھے' لیکن وہ ان کے پاس نہیں آیا کرتا تھا اور نہ ہی ان کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ابھی کجاوے کھول ہی رہے تھے کہ وہ ان کے درمیان چلنے لگا یہاں تک کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست انور پکڑ کر کہا: یہ تمام جہانوں کا سردار ہے اور رب العالمین کا رسول ہے' وہ انہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ رؤسائے قریش نے اس سے پوچھا: تمہیں کس نے بتایا: اس نے کہا: جب تم لوگ عقبہ سے چلے تو تمام درخت اور پتھر ان کو سجدہ کر رہے تھے اور وہ صرف نبی کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی' امام حاکم' امام ابن ابی شیبہ اور امام بزار نے روایت کیا''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ما جاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۳۶۲۰) (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۷۳۳' مسند البزار: ۳۰۹۶' المستدرک: ۴۲۲۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۹)

(۳) ''عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: جاء اعرابی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: بم اعرف انك نبی؟ قال ان دعوت هذا العذق من هذه النخلة' اتشهد انی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فدعاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجعل ینزل من النخلة حتیٰ سقط الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال: ارجع' فعاد فاسلم الاعرابی''۔ (سنن الترمذی' کتاب: المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب: فی آیات اثبات نبوۃ النبی علیہ السلام' رقم الحدیث: ۳۶۲۸) (المستدرک: ۴۲۳۷' المعجم الکبیر: ۱۲۶۲۲' التاریخ الکبیر رقم الحدیث: ۶' مشکوٰۃ المصابیح: ۵۹۲۴)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک اعرابی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ مجھے کیسے علم ہوگا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس درخت پر لگے ہوئے گچھے کو بلاؤں تو کیا تُو گواہی دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے بلایا تو وہ درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ حضور نبی

Marfat.com

مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آ گرا' پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا: واپس چلے جاؤ! تو وہ واپس چلا گیا' اس اعرابی نے یہ دیکھ کر اسلام قبول کر لیا''۔

(٤) ''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' اسی دوران ایک دیہاتی آیا' جب وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: اپنے گھر جا رہا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے' صرف وہی مستحق عبادت ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ وہ دیہاتی بولا: آپ کی اس بات پر کون گواہی دے گا؟ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیکر کا یہ درخت۔ پھر حضور اقدس علیہ السلام نے اس درخت کو بلایا' وہ درخت وادی کے کنارے پر موجود تھا' وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تین مرتبہ گواہی مانگی اور اس نے تین مرتبہ اس بات کی گواہی دی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی۔ پھر وہ واپس اس جگہ پر چلا گیا جہاں وہ موجود تھا۔ وہ دیہاتی اپنی قوم میں واپس جاتے ہوئے بولا: اگر ان لوگوں نے میری پیروی کی تو میں انہیں آپ کے پاس لاؤں گا وگرنہ میں واپس آ جاؤں گا اور میں آپ کے ساتھ رہوں گا''۔

(سنن دارمی' المقدمۃ' باب: ما اکرم اللہ تعالیٰ بہ نبیہ من ایمان الشجر بہ' رقم الحدیث:١٦) (صحیح ابن حبان:٦٥٠٥' مسند ابویعلیٰ:٥٦٦٢' المعجم الکبیر:١٣٥٨٢' مسند عبد بن حمید:١٠٥٣' مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٧٥٤)

(٥) ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم ایک کشادہ وادی میں پہنچے' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے' میں پانی وغیرہ لے کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے گیا۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو آپ کو پردہ کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی' وادی کے کنارے دو درخت تھے' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے ایک درخت کے پاس گئے' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کرو' وہ درخت اس اونٹ کی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار ہو گیا جس کی ناک میں نکیل ہو اور وہ اپنے مالک کے تابع ہو۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑ کر فرمایا: اللہ جل مجدہ کے اذن سے میری اطاعت کر' وہ درخت بھی پہلے درخت کی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تابع ہو گیا یہاں تک کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں درختوں کے درمیان پہنچے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں درختوں کو ملا دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اذن سے جڑ جاؤ' سو وہ دونوں درخت جڑ گئے' میں وہاں بیٹھا اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا' میں نے اچانک دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے

Marfat.com

ہیں اور وہ دونوں درخت اپنے اپنے سابقہ مقام پر کھڑے تھے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:
اے جابر! کیا تم نے میرا مقام دیکھا؟ تو میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!''
(صحیح مسلم' کتاب: الزہد والرقائق' باب: حدیث جابر' رقم الحدیث:۳۰۱۲) (صحیح ابن حبان:۶۵۲۴' سنن الکبریٰ للبیہقی:۴۵۲' دلائل النبوۃ:
۳۷' مشکاۃ المصابیح:۵۸۸۵)

(٦) ''عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما ان امرء ة من الانصار قالت لرسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' الا اجعل لك شیئا تقعد علیه' فان لی نجارا غلاما' قال: ان شئت قال: فعلمت له المنبر' فلما كان یوم الجمعة قعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنبر الذی صنع فصاحت النخلة التی كان یخطب عندها حتی كادت ان تنشق' فنزل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی اخذها فضمها الیه' فجعلت تین انین الصبی الذی یسكت' حتی استقرت''۔

(صحیح بخاری' کتاب: البیوع' باب: النجار' رقم الحدیث:۱۹۸۹' وفی کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۳۹۱۔
۳۳۹۲' وفی کتاب: المساجد' باب: الاستعانۃ بالنجار' رقم الحدیث:۴۳۸) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' رقم الحدیث:۳۶۲۷) (سنن النسائی'
کتاب: الجمعۃ' باب: مقام الامام فی الخطبۃ' رقم الحدیث:۱۳۹۶) (سنن ابن ماجہ' کتاب: اقامۃ الصلوٰۃ' باب: ماجاء فی بدء شان المنبر' رقم الحدیث:
۱۴۱۴۔۱۴۱۷) (مسند احمد جلد۳ صفحہ۲۲۶)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے تشریف فرما ہونے کے لیے کوئی چیز نہ بنوا دوں؟ کیونکہ میرا غلام بڑھئی ہے' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم چاہتی ہو تو بنوا دو! اس عورت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے منبر بنوا دیا۔ جمعہ کا دن آیا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی منبر پر تشریف فرما ہوئے جو تیار کیا گیا تھا تو کھجور کا وہ تنا جس سے ٹیک لگا کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرماتے تھے (ہجر و فراق میں) چلا پڑا یہاں تک کہ پھٹنے کے قریب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے اور کھجور کے ستون کو گلے سے لگا لیا۔ ستون اس بچے کی طرح رونے لگا' جسے تھپکی دے کر چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے سکون آ گیا''۔

اور امام دارمی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں جن کو حضرت ابن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خشک تنے کی آہ و بکا سنی تو اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست اقدس اس پر رکھا اور فرمایا: تُو چاہے تو یہ چیز اختیار کر لے کہ میں تجھے اسی جگہ میں دوبارہ لگا دوں جہاں تم پہلے تھے اور تم دوبارہ ایسے ہی سرسبز ہو جاؤ جیسا کہ کبھی تھے اور اگر چاہو تو تمہیں جنت میں لگا دوں' وہاں تم جنت کی نہروں اور چشموں سے سیراب ہوتے رہو' پھر تمہاری

پیداوار بہترین ہو جائے اور تم پھل دینے لگو اور اولیاء اللہ تیرا پھل کھائیں' اگر تم چاہو تو میں ایسا کر دیتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ فرمایا: ہاں! میں نے ایسا کر دیا۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کھجور کے تنے نے یہ اختیار کیا ہے کہ میں اسے جنت میں لگا دوں۔

(سنن الدارمی' جلد ا صفحہ ۲۹' رقم الحدیث: ۳۲) (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد ۹ صفحہ ۱۱۶' دلائل النبوۃ جلد ۶ صفحہ ۶۸)

(۷) ''عن یعلیٰ بن مرة الثقفی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال سرنا فنزلنا منزلا' فنام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فجاء ت شجرة تشق الارض حتی غشیته' ثم رجعت الیٰ مکانها' فلما استیقظ ذکرت له' فقال: هی شجرة استاذنت ربها عزوجل ان تسلم علیٰ رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاذن لها'' ۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۷۰) (دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ا صفحہ ۱۵۸' رقم الحدیث: ۱۸۴) (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۵)

(ترجمہ:) ''حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں: ہم روانہ ہوئے اور ہم نے ایک جگہ میں پڑاؤ کیا' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں محو استراحت ہو گئے' اتنے میں ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سایہ فگن ہو گیا' پھر کچھ دیر بعد وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس درخت نے اپنے ربِ عزوجل سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی بارگاہ میں سلام عرض کرے' تو اللہ جل مجدہ نے اسے اجازت عطا فرمائی''۔

(۸) ''عن جابر بن سمره رضی اللّٰه تعالیٰ عنه' قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان بمکة حجرا کان یسلم علی لیالی بعثت' انی لا عرفه الآن'' ۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی آیات اثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما قد خصہ اللہ عزوجل' رقم الحدیث: ۳۶۲۴) (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۰۴۳' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۶۹' المعجم الکبیر: ۱۹۶۱' مسند الطیالسی: ۷۸۱' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۳)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے بعثت کی راتوں میں سلام کیا کرتا تھا' میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں''۔

(۹) ''عن علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: کنا مع رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکة' فخرج فی بعض نواحیها فما استقبله شجر ولا جبل الا قال: السلام علیك یا رسول اللّٰه'' ۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' رقم الحدیث: ۳۶۲۶) (سنن الدارمی' المقدمۃ' رقم الحدیث: ۲۱) (المستدرک: ۴۲۳۸' الترغیب والترہیب: ۱۸۸۰' تہذیب الکمال: ۳۱۰۳)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم مکہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ کے گردونواح میں گئے تو راستے میں جو پتھر اور درخت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آتا تو وہ عرض کرتا: السلام علیک یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو!''۔

حیوانات کے متعلق چند معجزات

اشجار واحجار کی طرح حیوانات کے متعلق بھی کتب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے معجزات بیان کیے گئے ہیں' وہ معجزات بھی اپنی نوعیت کے منفرد' یکتا اور خصوصی عظیم معجزات ہیں' لہٰذا ان میں سے چند معجزات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری شخص کے بارے میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا' جب اس نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو رو پڑا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر دست شفقت پھیرا' تو وہ خاموش ہو گیا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے اور یہ کس کا اونٹ ہے؟ انصار کا ایک جوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے' فرمایا: کیا تم اس بے زبان جانور کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے بہت زیادہ کام لیتے ہو''۔ (سنن ابی داؤد' کتاب: الجہاد' باب: مایؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم' رقم الحدیث: ۲۵۴۹) (مسند احمد: ۱۷۵۷' مسند ابوعوانہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۷' تہذیب الکمال: ۱۲۳۲)

(۲) ''عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ان اھل المدینۃ فزعوا مرۃ فرکب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرسا لابی طلحۃ بطیئا وکان یقطف' فلما رجع قال: وجدنا فرسکم ھذا بحرا' فکان بعد ذلک لایجاری ۔ وفی روایۃ فما سبق بعد ذلک الیوم''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الھبۃ' باب: من استعار من الناس الفرس' رقم الحدیث: ۲۶۲۷' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث: ۲۸۲۰۔۲۸۵۷۔۲۸۶۲۔۲۸۶۷۔۲۹۰۸۔۲۹۶۸۔۲۹۲۹۔۳۰۴۰۔۶۰۳۳۔۶۲۱۲) (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فی شجاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث: ۵۹۶۲) (سنن ابوداؤد' کتاب: الادب' باب: ماروی فی الرخصۃ فی ذلک' رقم الحدیث: ۴۹۸۸) (سنن الترمذی' کتاب: الجہاد' باب: ماجاء فی الخروج عند الفزع' رقم الحدیث: ۱۶۸۵۔۱۶۸۶' دارالمعرفۃ' بیروت) (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۷۱' صحیح ابن حبان: ۵۷۹۸' مشکوٰۃ المصابیح: ۵۹۰۵)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اہل مدینہ گھبرا گئے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطلحہ کے سست گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ گھوڑا اڑیل بھی تھا' پس جب سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام لوٹے تو فرمایا: ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا' پھر اس کے بعد اس گھوڑے کے ساتھ مقابلہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے بعد وہ کبھی پیچھے نہ رہا''۔

Marfat.com

(۳) ''عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: غزوت مع رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا علیٰ ناضح' قد اعی' فلا یکاد یسیر' فتلاحق بی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: ما لبعیرك؟ قلت؟ قدعی' فتخلف رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فزجرہ' فدعا لہ' فما زال بین یدی الابل قدامھا یسیر فقال لی: کیف تری بعیرك؟ قلت: بخیر' قد اصابتہ برکتك''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الاستقراض' باب: من اشتری بالدین' رقم الحدیث:۲۳۸۵' وفی کتاب: الشروط' باب: اذا اشترط البائع ظھر الدابۃ الی مکان مسمی' رقم الحدیث:۲۷۱۸' وفی کتاب: الجہاد' باب: استئذان الرجل الامام' رقم الحدیث:۲۹۶۷) (صحیح مسلم' کتاب: المساقاۃ' باب: بیع البعیر واستثناء رکوبہ' رقم الحدیث:۴۰۷۴) (سنن ابوداؤد' کتاب: البیوع' باب: فی شرط البیع' رقم الحدیث:۳۵۰۵) (سنن الترمذی' کتاب: البیوع' باب: ما جآء فی اشتراط ظھر الدابۃ عند البیع' رقم الحدیث:۱۲۵۳) (سنن النسائی' کتاب: البیوع' باب: البیع یکون فیہ الشرط' رقم الحدیث:۴۶۵۱) (سنن الدارمی جلد۲ صفحہ۱۰۲' رقم الحدیث:۲۲۱۲) (مسند احمد جلد۳ صفحہ۲۹۹' مشکوٰۃ المصابیح:۵۹۱۴)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور میں ایک اونٹ پر سوار تھا' جو تھک گیا تھا اور وہ چل بھی نہ سکتا تھا' مجھے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آ ملے اور آپ نے فرمایا: تمہارے اونٹ کو کیا ہوا؟ تو میں نے عرض کی کہ تھک گیا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے ہوئے' اونٹ کو ڈانٹا اور اس کے لیے دعا فرمائی' تو پھر وہ اونٹ دوسرے اونٹوں سے آگے چلنے لگا' پھر سرکارِ اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اپنے اونٹ کو کیسا پایا؟ میں نے عرض کی: بہت اچھا ہے' اسے آپ کی برکت پہنچ گئی ہے''۔

چند مزید معجزات

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا باب ایک بڑا طویل اور وسیع باب ہے' جس کا درک و احاطہ عقل نارسا سے وراء ہے۔ بلکہ بقول شاعر ؎

ہو گئیں زندگیاں ختم اور قلم ٹوٹ گئے
پر میرے آقا تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

اور بقول امام اہل سنت ؎

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پر کر دیا
کہ خالق کا بندہ' خلق کا آقا کہوں تجھے

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے صرف ایک معجزہ' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیوب پر مطلع ہونے کا ہے۔ اس پر اس قدر کثیر احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں کہ امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ جیسے تبحر' اجل اور محقق عالم' جن کے علمی تبحر' ژرف نگاہی اور وسعت علمی پر کوئی دو رائے نہیں ہیں اور بڑے بڑے نامور محقق علماء ان کی تحقیقات کے خوشہ چیں نظر آتے ہیں' انہوں نے صرف اس ایک باب کے درک و احاطہ میں اپنی عاجزی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

Marfat.com

''فصل: فی ما اطلع علیه من الغیوب' ومن ذلك اطلع علیه من الغیوب وما یکون . والاحادیث فی هذا الباب بحر لا یدرك قعره ولا ینزف غمره'' . (الشفا صفحہ ۲۰۸' دار ابن حزم)

(ترجمہ:) ''یہ فصل ہے اس بارے میں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیوب پر مطلع کیا گیا ہے اور حضورِ اقدس علیہ السلام غیوب پر اور آئندہ ہونے والے واقعات کے متعلق احادیث کا ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی اور حقیقت کا ادراک نہیں کیا جا سکتا''۔

سو قارئین اندازہ فرمائیں کہ جب حضور اقدس علیہ السلام کے صرف ایک معجزہ کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ اس کا بقول قاضی عیاض' ادراک ناممکن ہے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باقی معجزات کا احصاء اور احاطہ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا یہاں ہم افزائے محبت کے لیے صرف دس عدد مزید معجزات رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس باب میں کچھ مزید تفصیل کے خواہاں حضرات' راقم الحروف کی کتاب ''عقائد اہل سنت'' کا مطالعہ فرمائیں:

(۱) ''عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه' قال: لقد کنا ناکل مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الطعام' ونحن نسمع تسبیح الطعام'' .

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۳۸۶) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب:۶' رقم الحدیث:۳۶۳۳) (سنن الدارمی:۲۹' مصنف ابن ابی شیبہ:۳۱۷۲۲' مسند احمد:۴۳۹۳' مسند البزار:۱۴۷۸' مسند ابو یعلیٰ:۵۳۷۲)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے اور کھانے کی تسبیح بھی سن رہے تھے''۔

(۲) ''حضرت ایاس بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے حدیث بیان کی اور کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں تھے' پس جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر لیا تو سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام خچر سے نیچے تشریف لائے اور زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور ان کافروں کے چہروں پر پھینکی اور فرمایا: ''شاهت الوجوه'' ان کے چہرے قبیح ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹھی سے ان کے ہر انسان کی آنکھ میں مٹی بھر دی اور وہ پیٹھ پھیر کے بھاگے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الجہاد والسیر' باب: فی غزوۃ حنین' رقم الحدیث: ۱۷۷۷) (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۰' دلائل النبوۃ:۱۳۶)

(۳) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد زریں میں اہل مدینہ قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اونٹ اور بکریاں ہلاک ہو چکے ہیں' پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ جل مجدہ ہمیں بارش

Marfat.com

عطا فرمائے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک پھیلا دیئے اور دعا کی۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ آسمان شیشے کی طرح بالکل صاف تھا کہ ہوا چل پڑی اور وہ بادل لائی اور بادل آپس میں مل گئے اور آسمان سے ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ہم برستی ہوئی بارش میں اپنے گھروں کو گئے اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی، پھر وہی شخص یا دوسرا کوئی شخص کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! گھر تباہ ہو رہے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اب اس کو روک لے۔ یہ سن کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا پڑے اور فرمایا: (بادلوں سے) ہمیں چھوڑ کر ہمارے اردگرد برسو! تو ہم نے دیکھا کہ اسی وقت بادل مدینہ منورہ کے اوپر سے ہٹ کر یوں چاروں طرف چھٹ گئے، گویا وہ تاج ہے"۔

(صحیح بخاری، کتاب: المناقب، باب: علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم الحدیث:۳۳۸۹) (صحیح مسلم، کتاب: الاستقاء، باب: الدعاء فی الاستقاء، رقم الحدیث:۸۹۷) (سنن ابی داؤد، کتاب: صلاۃ الاستقاء، باب: رفع الیدین فی الاستقاء، رقم الحدیث:۱۱۷۴) (المعجم الاوسط رقم الحدیث:۲۶۰۱، الادب المفرد:۶۱۲)

(٤) "عن ابی حمید رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: اقبلنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من غزوة تبوك حتی اذا اشرفنا علی المدینة قال: هذه طابة وهذا احد جبل یحبنا ونحبه"۔

(صحیح بخاری، کتاب: المغازی، باب: نزول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحجر، رقم الحدیث:۴۱۶۰) (وفی کتاب: الزکاۃ، باب: خرص التمر، رقم الحدیث:۱۴۱۱) (صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:۱۳۹۲) (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۰۰۶، مسند احمد:۲۳۶۵۲، صحیح ابن حبان:۶۵۰۱، سنن الکبریٰ:۱۲۸۸۹، دلائل النبوۃ لابی نعیم:۲۱۲)

(ترجمہ:) "حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک سے واپسی کے دوران حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، جب ہم مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ پاکیزہ شہر ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"۔

(٥) "حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کے لیے نکلے تو ہم وادیٔ قریٰ میں ایک عورت کے باغ میں آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اندازہ لگاؤ کہ ان درختوں پر کتنی کھجوریں ہوں گی؟ پس ہم نے اندازہ لگایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اندازہ لگایا کہ وہ کھجوریں دس وسق ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (عورت سے) فرمایا: تم ان کو شمار کر رکھنا، یہاں تک کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ تبوک سے تیری طرف لوٹ آئیں۔ پس ہم چلے یہاں تک کہ ہم تبوک میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات تم پر بڑی سخت آندھی آئے گی تو تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو، وہ اس کو باندھ لے۔ پھر بڑی سخت آندھی چلی اور ایک آدمی کھڑا ہوا تو آندھی نے اسے طے کے پہاڑوں پر پھینک دیا"۔

Marfat.com

(صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۵۹۴۸' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' کتاب: الزکاۃ' باب: خرص التمر' رقم الحدیث:۱۴۸۱' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد۵ صفحہ۴۲۴' صحیح ابن حبان:۴۵۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱۴ صفحہ۵۳۹' صحیح ابن خزیمہ:۲۳۱۴' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۵ صفحہ۲۳۹' سنن دارمی:۲۴۹۵)

(٦) ''عن ابی زید بن اخطب رضی اللہ عنه قال: مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یده علیٰ وجهی ودعا لی قال عزرة: انه عاش مائة وعشرین سنة ولیس فی راسه الا شعرات بیض''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی آیات اثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۶۲۹) (مسند احمد جلد۵ صفحہ۷۳' الاصابہ جلد۴ صفحہ۵۹۹' رقم الحدیث:۵۷۶۳' تہذیب الکمال:۴۳۲۶)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوزید بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے چہرے (اور سر) پر پھیرا اور میرے لیے دعا فرمائی۔ عزرہ کہتے ہیں کہ وہ یعنی ابوزید ایک سو بیس سال زندہ رہے' لیکن (دست مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے) ان کے بالوں میں صرف چند سفید بال تھے اور باقی سر سیاہ تھا''۔

(٧) ''عن یزید بن ابی عبید قال: رایت اثر ضربة فی ساق سلمة بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنه' فقلت: یا ابا مسلم' ما هذه الضربة؟ قال: ضربة اصابتنی یوم خیبر' فقال الناس: اصیب سلمة فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فنفث فیه ثلاث نفثات' فما اشتکیتها حتی الساعة رواه البخاری''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المغازی' باب: غزوۃ خیبر' رقم الحدیث:۴۲۰۶) (سنن ابوداؤد' کتاب: الطب' باب: کیف الرقی' رقم الحدیث:۳۸۹۴' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد جلد۴ صفحہ۴۸)

(ترجمہ:) ''یزید بن ابی عبید نے کہا کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ کی پنڈلی پر ضرب کا نشان دیکھا تو میں نے کہا: ابومسلم! یہ ضرب کا نشان کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ نشان چوٹ کا مجھے خیبر کے دن پہنچا تھا اور لوگوں نے کہا: سلمہ کو موت آ گئی' پس میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین بار اس پر دَم فرمایا تو اس وقت سے اب تک مجھے تکلیف نہیں ہوئی''۔

(٨) ''حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے' آپ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تُو مجھے ذی الخلصہ سے سکون نہیں پہنچائے گا؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا تو میں نے اس بات کا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست انور میرے سینہ پر مارا یہاں تک کہ میں نے آپ کے دست اقدس کا نشان اپنے سینہ پر دیکھا اور سرکار اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم کر دے اور اسے ہدایت دینے والا' ہدایت یافتہ بنا دے۔

Marfat.com

حضرت جریر بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی اپنے گھوڑے سے نہیں گرا۔ پھر میں احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ گیا اور میں نے ذی الخلصہ کو آگ سے جلا دیا اور اس کو توڑ دیا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الجہاد والسیر' باب: حرق الدور والنخیل' رقم الحدیث: ۳۰۲۰' دار الکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث: ۳۰۳۶_۳۰۶۷_۳۸۲۳_۴۳۵۵_۴۳۵۶_۴۳۵۷_۶۰۸۹_۶۳۳۳) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: من فضائل جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رقم الحدیث: ۲۴۷۵_۲۴۷۶' دار الکتاب العربی' بیروت) (سنن ابوداؤد' کتاب: الجہاد' باب: فی بعثۃ البشراء' رقم الحدیث: ۲۷۷۲' دار السلام' ریاض) (مسند احمد: ۱۹۷۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۵۹' صحیح ابن حبان: ۷۲۰۱' مشکوٰۃ المصابیح: ۵۸۹۷)

(۹) ''عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم من سفر' فلما کان قرب المدینۃ ھاجت ریح شدیدۃ تکادان تدفن الراکب' فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : بعثت ھذہ الریح لموت منافق' فلما قدم المدینۃ' فاذا منافق عظیم من المنافقین' قدمات''۔

(صحیح مسلم' کتاب: صفات المنافقین واحکامھم' رقم الحدیث: ۷۰۴۱' دار الکتاب العربی' بیروت) (مسند عبد بن حمید: ۱۰۲۹' مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۱۵)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے اور جب مدینہ کے قریب پہنچے تو بڑی تیز آندھی چلی' یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ سوار کو دفن کر دے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت کی وجہ سے بھیجی گئی ہے' پھر جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں پہنچے تو منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا''۔

(۱۰) ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم عسفان پہنچ گئے۔ سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں چند رات پڑاؤ کیا تو لوگوں نے کہا: ہم یہاں کسی مقصد کے لیے نہیں ٹھہرے ہوئے اور ہمارے اہل وعیال پیچھے ہیں اور ہمیں ان پر خوف ہے (یعنی دشمن کا)۔ جب یہ بات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ مدینہ میں کوئی گھاٹی اور کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر دو فرشتے حفاظت کے لیے مامور نہ ہوں یہاں تک کہ تم مدینہ پہنچ جاؤ۔ پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: چلو! پس ہم چلے اور ہم مدینہ پہنچ گئے' اس ذات کی قسم جس کی قسم اُٹھائی جاتی ہے! مدینہ داخل ہونے کے بعد ابھی ہم نے اپنے سامان بھی نہ رکھے تھے کہ بنو عبداللہ بن غطفان نے ہمارے اوپر حملہ کر دیا حالانکہ اس سے پہلے انہیں کوئی چیز نہ بھڑکاتی تھی''۔ (صحیح مسلم' کتاب: الحج' باب: الترغیب فی سکنی المدینۃ' رقم الحدیث: ۳۳۳۶' دار الکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۳۱' مشکوٰۃ المصابیح: ۵۹۰۱)

آیت کریمہ ''قد جآء کم من اللہ نور'' اور نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ O'' (المائدہ:۱۵)

(ترجمہ:) ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب O''

اللہ جل مجدہ نے سب سے پہلے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا' پھر جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسد عنصری عطا فرمایا تو وہ نور حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ودیعت فرمایا' حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک وہ نور پاک اصلاب اور پاک ارحام سے منتقل ہوتا ہوا پہنچا' جس نور پر اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انسانی خلقت اور پیکر بشری کو تشکیل فرمایا۔ سو جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولد ہوا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح بشری حقیقت اور انسانی اوصاف کے ساتھ ظاہر ہوئے' اسی طرح نورانیت اور لطافت کی حقیقت کے ساتھ بھی ظاہر ہوئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشری حقیقت پر پوری اُمت کا اجماع ہے اور آپ کی بشری حقیقت قرآن و حدیث کی نصوصِ باہرہ سے ثابت ہے' جس کا منکر تمام کے نزدیک دائرۂ ایمان و اسلام سے خارج ہے' جبکہ آپ کی نورانی حقیت کا اُمت کے سوادِ اعظم یعنی اہل سنت نے اثبات و اقرار کیا اور وہابیہ دیابنہ نے بڑی شد و مد کے ساتھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حقیقت کا انکار کیا۔ اہل سنت کے بہت سے دلائل ہیں' جن میں سے ایک بڑی واضح اور بیّن دلیل قرآن مجید' فرقانِ حمید کی یہ آیت کریمہ ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ O'' (المائدہ:۱۵)

(ترجمہ:) ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ گئی O''

اس کتاب میں ''نور'' سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اس پر چند علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں!

امام محمد بن جریر الطبری علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''قد جآء کم من اللّٰہ نور یعنی بالنور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (تفسیر الطبری جلد ۶ صفحہ ۹۲)

(ترجمہ:) ''(قد جآء کم من اللّٰہ نور) نور سے مراد حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

''قد جآء کم من اللّٰہ نور ھو النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (تفسیر جلالین صفحہ ۹۷)

(ترجمہ:) ''بے شک تمہارے پاس آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور وہ نور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''۔

امام فخر الدین رازی شافعی فرماتے ہیں:

''ان المراد بالنور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (تفسیر کبیر)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''آیت کریمہ میں نور سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

''قد جآء کم من اللّٰہ نور یرید بالنور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (تفسیر بیضاوی)

(ترجمہ:) ''نور سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے''۔

امام علاؤ الدین علی بن محمد الخازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قد جآء کم من اللّٰہ نور یعنی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۴۴۷)

(ترجمہ:) ''نور سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''۔

علامہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل (جلد ۲ صفحہ ۲۳) پر یہی لکھا ہے اور علامہ نفسی نے تفسیر مدارک التنزیل (جلد ا صفحہ ۲۰۶) پر یہی لکھا۔

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قد جآء کم من اللّٰہ نور ای عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۹۷)

(ترجمہ:) ''بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور جو کہ عظیم نور ہے اور وہ نور الانور، نبی مختار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے''۔

نیز یہی علامہ آلوسی بیان کرتے ہیں:

''ولا یبعد ان یراد بالنور والکتاب المبین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۹۷)

(ترجمہ:) ''اور بعید نہیں کہ نور اور کتابِ مبین دونوں سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مراد ہو''۔

محقق احناف، ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''وای مانع من ان یجعل النعتان للرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فانہ نور عظیم بکمال ظھورہٖ بین الانوار وکتاب مبین من حیث انہ جامع لجمیع الاسرار ومظھر الاحکام والاحوال والاخبار''۔

(شرح شفا جلد ا صفحہ ۴۲)

(ترجمہ:) ''اس سے کیا چیز مانع ہے کہ نور اور کتابِ مبین دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ کریم مراد لی جائے، بایں طور کہ نور اور کتابِ مبین ہونا دونوں آپ کی صفات ہوں کیونکہ نور اس لحاظ سے کہ انوار میں کامل ظہور رکھتے ہیں اور کتابِ مبین اس اعتبار سے ہیں کہ آپ تمام اسرارِ الٰہیہ کے جامع، احکامِ شرعیہ کے مبین اور اخبار و حالات بتانے والے ہیں''۔

Marfat.com

امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قد سماہ اللّٰہ تعالٰی نورًا وسراجًا منیرًا' فقال قد جآء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین'' .

(الشفا صفحہ ۱۵' دار ابن حزم)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کا اسم گرامی ''نور'' اور ''سراج منیر'' رکھا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ گئی''۔

نورِ حسّی کے دلائل

بعض لوگوں نے اس آیت کریمہ میں ''نور'' سے مراد نورِ ہدایت لیا ہے اور انہوں نے نورِ حسّی کا انکار کیا ہے۔ لاریب کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ ہدایت ہیں' اس میں کسی مؤمن کو تردّد یا تذبذب نہیں ہو سکتا لیکن آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلقاً نور قرار دیا ہے' نورِ ہدایت کی قید اور تخصیص نہیں کی اور اصول کا یہ قاعدہ معروف ہے کہ

''المطلق یجری علٰی اطلاقہ والمقید علٰی تقییدہٖ'' . (عامہ کتب اصول)

(ترجمہ:) ''قرآن کا مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور مقید اپنی تقیید پر''۔

سو جب اللہ رب العزت نے نور کو ہدایت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا تو ہمیں یہ حق کیسے حاصل ہو گیا کہ ہم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے صرف ہدایت کا نور مانیں۔ جبکہ بیشتر احادیث سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورِ حسّی اور نور کا آپ کا مادہ خلقت ہونا ثابت ہے اور کثیر تعداد میں علماءِ اعلام نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نورِ حسّی کو ثابت کیا ہے۔ ان میں سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال: قلت یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شیء خلقہ اللّٰہ تعالٰی قبل الاشیاء قال: یا جابر! ان اللّٰہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ فجعل ذلك النور یدور بالقدرۃ حیث شآء اللّٰہ تعالٰی' ولم یکن فی ذلك لوح ولا قلم' ولا جنۃ ولا نار ولا ملك ولا سمآء والارض' ولا شمس ولا قمر' ولا جن ولا انس'' . (مصنف عبد الرزاق صفحہ ۶۳' المواھب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۱۷' مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۱' السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۵۰' نشر الطیب صفحہ ۶' روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۶۰۵)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ حضور اقدس علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور (کے فیض) سے پیدا فرمایا' پھر وہ نور مشیت ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا' اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم' نہ جنت تھی نہ دوزخ' نہ

فرشتے تھے' نہ آسمان تھا' نہ زمین' نہ سورج تھا نہ چاند' نہ جن تھے نہ انسان''۔

مسلک دیوبند کی ثقہ' معتبر شخصیت' مولانا اشرف تھانوی نے اپنی کتاب ''نشر الطیب'' میں پہلی فصل نورِ محمدی کے بیان میں قائم کی اور اس میں پہلی حدیث' یہی حدیثِ جابر لے آئے اور اس حدیث کے تحت لکھا:

''اس حدیث سے نورِ محمدی کا اوّل الخلق ہونا باوّلیت حقیقۃً ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اوّلیت کا حکم آیا ہے' ان اشیاء کا نورِ محمدی سے متاخر ہونا' اس حدیث میں منصوص ہے''۔ (نشر الطیب)

یہ حدیث اس بات پر صراحۃً دلالت کر رہی ہے کہ نور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مادہ خلقت تھا اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو نورِ ہدایت بنایا ہے' اسی طرح نورِ حسّی بھی بنایا ہے۔

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے مدارج النبوۃ میں ارشاد فرمایا:

''در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اوّل ما خلق اللّٰہ نوری''۔ (مدارج النبوۃ جلد۲ صفحہ۱۳)

(ترجمہ:) ''حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو تخلیق فرمایا''۔

اس حدیث کی مزید تخریج یہ ہے:

(روح البیان جلد۲ صفحہ۲۳' تفسیر نیشاپوری جلد۸ صفحہ۵۵' مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ۱۴۰' زرقانی علی المواھب جلد۱ صفحہ۲۷' شرح شفا جلد۲ صفحہ۴۱۶' فیوض الحرمین صفحہ۹۷' الیواقیت والجواھر جلد۲ صفحہ۲۰' نشر الطیب صفحہ۴)

(۳) ''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانت روحہ نورًا بین یدی اللّٰہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذلك النور' وتسبح الملائکۃ بتسبیحہ' فلما خلق اللّٰہ آدم القیٰ ذلك النور فی صلبہ' فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فاھبطنی اللّٰہ الی الارض فی صلب آدم' وجعلنی فی صلب نوح' وقذف بی فی صلب ابراھیم' ثم لم یزل اللّٰہ تعالیٰ ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ والارحام الطاھرۃ' حتّٰی اخرجنی بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط۔ قال الامام القاضی عیاض رحمۃ اللّٰہ علیہ: ویشھد لصحۃ ھذا الخبر شعر العباس فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المشھور''۔ (الشفا صفحہ۵۲' رقم الحدیث:۱۳۱' دار ابن حزم' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک اللہ جل مجدہ کے حضور' حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل نور تھی اور وہ نور اللہ جل مجدہ کی تسبیح کرتا تھا اور اس نور کی تسبیح سے ملائکہ تسبیح کرتے تھے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو وہ نور ان کی صلب میں ودیعت کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ جل مجدہ نے مجھے آدم علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں ودیعت فرما کے زمین پر اتارا اور پھر مجھے حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں ودیعت فرمایا' پھر مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ودیعت فرمایا' پھر برابر اللہ تعالیٰ مجھے پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے ماں باپ سے ظاہر فرمایا جو کبھی بُرائی پر جمع نہیں ہوئے''۔

امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت پر گواہ' حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ مشہور اشعار ہیں جو آپ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وثناء میں عرض کیے تھے۔

یہ روایت صاف بتا رہی ہے کہ اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف نورِ ہدایت ہی نہیں بنایا بلکہ آپ کو نوری وجود اور نورِ حسّی بھی عطا فرمایا ہے' اس لیے کہ اگر آپ کا نوری وجود اور خلقت نورانی نہ ہو اور محض نورِ ہدایت تو اسے پاک اصلاب اور پاک ارحام میں ودیعت فرمانے کا کیا مطلب رہ جاتا ہے؟ جس سے قطعی طور پر متعین ہوا کہ یہ نورِ حسّی اور خلقی نور تھا۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جس مدحیہ قصیدہ کا حوالہ دیا ہے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے اور یہ حدیث بھی چونکہ مفید مطلب ہے لہٰذا مفصل تخریج کے ساتھ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

''عن خریم بن اوس بن حارثة بن لام رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' فقال له العباس بن عبد المطلب رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما: یا رسول اللّٰه' انی ارید ان امدحك؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : هات لا یفضض اللّٰه فاك ۔ فانشا العباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یقول:

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاء ت بنورك الافق

فنحن فی الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخترق

(المعجم الکبیر جلد۴ صفحہ۲۱۳' رقم الحدیث:۴۱۶۷) (المستدرک جلد۴ صفحہ۳۹۱' رقم الحدیث:۵۴۶۸) (مجمع الزوائد جلد۶ صفحہ۲۲۳' حلیۃ الاولیاء جلد۱ صفحہ۳۰۴' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۵ صفحہ۲۶۷) (الاستیعاب جلد۲ صفحہ۴۴۷' رقم الحدیث:۶۶۴) (الاصابہ:۲۲۴۷' البدایۃ والنہایۃ جلد۲ صفحہ۲۵۸' الخصائص الکبریٰ جلد۱ صفحہ۶۶' الشفا صفحہ۱۰۰)

(ترجمہ:) ''حضرت خریم بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کی مدح ونعت پڑھنا چاہتا ہوں' تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لاؤ! مجھے سناؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دانت صحیح وسالم رکھے' تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پڑھنا شروع کیا:

''اور آپ وہ ذات ہیں کہ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے نور سے ساری زمین چمک اُٹھی اور آپ کے نور سے اُفق عالم روشن ہو گیا' پس ہم ہدایت کے راستوں پر آپ کی عطا کردہ روشنی اور آپ ہی کے نور

Marfat.com

سے گامزن ہیں''۔

اسی طرح کا ایک قصیدہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے' جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور کہا اور سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تائید' توثیق اور تصویب فرمائی۔

امام حاکم' امام بیہقی اور امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

''عن موسیٰ بن عقبة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: انشد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن زهیر فی مسجده بالمدینة' فلما بلغ قوله:

ان الرسول لنور یستضاء به وصارم من سیوف اللّٰہ المسلول

اشار رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکمه الی الخلق یسمعوا منه''۔

(المستدرک جلد۳صفحہ۶۷۰' رقم الحدیث:۶۴۷۷) (السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث:۷۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۶۰۳' الاصابۃ جلد۵صفحہ۵۹۴' سیرۃ ابن ہشام جلد۵صفحہ۱۹۱)

(ترجمہ:) ''حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کعب بن زہیر نے اپنے قصیدے میں حضرت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد نبوی میں مدح کی اور جب اپنے اس قول پر پہنچا:

بے شک یہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی تیز دھار تلوار میں سے ایک عظیم تیغ آبدار ہیں''۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلا نے اپنے دست مبارک سے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ وہ انہیں (غور سے) سنیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ حسّی ہونے پر مزید بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں' جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی اور بشری خلقت سے اس لطافت اور نورانیت کا ظہور ہوتا' اسی نورِ حسّی کی وجہ سے چہرہ زیبا کی تابانی اور درخشندگی' سورج اور چاند سے بھی زیادہ تھی' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ اقدس سے نور کا پرتو دیواروں پر بھی پڑتا تھا' جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکراتے تو آپ کے مبارک دانتوں سے اس نورِ حسّی کا ظہور ہوتا۔ نیز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولد ہوا تو آپ کے وجود سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ شام کے محلات روشن ہو گئے۔ تو کیا سب قرائن اور شواہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ حسّی اور نور کا آپ کے مادۂ خلقت ہونے پر دلالت نہیں کرتے؟ یقیناً دلالت کرتے ہیں اس لیے وہی نظریہ ہی حق ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح نورِ ہدایت ہیں' اسی طرح نورِ حسّی بھی ہیں۔ چند مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں:

''عن جابر بن سمره رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی لیلة اضحیان' فجعلت انظر الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی القمر' وعلیه حلة حمراء' فاذا هو عندی احسن من

Marfat.com

القمر''۔

(سنن الترمذی' ابواب الادب' رقم الحدیث:۲۸۱۱) (شمائل ترمذی رقم الحدیث:۱۰) (سنن دارمی' مقدمہ' رقم الحدیث:۵۷) (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۷۴۷۷' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۱ صفحہ۱۹۶' شعب الایمان:۱۴۱۷' المستدرک جلد۴ صفحہ۱۸۶' السیرۃ النبویہ لابن عساکر جلد۳ صفحہ۱۶۷)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک چاندنی رات میں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' اس وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے' اس رات کبھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ کی تابانی پر نظر ڈالتا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر' پس میرے نزدیک حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے''۔

امام بخاری اور امام ترمذی و دیگر ائمہ روایت کرتے ہیں:

''عن ابی اسحاق قال: سال رجل البراء: اکان وجه رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل السیف؟ قال: لا' مثل القمر''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۵۵۲) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: ما جاء فی صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۶۳۶) (الشمائل للترمذی صفحہ۴۰' مسند احمد جلد۴ صفحہ۲۸۱' صحیح ابن حبان:۶۲۸۷' سنن دارمی:۶۴' مسند ابویعلیٰ:۴۵۶۷' التاریخ الکبیر للامام البخاری جلد۱ صفحہ۱۰' الطبقات الکبریٰ جلد۱ صفحہ۴۱۷)

(ترجمہ:) ''حضرت ابواسحاق روایت کرتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں! بلکہ مثل ماہتاب (روشن و تاباں) تھا''۔

امام دارمی نے سنن میں' امام ترمذی نے شمائل میں اور امام طبرانی نے معجم میں حدیث روایت کی ہے:

''عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: کان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاه''۔ (سنن دارمی جلد۱ صفحہ۷۲' رقم الحدیث:۵۹) (الشمائل المحمدیہ رقم الحدیث:۱۵' المعجم الکبیر:۱۲۱۸۱' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۱ صفحہ۲۱۵' مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۲۷۹)

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دو دانتوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ کشادہ تھی اور جب آپ گفتگو کرتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہو''۔

''عن ابی عبیدة قال' قلت: للربیع بنت معوذ صفی لنا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت: یا بنی لو رأیته رأیت الشمس طالعة''۔

Marfat.com

(سنن دارمی، مقدمۃ، جلد ا صفحہ ۷۳، رقم الحدیث: ۶۱) (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۹۶، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۸۰)

(ترجمہ:) ''ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا کہ آپ ہمارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کریں تو انہوں نے جواب دیا: اے میرے بیٹے! اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو تم یہ محسوس کرتے گویا تم سورج کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہو''۔

امام دارمی اور امام طبرانی حدیث روایت کرتے ہیں:

''عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ما رأیت احدا انجد ولا اجود ولا اشجع ولا اوضأ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ (سنن دارمی، مقدمۃ، جلد ا صفحہ ۷۳، رقم الحدیث: ۶۰) (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۱۸۱)

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخی، دلیر اور روشن چہرے والا کوئی اور نہیں دیکھا''۔

امام ترمذی، امام ابن حبان اور امام بیہقی حدیث روایت کرتے ہیں:

''عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: ما رأیت شیئا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانما الشمس تجری فی وجہہ''۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۶۴۸، دار المعرفۃ بیروت) (صحیح ابن حبان، کتاب: التاریخ، رقم الحدیث: ۶۳۰۹) (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۸۰، دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۰۹)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی کو نہیں دیکھا (آپ کا چہرہ اس قدر تاباں و منور تھا کہ) یوں معلوم ہوتا تھا جیسے سورج آپ کے چہرہ میں تیر رہا ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے، میں اس وقت وہاں موجود تھا اور جب آپ ہمارے ہاں تشریف لائے تھے تو اس سے بڑھ کر اچھا اور منور دن میں نے کوئی اور نہیں دیکھا اور جس دن آپ کا وصال ہوا، اس وقت بھی میں وہاں موجود تھا، اس سے زیادہ بُرا دن اور اس سے زیادہ تاریک دن میں نے نہیں دیکھا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب: الجنائز، باب: ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث: ۱۶۳۱، دار السلام) (سنن دارمی، المقدمۃ، جلد ا صفحہ ۸۷، رقم الحدیث: ۸۹) (مسند احمد: ۱۳۱۳۹، المستدرک رقم الحدیث: ۴۴۴۵، سنن نسائی کبریٰ: ۱۹۷۱، سنن بیہقی کبریٰ: ۱۹۵۴، مصنف عبد الرزاق: ۶۶۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ حسّی کے دلائل میں یہ حدیث بھی پیش نظر رہے:

''عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قالت آمنۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لما فصل منی خرج معہ بنور اضاء لہ ما بین المشرق والمغرب، وفی روایۃ اضاء لہ

قصور الشام''۔

(سنن دارمی' المقدمۃ' رقم الحدیث:۱۳) (المستدرک:۴۲۳۰' مسند احمد:۱۷۶۸۵' مجمع الزوائد جلد۶ صفحہ۲۲۱' مصنف عبد الرزاق:۳۲۳' مواھب اللدنیہ جلد۱ صفحہ۲۲' خصائص کبریٰ جلد۱ صفحہ۱۱۵' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۱ صفحہ۱۱۰' الوفا لابن جوزی جلد۱ صفحہ۳۶)

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سیّدہ آمنہ والدۂ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولد ہوا تو ان کے ساتھ ایسا نور ظاہر ہوا جس نور کی وجہ سے مشرق اور مغرب کے مابین جو کچھ تھا وہ روشن ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نور کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہو گئے''۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ حسّی پر بڑی واضح دلیل ہے' ظاہر ہے کہ مشرق و مغرب کے مابین چیزوں کا روشن ہونا اور شام کے محلات کا اس نور کی وجہ سے نظر آنا' حسّی نور ہی سے ممکن ہے۔ اسی لیے بہت سے علماء نے بھی آیت کریمہ ''قد جاء کم من اللہ نور'' میں نور سے نورِ ہدایت اور نورِ حسّی دونوں مراد لیے ہیں' اور بیشتر علماء کا یہی نظریہ ہے۔ چند علماء کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسّی نور پر اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ احمد صاوی مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قد جآء کم من اللہ نور وھو النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسمی نور لانہ ینور الابصار ویھدیھا للارشاد ولانہ اصل کل نور حسّی ومعنوی''۔ (تفسیر صاوی جلد۲ صفحہ۴۸۶)

(ترجمہ:) ''آیت کریمہ ''قد جآء کم من اللہ نور'' میں نور سے مراد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' آپ کا اسم شریف نور اس لیے رکھا گیا کہ آپ دلوں کو نورِ بصیرت بخشتے ہیں اور ان کو راہِ ہدایت دیتے ہیں اور اس لیے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر حسّی اور معنوی نور کی اصل اور بنیاد ہیں''۔

امام علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''کان نورہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی جبھۃ آبائہ من آدم علیہ السلام الیٰ ابیہ عبد اللہ وھو نور حسّی کالقمر فی اللیلۃ الظلماء''۔ (شرح الشفاء جلد۱ صفحہ۱۱)

(ترجمہ:) ''نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کے تمام آباؤ اجداد کی پیشانی مبارک میں تھا اور آپ کا نورِ حسّی ہے جیسی اندھیری رات کا چاند''۔

شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''واعلم ان انوار المکونات کلھا من عرش وفرش وسموات وارضین وجنات وحجب وما

فوقها وما تحتها اذا جمعت كلها وجدت بعضنا من نور النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وان مجموع نورہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو وضع على العرش لذاب ولو وضع على الحجب السبعين التى فوق العرش لتهافتت ولو جمعت المخلوقات كلها ووضع عليها ذلك النور العظيم لتهافتت وتساقطت' ۔ (کتاب الابریز صفحہ ۲۵۳)

(ترجمہ:) ''اس بات کا یقین رکھ کہ بے شک تمام مخلوقات کے انوار عرش اور فرش' آسمانوں اور زمینوں' بہشتوں' پردوں' ان کے اوپر اور نیچے ان سب کے انوار اگر جمع کیے جائیں تو ان سب انوار کو تو نورِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعض پائے گا اور اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سارا نور عرش پر رکھا جائے تو عرش پگھل جائے گا اور اگر عرش کے اوپر والے حجابات پر رکھا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' اسی طرح اگر تمام مخلوقات کو جمع کر کے ان پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوارِ مقدسہ کو ظاہر کیا جائے تو وہ سب فنا ہو جائیں''۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از فرق تا قدم ہمہ نور بود کہ دیدہ حیرت در جمال باکمال وے خیرہ می شد مثل ماہ و آفتاب تاباں و روشن بود و گرنہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن او ممکن نبودے''۔

(مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۰۹)

(ترجمہ:) ''حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سر سے لے کر قدم تک مجسمۂ نور تھے کہ حیرت کی آنکھ آپ کے جمال باکمال میں خیرہ ہو جاتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاند اور سورج کی طرح منور اور روشن تھے اور اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بشریت کا پردہ پہنے ہوئے نہ ہوتے تو کسی کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی اور آپ کے حسن کا ادراک ممکن نہ ہوتا''۔

شارح بخاری' علامہ احمد قسطلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''لما تعلقت ارادة الحق تعالٰى بايجاد خلقه وتقدير رزقه' ابرز الحقيقة المحمدية من الانوار الصمدية فى الحضرية الاحدية ثم سلم منها العوالم كلها علوها وسفلها على صورة حكمه''۔

(المواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۵۵)

(ترجمہ:) ''جب حق تعالیٰ نے عالم خلق کو ظہور بخشنے اور اپنے پیمانہ عطا کو جاری فرمانے کا ارادہ کیا تو اپنے انوارِ صمدیت سے براہِ راست حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہِ احدیت میں ظاہر فرمایا اور پھر اس ظہور کے فیض سے تمام عالم پست و بالا کو اپنے امر کے مطابق تخلیق فرمایا''۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بعینہٖ یہی فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں: مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۔

مفسر شہیر' علامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت بیان کرتے ہوئے ارشاد

Marfat.com

فرماتے ہیں:

''سیّد الانوار' وھو سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمن نورہٖ خلقت الانوار''۔

(التفسیر الکبیر جلد۲ صفحہ۹۳' جزوء۴' دارالفکر)

(ترجمہ:) ''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّد الانوار ہیں کیونکہ آپ ہی کے نور سے تمام انوار پیدا کیے گئے''۔

یہی امام فخر الدین فرماتے ہیں:

''ان الملائکۃ امروا بالسجود لادم لاجل ان نور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی جبھۃ آدم''۔

(التفسیر الکبیر جلد۲ صفحہ۱۸۳' دارالفکر)

(ترجمہ:) ''فرشتوں کو حضرت آدم کے سجدہ کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نورِ محمدی تھا''۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

''لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: اوّل ما خلق اللّٰہ نوری' ای قدر علی اصل الوضع اللغوی وبھذا اعتبار سمی المصطفٰی بنور الانوار وبابی الارواح''۔ (زرقانی علی المواھب جلد۱ صفحہ۴۷)

(ترجمہ:) ''نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا' اس فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے وضع لغوی کے اصول پر مقدر فرمایا' اسی لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک نور الانوار اور ابوالارواح رکھا گیا ہے''۔

ان علماءِ اعلام کی تصریحات سے قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ آیت کریمہ ''قد جآء کم من اللّٰہ نور'' میں نور کو نورِ ہدایت کے ساتھ خاص کر کے نورِ حسّی اور نورِ خلقی کی نفی کرنا باطل ہے' یہ آیت کریمہ اپنے عموم و اطلاق سے جس طرح نورِ ہدایت کو شامل ہے' اسی طرح نورِ حسّی کو بھی شامل ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

نوٹ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کے مزید تفصیلی دلائل انشاء اللہ تعالیٰ اپنے محل پر آئیں گے۔

آیت کریمہ ''انما جزآء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ'' کا مفہوم

اللہ ذوالمجد والعلیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْیُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْامِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O'' (المائدہ:۳۳)

(ترجمہ:) ''وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں' ان کی سزا یہی

Marfat.com

ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں' یا وہ زمین سے نکال دیئے جائیں' یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہےO''

نکتہ: اللہ رب العزت سے حقیقۃً جنگ اور محاربہ ممکن نہیں' بندہ مشت خاک اور قطرۂ آب ہے جس کی ذاتی کوئی قوت' طاقت' صلاحیت اور استعداد نہیں ہے' بھلا ایسا انسان اس عظیم وجلیل ذات سے کیسے جنگ کر سکتا ہے' جس کی قدرت' طاقت اور قوت بے انتہاء ہے' جو مالک الملک ہے' جس کے دست قدرت میں پوری کائنات کا نظام اور نظم وضبط ہے' جس نے اپنی قوتِ باہرہ اور قدرتِ قاہرہ سے سورج' چاند ستاروں کو مسخر کیا ہے' انسان میں کہاں طاقت کہ وہ اللہ جل مجدہ سے جنگ کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌO'' (البروج:۱۲)

(ترجمہ:) ''بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہےO''

''وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِO'' (الرعد:۱۳)

(ترجمہ:) ''اور اس کی پکڑ بہت سخت ہےO''

''وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًاO'' (النساء:۸۴)

(ترجمہ:) ''اور اللہ کی (جنگی) طاقت سب سے سخت تر ہے اور اس کا عذاب سب سے کڑاO''

''اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُO فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَO'' (یٰسین:۸۳۔۸۲)

(ترجمہ:) ''اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرماتا ہے: ہو جا! وہ فوراً ہو جاتی ہےO تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گےO''۔

سو اللہ رب العزت سے تو حقیقۃً جنگ ممکن نہیں لیکن اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بارگاہ میں اتنا عظیم قرب' اتنی عظیم منزلت' رفعت اور وجاہت عطا فرمائی ہے کہ آپ کے ساتھ جنگ کرنے والے کو اپنے ساتھ جنگ کرنا قرار دیا ہے۔ سو یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر عزت وعظمت ہے کہ آپ کا منقص' آپ کی بے ادبی کرنے والا' آپ کے فضائل وکمالات کا انکار کرنے والا' آپ کا العیاذ باللہ تعالیٰ استخفاف واستحقار کرنے والا' صرف آپ سے نہیں بلکہ اللہ جل مجدہ سے جنگ کر رہا ہے اور جس سے جنگ کرنے والا اللہ جل مجدہ ہو' یقیناً وہ انتہائی خاسر اور تباہ وبرباد ہونے والا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے والا بہت بڑا خائب وخاسر ہے۔ اسی مضمون کو قرآن کے ایک دوسرے مقام پر بیان فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا O'' (الاحزاب:۵۷)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''بے شک جو لوگ اذیت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو' ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اللہ نے ان کے لیے ذلیل کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہےO''

صرف یہی نہیں بلکہ محبوب کے صدقہ میں جو اس کے حبیب کے کسی اُمتی' ولی اور عبد صالح سے عداوت رکھتا ہے' اس کی اہانت اور تنقیص کرتا ہے اور اس کے فیوض و برکات کا انکار کر کے ولی کو بتوں کی طرح بے فیض اور بے نفع سمجھتا ہے' وہ بھی درحقیقت اس ولی سے نہیں بلکہ اللہ جل مجدہ سے جنگ کرتا ہے۔ سو جس کے دل میں ولی کا بغض ہو' وہ لاکھ نمازیں پڑھتا پھرے' نیک اعمال کی بہتات و کثرت کرے' اسے کوئی فائدہ نہیں ملے گا' اس لیے کہ ولی کے ساتھ عداوت رکھ کر اس نے اللہ عزوجل سے جنگ مول لے لی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَO'' (البقرہ:۹۸)

(ترجمہ:) ''جو کوئی عداوت رکھے اللہ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کے رسولوں سے اور جبرائیل اور میکائیل سے' تو بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کاO''

اور حدیث میں آتا ہے:

''عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' ان الله قال: من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الرقاق' باب: التواضع' رقم الحدیث:۶۵۰۲) (صحیح ابن حبان' کتاب: البر والاحسان' رقم الحدیث:۳۴۷) (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد۱۰ صفحہ۲۱۹) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: الدعوات' رقم الحدیث:۲۲۶۶)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی' پس تحقیق میں نے اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا''۔

آیت کریمہ ''الذین یتبعون الرسول النبی الامّی'' کے لطیف نکات

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

''اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO'' (الاعراف:۱۵۷)

(ترجمہ:) ''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول کی جو نبی اُمی ہے' جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل

Marfat.com

میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور بُرائی سے منع فرمائے گا اور پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اُتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا، وہی کامیاب ہونے والے ہیں O"

اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند شانیں اور آپ کے چند فضائل بیان فرمائے ہیں، جو یہ ہیں: (۱) رسول (۲) نبی (۳) اُمّی (۴) آپ کا تذکرۂ خیر کتب سابقہ میں بھی ہے (۵) بھلائی کا حکم دینے والے (۶) بُرائی سے منع فرمانے والے (۷) پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہرانے والے (۸) خبائث کو حرام ٹھہرانے والے (۹-۱۰) اپنی اُمت سے بھاری بوجھ اور گلے کے پھندے اُتارنے والے۔

'اس ایک آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے بہت سے نکات پنہاں ہیں۔ جن میں سے چند کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا نکتہ: حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کے لیے دنیا و آخرت کی حسنات، خیرات اور بھلائیوں کا سوال کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

"فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ O اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الخ" ۔ (الاعراف:۱۵۶-۱۵۷)

(ترجمہ:) "تو عنقریب میں یہ بھلائیاں لکھ دوں گا ان کے لیے جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں O وہ جو غلامی کریں گے اس رسول کی جو نبی اُمّی ہے"۔

یعنی مانگا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کے لیے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا کا ذکر کیا تو اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ یہ اللہ رب العزت کی اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے توسط، توسل اور تصدق سے ان کی اُمت کے ساتھ محبت، شفقت، عنایت اور جود ونوال کی دلیل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کے لیے دنیا و آخرت کی خیرات وحسنات مانگی اور طلب کیں، لیکن محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگنے کے اپنی اس عطا کا ذکر کیا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرح صدر ہوا آپ کی دعا کے ساتھ۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا:

"رب اشرح لی صدری" ۔

(ترجمہ:) "اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے"۔

لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر طلب، بغیر دعا اور بغیر مانگنے کے، از خود یہ نعمت عطا فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

"اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ O" (الانشراح:۱)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''محبوب! کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ کھول نہیں دیاO''

دونوں عطاؤں میں کتنا عظیم اور لطیف فرق ہے' اس کا ادراک صاحبانِ ذوق وفہم اور صاحبانِ بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔

دوسرا نکتہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف اس ایک آیت کریمہ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس شانیں' آپ کے دس فضائل اور دس کمالات بیان فرمائے ہیں' اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات ومعجزات' آپ کے محامد ومحاسن اور آپ کے فضائل ومناقب بیان کرنا اللہ رب العزت کی سنت اور اس کا منشاء ہے۔ سو جو نادان حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات پر پردے ڈالتے ہیں اور آپ کے فضائل کا کتمان کرتے ہیں' دراصل وہ اللہ جل مجدہ کی سنت کو مٹانے کے درپے ہیں۔ لیکن یہ اٹل فیصلہ ہے کہ

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا — جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
اور عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے — یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

تیسرا نکتہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم' محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف رسول نہیں فرمایا بلکہ ''الرسول'' فرمایا۔ ''رسول'' اور ''الرسول'' میں فرق یہ ہے کہ لفظ ''رسول'' نکرہ ہے جبکہ ''الرسول'' معرفہ ہے۔ نکرہ میں عموم وشمول ہوتا ہے جبکہ معرفہ میں خصوص۔ یہ لفظ ''الرسول'' اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جن کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ کوئی عام رسول نہیں بلکہ جمیع رسل عظام میں خصوصی منزلت ووجاہت اور خصوصی مقام ومرتبہ کے حامل ہیں' اور یہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جمیع رسل وانبیاء پر افضلیت' برتری' تفوق اور اعظمیت کی دلیل ہے۔ یہی دلیل لفظ ''النبی'' سے بھی مترشح ہوتی ہے۔

چوتھا نکتہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''النبی'' فرمایا' لفظ ''نبی'' کا مادہ اشتقاق ''نَبْوَۃٌ'' اور ''نَبَاوَۃٌ'' ہے یا ''نَبَأٌ'' ہے۔ ''نَبْوَۃٌ'' اور ''نَبَاوَۃٌ'' کا معنی ہے: ارتفاع' بلندی اور ''نَبَأٌ'' کا معنی ہے: خبر۔ اگر لفظ ''نبی'' کا مادۂ اشتقاق اور ماخذ ''نَبْوَۃٌ'' یا ''نَبَاوَۃٌ'' مانیں تو نبی کا معنی ہوگا: بلند مرتبہ' عالی رفعت اور ارتفاعِ محل کی حامل ذات' جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ورفعنٰہ مکانا علیا''۔

(ترجمہ:) ''اور ہم نے اسے بہت اونچے مکان پر بلند کیا''۔

اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نبی نہیں بلکہ ''النبی'' ہیں جیسے قرآن صرف کتاب نہیں بلکہ تمام کتب سے ممتاز' منفرد اور یکتا ہونے کی وجہ سے ''الکتاب'' ہے۔ تو اس میں اشارہ ہے کہ باقی تمام انبیاء' جملہ مخلوقات وموجودات سے برتر' فائق اور عالی مرتبت ہیں لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عالی مرتبتوں میں بھی ''النبی'' ہیں' یعنی ان تمام سے رفعت' منزلت' علو' وجاہت' کرامت' بزرگی' جلالت اور قربت میں ممتاز ومنفرد ہیں۔

اور اگر لفظ ''نبی'' کا مادۂ اشتقاق اور مصدر ''نبأ'' مانیں تو ''نبأ'' کا معنی ہے: خبر دینا' سو نبی فعیل کے وزن پر ہے' جس کا

Marfat.com

معنی بنے گا: مخبر، یعنی خبر دینے والا۔ اور ظاہر ہے کہ نبی اس چیز کی خبر دینے کے لیے مبعوث نہیں ہوگا جس چیز کا حواس یا عقل انسانی ادراک کرسکتی ہے۔ نبی کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ نبی ماورائے ادراک اور حواس سے بالاتر، غیبی خبریں آ کر اُمت کو دیتا ہے۔

قبر کے معاملات، آخرت کے احوال و اھوال، جنت کی رونق و چمک، جہنم کے شدائد اور اس کی ہولنا کی، اخبارِ ملائکہ وغیرہ، اور یقیناً یہ سب غیبی خبریں ہیں۔

سو بڑا تعجب ہے اس انسان پر کہ جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بھی مانتا ہے اور آپ سے علومِ غیبیہ کی کلیتًا مطلقاً نفی بھی کرتا ہے۔ علماء کی تصریحات کے مطابق نبوت اور اخبارِ غیبیہ لازم و ملزوم ہیں، جن میں سے ایک کا انکار دوسرے کے انکار کو مستلزم ہے۔ چنانچہ امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

''فالنبوة.....ماخوذة من النبأ وهو الخبر والمعنٰی ان اللّٰه تعالٰی اطلعه علٰی غیبیه''۔

(الشفا، فصل: فی النبوۃ والرسالۃ والوحی، صفحہ ۱۵۵، دار ابن حزم)

(ترجمہ:) ''(نبوت) غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے''۔

یہی عبارت علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں نقل فرمائی ہے اور المنجد جو لغت کی مستند کتاب ہے، اس میں بھی لفظ نبی کا یہی ترجمہ لکھا ہے۔

اسی لیے امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلی علیہ الرحمۃ کا اس آیت کریمہ میں لفظ ''النبی'' کا ترجمہ یوں کیا: ''غیب کی خبریں دینے والے''۔

پانچواں نکتہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''الامّی'' قرار دیا۔

لفظ ''اُمّی''، ''اُمّ'' سے ہے۔ ''ام'' کا معنی ہے: ماں۔ ماں اپنی تمام اولاد کی اساس و بنیاد ہوتی ہے اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امّی اس لیے قرار دیا گیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام کائنات کی اصل اور اس کی اساس ہیں۔ اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو کائنات پیدا نہ کی جاتی۔ سو چونکہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کائنات تخلیق فرمائی ہے اور آپ وجہِ تخلیق کائنات اور باعثِ موجودات ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ نے امّی کے لقب سے نوازا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امّی قرار دینے کی کہ امّی اسے کہتے ہیں کہ جو ساری زندگی اسی حالت میں رہے، جس حالت میں وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، نہ مکتب جائے، نہ مدرسہ جائے، نہ کسی کے آگے زانوئے تلمذ طے کرے، نہ کسی سے لکھنا، پڑھنا سیکھے بلکہ ساری زندگی ماں کے بطن سے پیدا ہونے والی حالت میں رہے، اوروں کے لیے امّی ہونا باعثِ نقص ہوسکتا ہے لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امّی ہونا باعثِ نقص نہیں، باعثِ کمال ہے۔ بلکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر امّی نہ ہوتے تو یہ بات آپ کے لیے نقص اور عیب کو موجب بنتی۔ اور وہ اس طرح کہ اگر آپ کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ

طے کرتے یا آپ کسی سے علمی استفادہ کرتے تو استاذ کا مرتبہ آپ سے زیادہ ہوتا' آپ اس کے علم وحکمت میں محتاج ہوتے اور اس استاد کا آپ پر احسان ہوتا' پھر جب پوری دنیا میں اور آفاقِ عالم میں آپ کے ذریعے علم ومعرفت کا نور پھیلتا تو کہنے والے یہ بھی کہہ دیتے کہ اس میں آپ کا کوئی حسن وکمال نہیں بلکہ جس سے آپ نے علم حاصل کیا ہے اور استفادہ کیا ہے' دراصل یہ اس استاد کے فیضِ علم اور فیضِ تربیت کا کمال ہے۔ سو اس طرح حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نقص کی نسبت کی جاتی' اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود علوم میں تبحر عطا فرمایا' حکمت کے ذخائر عطا فرمائے' اسرار ورموز' معارف و لطائف اور حقائق ودقائق کی براہِ راست خود تعلیم عطا فرمائی' اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خود اخلاقی تربیت فرمائی' محاسن وفضائل سے مزین فرمایا' آداب سکھائے اور ہر جہت سے کمال' شمائل اور خصائل عطا فرما کر اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری کائنات بشمول انبیاء' مرسلین اور ملائکہ کا معلم ومربی بنایا۔ منشاءِ ایزدی یہی تھا کہ میرا محبوب اپنے علم' فضل' معرفت اور کمال میں مخلوق کا نہیں بلکہ صرف میرا محتاج رہے' باقی مخلوق پر میرے حبیب کا احسان ہو مگر میرے حبیب پر مخلوق کا نہیں بلکہ صرف میرا احسان رہے تاکہ کوئی میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال پر انگشت نمائی اور تنقید نہ کر سکے۔ اس مضمون کو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا○'' (النساء:۱۱۳)

(ترجمہ:) ''اور اللہ نے تم پر کتاب وحکمت اتاری اور تمہیں ہر اس شے کا علم دے دیا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے○''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○'' (الرحمٰن:۲-۱)

(ترجمہ:) ''رحمٰن نے○ (اپنے حبیب کو) قرآن سکھایا○''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ○'' (القیامہ:۱۹تا۱۶)

(ترجمہ:) ''تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو○ بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے○ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو○ پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے○''۔

حدیث پاک میں ہے:

''عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ادّبنی ربی فاحسن

Marfat.com

تادیبی ''۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث:۳۱۰' کنز العمال:۳۱۸۹۵)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا' سو اچھا ادب سکھایا''۔

معلوم ہوا کہ یہ لفظ ''امّی ''حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم منقبت اور فضیلت پر مشتمل ہے۔

چھٹا نکتہ: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر '' کہ وہ محبوب انہیں نیکیوں کا حکم دیں گے اور بُرائی سے منع فرمائیں گے۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی صفت کو قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ایک بہت جامع الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

''وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ'' ۔ (الاحزاب:۴۶)

(ترجمہ:) ''وہ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے ہیں''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو نیک اعمال' عبادات اور افعالِ صالحہ کی ترغیب وتشویق دلائی اور ہر ایسے کارِ خیر پر عمل کا جذبہ وداعیہ دیا جس میں ہماری دارین کی فلاح وصلاح ہے' اس کے بالمقابل' منکرات' سیئات اور اعمالِ قبیحہ کی مذمت فرمائی اور ان سے اجتناب واحتراز کا حکم دیا یہاں تک کہ برائیوں کے دواعی اور محرمات کا بھی سدِّ باب اور استیصال فرمایا' اور صرف اپنی زبان سے ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں فرمایا بلکہ اپنے عمل سے' اپنے اسوہ سے اور جہاد بالسیف کے ذریعے بھی اللہ جل مجدہ کے دین کا نفاذ فرمایا۔

ساتواں نکتہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبائث'' ۔

(ترجمہ:) ''کہ وہ ان پر پاکیزہ چیزیں حلال کریں گے اور گندی چیزیں حرام کریں گے''۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حرام اور حلال کرنے کی نسبت' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی کی جا سکتی ہے۔ لاریب کہ درحقیقت حرام اور حلال کرنے والی ذات اللہ جل مجدہ کی ذات ہے' لیکن اس نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تشریع کا یہ منصب عطا فرمایا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ کا حرام یا حلال کرنا اصالۃً ہے اور اسے کسی سے اذن یا اجازت کی ضرورت ہے۔ ''واللّٰہ یحکم لا معقب لحکمہ ''جبکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلال یا حرام ٹھہرانا نیابۃً ہے اور اللہ جل مجدہ کے دیئے ہوئے اذن اور اس کی اجازت کے ساتھ ہے۔ نیز اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف جب حرمت یا حلت کی اسناد کی جائے گی تو وہ اسناد حقیقی ہوگی اور جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حلت یا حرمت کی اسناد کی جائے گی تو وہ اسناد مجازی ہوگی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس منصب پر قرآن کی یہ آیت بھی دلیل ہے:

''وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ'' ۔ (التوبہ:۲۹)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''اور وہ (کفار) حرام نہیں ٹھہراتے اسے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے''۔

کئی احادیث میں بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس منصب کو بیان فرمایا ہے:

''عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ان ابراھیم حرم مکۃ وانی حرمت المدینۃ ما بین لابتیھا لا یقطع عضاھھا ولا یصاد صیدھا''

(صحیح مسلم، کتاب: الحج، باب: فضل المدینۃ ودعا النبی علیہ السلام فیھا بالبرکۃ، رقم الحدیث:۱۳۶۲) (سنن نسائی کبریٰ رقم الحدیث:۴۲۷۹، مسند احمد:۱۵۷۳۔۱۶۰۶، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۶۹۹، شرح معانی الآثار جلد۴ صفحہ۱۹۱، سنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث:۹۷۴۱)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیا ہوں، مدینہ کی دونوں پتھریلی اطراف کے درمیان کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ کسی جانور کا شکار کیا جائے گا''۔

نیز امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حدیث روایت کی:

''عن المقدام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : الاھل عسٰی رجل یبلغہ الحدیث عنی وھو متکیٔ علیٰ اریکتہٖ فیقول: بیننا وبینکم کتاب اللّٰہ فما وجدنا فیہ حلالا استحللناہ وما وجدنا فیہ حراما حرمناہ وان ما حرم رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما حرم اللّٰہ''۔

(سنن الترمذی، کتاب: العلم، باب: ماذکر عنہ ان یقال عند حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:۲۶۶۴) (سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب: تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:۱۲) (مسند احمد:۱۷۲۳۳، سنن الدارمی:۵۸۶، سنن دار قطنی:۶۳، المستدرک:۳۱، السنن الکبریٰ للبیہقی:۱۳۲۲۰)

(ترجمہ:) ''حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو! عنقریب ایک آدمی کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے، ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے، اسے حرام سمجھیں گے، جبکہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی شے کو حرام قرار دینا بھی اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی طرح ہے''۔

نیز امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

''عن ابی امامۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: لولا انی اخاف ان اشق علیٰ امتی لفرضتہ لھم''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب: الطہارۃ، باب: ثواب الطھور، رقم الحدیث:۲۸۹، دارالسلام، ریاض)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے اپنی

Marfat.com

اُمت کی مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنی اُمت پر مسواک کرنا فرض کر دیتا''۔

تشریعی اُمور میں اختیارات

اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: ''یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث'' کہ میرا محبوب ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال ٹھہرائے گا اور گندی چیزیں حرام۔

حلت اور حرمت کے جو احکام منصوص نہیں' اس میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیار عطا کیا گیا ہے کہ حضور اقدس جس کام کو چاہیں اپنی اُمت پر فرض فرما دیں اور جس کام کو چاہیں اپنی اُمت پر حرام فرما دیں۔ اسی طرح جو احکام منصوص ہیں اور نصوص میں ان کی حلت و حرمت بیان فرمائی گئی ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اختیار عطا فرمایا گیا ہے کہ سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ان منصوص احکام کے عموم و اطلاق سے کسی کو مخصوص و مستثنیٰ کر دیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن کے کسی حکم کو کلیتًا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم نہیں کر سکتے' لیکن یہ اختیار عطا فرمایا گیا کہ اس عمومی حکم سے کسی کو مستثنیٰ فرما دیں۔ سرکار اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اختیار کو تشریعی اختیارات کہا جاتا ہے۔ اس عقیدہ کے اثبات پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ' ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخص لعبد الرحمٰن بن عوف والزبیر رضی اللّٰہ تعالیٰ فی قمیص من حریر من حکۃ کانت بھا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الجہاد' باب: الحریر فی الحرب' رقم الحدیث: ۲۷۶۲) (صحیح مسلم' کتاب: اللباس والزینۃ' باب: اباحۃ لبس الحریر للرجل' رقم الحدیث: ۲۰۷۶) (سنن النسائی' کتاب: الزینۃ' باب: الرخصۃ فی لبس الحریر' رقم الحدیث: ۵۳۱۰) (سنن نسائی الکبریٰ رقم الحدیث: ۹۶۳۵' مسند ابویعلی: ۳۲۴۹' مسند الطیالسی: ۱۹۷۲' مسند ابوعوانہ: ۸۵۲۶' سنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۸۶۹)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ریشمی قمیص پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی کیونکہ ان دونوں حضرات کے جسم پر خارش تھی''۔

(۲) ''عن البراء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: ذبح ابو بردۃ قبل الصلوٰۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ابدلھا قال: لیس عندی الا جذعۃ قال: شعبۃ: واحبسہ قال: ھی خیر من مسنۃ قال: اجعلھا مکانھا ولن تجزی عن احد بعدك''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الاضاحی' باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابی بردۃ بالجذع من المعز ولن تجزی عن احد بعدک' رقم الحدیث: ۵۲۳۷' وفی باب: الذبح بعد الصلوٰۃ' رقم الحدیث: ۵۲۴۰) (صحیح مسلم' کتاب: الاضاحی' باب: وقتہا' رقم الحدیث: ۱۹۶۱) (سنن النسائی' کتاب: صلاۃ العیدین' باب: الخطبۃ یوم العید' رقم الحدیث: ۱۵۶۳) (مسند احمد: ۱۸۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۰۶' شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۷۲' سنن الکبریٰ: ۶۰۵۷' المعجم الاوسط: ۱۱۵۸)

(ترجمہ:) ''حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بردہ نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو ان سے

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے بدلے دوسری قربانی دو۔ وہ عرض گزار ہوئے کہ میرے پاس تو ایک چھ مہینے کا بچہ ہے۔ شعبہ کا قول ہے کہ میرے خیال میں انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ وہ ایک سال کی بکری سے بہتر ہے' تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کی جگہ اسی کی قربانی دے دو لیکن تمہارے سوا کسی اور کے لیے ایسا کرنا کافی نہ ہوگا''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''ان المرجع من الاحکام انما ھو الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانہ قد یخص بعض امتہ بحکم ویمنع غیرہ منہ ولو کان بغیر عذر''۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۴' دار الکتب العلمیہ)

(ترجمہ:) ''اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ احکام کا مرجع' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جس اُمتی کو چاہیں کسی حکم سے خاص فرما دیں اور اسی حکم سے دوسرے کو منع فرما دیں' اگرچہ کوئی عذر بھی موجود نہ ہو''۔

(۳) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی حاضر بارگاہ ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا' فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ عرض کیا کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں' تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں آزاد کرنے کے لیے ایک گردن میسر ہے؟ عرض کیا: نہیں! فرمایا: کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض گزار ہوا: نہیں! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں! پس حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے اور ہم وہیں تھے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عرق پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں' فرمایا: سائل کہاں ہے؟ وہ عرض گزار ہوا کہ میں حاضر ہوں' آپ علیہ السلام نے فرمایا: انہیں لے جا کر خیرات کر دو' وہ آدمی عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! کیا اپنے سے بھی زیادہ غریب پر؟ خدا کی قسم! ان دو سنگلاخ میدانوں کے درمیان کوئی گھر والے ایسے نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ غریب ہوں۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ پچھلے دانت مبارک نظر آنے لگے' پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اطعمہ اھلک''

(ترجمہ:) ''جاؤ اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو''۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: زہری نے اس روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

''وانما کان ھذا رخصۃ لہ خاصۃ فلو ان رجلا فعل ذلک الیوم لم یکن لہ بدون التکفیر''۔

(ترجمہ:) ''یہ رخصت (حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے) اس آدمی کے لیے خاص تھی' پس آج اگر کوئی آدمی اس طرح روزہ توڑے تو اس کے لیے کفارہ ادا کرنا واجب ہے''۔

Marfat.com

(صحیح بخاری، کتاب: الصوم، رقم الحدیث:۱۸۳۴، وفی کتاب: کفارات الایمان، باب: متی تجب الکفارۃ علی الغنی والفقیر، رقم الحدیث:۶۳۳۱) (صحیح مسلم، کتاب: الصیام، باب: تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان، رقم الحدیث:۱۱۱) (سنن الترمذی، کتاب: الصوم، باب: ماجآء فی کفارۃ الفطر، رقم الحدیث:۷۲۴) (سنن ابوداؤد، کتاب: الصوم، باب: کفارۃ من اتی اھلہ من رمضان، رقم الحدیث:۲۳۹۰) (سنن ابن ماجہ، کتاب: الصیام، باب: ما جآء فی کفارۃ من افطر یوما من رمضان، رقم الحدیث:۱۶۷۷) (السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۳۱۱۷، مسند احمد:۷۲۸۸)

(٤) ''عن سهل بن سعد رضی الله تعالیٰ عنه قال: اتت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرأة فقالت: انها قد وهبت نفسها لله ولرسوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: مالی فی النسآء من حاجة فقال رجل: زوجنیها قال: اعطها ثوبا، قال: لا اجد، قال: اعطها ولو خاتما من حدید فاعتل له فقال: ما معك من القرآن؟ قال کذا وکذا، قال: فقد زوجتکها بما معك من القرآن''۔

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل القرآن، باب: خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، رقم الحدیث:۴۷۴۱، وفی باب: القراءۃ عن ظھر القلب، رقم الحدیث:۴۷۴۲) (صحیح مسلم، کتاب: النکاح، باب: الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن، رقم الحدیث:۱۴۲۵) (سنن الترمذی، کتاب: النکاح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:۱۱۱۴) (سنن ابوداؤد، کتاب: النکاح، باب: فی التزویج علی العمل یعمل، رقم الحدیث:۲۱۱۱) (سنن النسائی، کتاب: النکاح، باب: ذکر امر رسول اللہ، رقم الحدیث:۲۳۰۰) (سنن ابن ماجہ، کتاب: النکاح، باب: صداق النسآء، رقم الحدیث:۱۸۸۹) (مؤطا امام مالک:۱۰۹۶، مسند شافعی جلد ا صفحہ ۲۴۷، مسند احمد:۲۲۸۵۰)

(ترجمہ:) ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں ایک عورت حاضر ہو کر کہنے لگی کہ (یارسول اللہ!) بے شک میں اپنی جان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہبہ کرتی ہوں۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے عورتوں کی حاجت نہیں! تو ایک شخص عرض گزار ہوا: اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پھر تمہارے پاس اسے دینے کے لیے کپڑے ہیں؟ اس نے عرض کیا: میرے پاس تو کچھ نہیں، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اسے کچھ نہ کچھ دو خواہ وہ لوہے کا چھلا ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے اس سے بھی اپنی معذوری ظاہر کی تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا: تجھے قرآن کتنا یاد ہے؟ وہ عرض گزار ہوا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں آتی ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے تمہارے قرآن مجید کے عوض اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا ہے''۔

(٥) ''عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: خطبنا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: ایها الناس، قد فرض الله علیکم الحج فحجوا فقال رجل: اکل عام یا رسول الله فسکت حتی قالها ثلاثا، فقال: لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم، ثم قال: ذرونی ما ترکتکم، فانما هلك من کان قبلکم بکثرة سؤالهم واختلافهم علیٰ انبیاء هم فاذا امرتکم بشیء فاتوا منه ما استطعتم واذا نهیتکم عن شیء

Marfat.com

فدعوه''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الحج' باب: فرض الحج مرة فی العمر' رقم الحدیث:۱۳۳۷) (سنن الترمذی' کتاب: الحج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب: ماجاء کم فرض الحج' رقم الحدیث:۸۱۴) (سنن النسائی' کتاب: مناسک الحج' باب: وجوب الحج' رقم الحدیث:۲۶۱۹) (سنن ابن ماجہ' کتاب: المناسک' باب: فرض الحج' رقم الحدیث:۲۸۸۴) (صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۲۵۰۸)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے' پس حج کیا کرو۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش رہے یہاں تک کہ تین مرتبہ اس نے یہی عرض کی' اس کے بعد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) حج فرض ہو جاتا اور پھر تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا: میری اتنی ہی بات پر اکتفاء کیا کرو جس پر تمہیں چھوڑ دوں' اس لیے کہ تم سے پہلے لوگ زیادہ سوال کرنے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے کی بناء پر ہلاک ہوئے تھے' لہٰذا جب میں تمہیں کسی شے کا حکم دوں تو بقدرِ استطاعت اسے بجالاؤ اور جب کسی شے سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو''۔

(٦) ''عن ام عطية رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: لما نزلت هذه الآيه (يبايعنك على ان لا يشركن باللّٰه شيئا) (ولا يعصينك فی معروف) (الممتحنة) قالت: كان منه النياحة قالت: فقلت: يا رسول اللّٰه' الا آل فلان فانهم كانوا اسعدونی فی الجاهليه فلا بد من ان اسعدهم فقال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الا آل فلان''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الجنائز' باب: التشدید فی النیاحۃ' رقم الحدیث:۹۳۶) (سنن نسائی الکبریٰ:۱۱۵۸۷' مسند احمد:۲۰۸۱۵' صحیح ابن حبان ۳۱۴۵' المستدرک:۱۴۱۴' الآحاد والمثانی للشیبانی:۳۳۳۳' مسند ابن راھویہ:۱۷' سنن الکبریٰ للبیہقی:۶۸۹۸)

(ترجمہ:) ''حضرت اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''مؤمن عورتیں اس بات پر آپ کی بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور امر شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی'' ان باتوں میں سے ایک بات کسی پر نوحہ اور بین کرنا بھی تھا' تو حضرت اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) میں سوائے فلاں قبیلہ کے کسی پر نوحہ نہیں کروں گی (اس کی مجھے رخصت عطا کر دی جائے) کیونکہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کرنے میں تعاون کیا تھا' پس میرے لیے ضروری ہے کہ میں ان کے ساتھ تعاون کروں' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (انہیں خصوصی اجازت عطا کرتے ہوئے فرمایا: سوا اس قبیلہ کے (باقی میں اجازت نہیں)''۔

(٧) ''عن ابی سعيد رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: يا

Marfat.com

علی! لا یحل لاحد یجنب فی هذا المسجد غیری وغیرك ۔ قال علی بن المنذر: قلت لضرار بن مرد: ما معنٰی هذا الحدیث؟ قال: لا یحل لاحد یستطرقه جنبا غیری وغیرك''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب: مناقب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم' رقم الحدیث:۳۷۲۷) (مسند البزار:۱۱۹۷' مسند ابویعلی:۱۰۴۲' السنن الکبریٰ للبیہقی:۱۳۱۸۱)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ کسی کو جائز نہیں کہ حالت جنابت میں اس مسجد میں رہے۔ امام علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن مرد سے اس کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ حصور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ حالت جنابت میں کوئی اس مسجد کو بطور راستہ استعمال نہیں کرسکتا''۔

(۸) ''حضرت عمارہ بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے' نے انہیں بتایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اعرابی سے گھوڑا خریدا' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ساتھ لے کر چلے تاکہ گھوڑے کی قیمت اسے ادا کر دی جائے' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی جلدی چل رہے تھے اور اعرابی آہستہ آہستہ' پس اعرابی کو چند حضرات ملے' جو اس سے گھوڑے کا سودا کرنے لگے اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا سودا کر چکے ہیں' چنانچہ اعرابی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز دیتے ہوئے عرض کیا: آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اسے فروخت کرتا ہوں۔ پس اعرابی کی یہ آواز سن کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام فرما ہو گئے اور فرمایا: کیا میں نے اسے تم سے خرید نہیں لیا ہے؟ اعرابی نے کہا: خدا کی قسم! میں نے تو آپ کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے تو تم سے خرید لیا ہے۔ اعرابی نے کہنا شروع کر دیا: اچھا تو گواہ لے آیئے! حضرت خزیمہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے یہ خریدا ہے' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کس بنیاد پر گواہی دیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو سچا جانتے ہوئے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی تو خدا کے ہونے کا ہمیں پتہ دیا) تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر کر دیا''۔

(سنن ابوداؤد' کتاب: الاقضیۃ' باب: اذا علم الحاکم صدق الشاهد الواحد یجوز ان یحکم بہ' رقم الحدیث:۳۶۰۷) (سنن النسائی' کتاب: البیوع' باب: التسہیل فی ترک الاشہاد علی البیع' رقم الحدیث:۴۶۴۷) (سنن النسائی الکبریٰ:۶۲۴۳' مسند احمد:۲۱۹۳۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۵۵۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۲۹۳۳' المستدرک:۲۱۸۷' شرح معانی الآثار جلد۴ صفحہ۱۴۶' السنن الکبریٰ للبیہقی:۱۳۱۸۲' المعجم الکبیر للطبرانی:۹۴۶)

(۹) **''عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما' ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: احلت لکم میتتان ودمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال''۔**

Marfat.com

(سنن ابن ماجۃ' کتاب: الاطعمۃ' باب: الکبد والطحال' رقم الحدیث:۳۳۱۴) (مسند شافعی جلد ا صفحہ ۳۴۰' مسند احمد:۵۷۲۳' سنن الکبریٰ للبیہقی:۱۱۲۸' شعب الایمان:۵۶۲۷)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کر دیئے گئے ہیں' دو مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے دو خون تو وہ کلیجی اور تلی ہیں''۔

(۱۰) ''عن خزیمة بن ثابت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: جعل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للمسافر ثلاثا ولو مضی السائل علیٰ مسالته لجعلها خمسا''۔

(سنن ابن ماجۃ' کتاب: الطہارۃ وسننہا' باب: ماجآء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر' رقم الحدیث:۵۵۳) (مسند احمد:۲۱۹۲۰' صحیح ابن حبان:۱۳۲۹' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۸۶۴' مصنف عبدالرزاق:۸۹۰' سنن الکبریٰ للبیہقی:۱۲۳۴' المعجم الکبیر:۳۷۵۰)

(ترجمہ:) ''حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر کے لیے (موزوں پر مسح کی مدت کے لیے) تین روز مقرر فرمائے ہیں اور اگر سائل درخواست کرتا رہتا تو شاید آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پانچ روز مقرر فرما دیتے''۔

صحیح ابن حبان کی روایت میں یہ لفظ بھی آئے ہیں:

''ولو استزدناه لزادنا''۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۱۳۳۲)

(ترجمہ:) ''حضرت خزیمہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم حضور اقدس علیہ السلام سے موزوں پر مسح کی مدت میں اضافے کا عرض کرتے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مدت میں اضافہ فرما دیتے''۔

یہ حدیث صراحۃً بتا رہی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ آپ احکامِ شرعیہ میں باذن اللہ تعالیٰ مختار ہیں' اگر وہ مختار نہ سمجھتے تو حضرت خزیمہ یہ کبھی نہ فرماتے کہ ہم حضور سے اضافہ کا عرض کرتے تو آپ اضافہ فرما دیتے۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالم آج موزوں پر مسح کی مدت میں اضافہ نہیں کر سکتا جبکہ صحابہ کا نظریہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اضافہ فرما سکتے ہیں' جو اس نظریہ کی صحت وحقانیت کی بین دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احکامِ شرعیہ میں ماذون ومختار بنایا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین!

(۱۰) ''عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما' انه سمع رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول عام الفتحِ وهو بمکة: ان اللّٰہ ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام''۔

(صحیح بخاری' کتاب: البیوع' باب: بیع المیتۃ والاصنام' رقم الحدیث:۲۲۳۶) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۴۲۹۶_۴۶۳۳) (صحیح مسلم' کتاب: المساقاۃ' باب: تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام' رقم الحدیث:۴۰۲۴) (سنن ابوداؤد' کتاب: البیوع' باب: فی ثمن الخمر والمیتۃ' رقم الحدیث:۳۴۸۶) (سنن الترمذی' کتاب: البیوع' باب: ماجآء فی بیع جلود المیتۃ والاصنام' رقم الحدیث:۱۲۹۷) (سنن النسائی' کتاب: الفرع' باب:

النہی عن الانتفاع بشحوم المیتۃ' رقم الحدیث:۴۲۶۷) (سنن ابن ماجۃ' کتاب: التجارات' باب: ما لا یحل بیعہ' رقم الحدیث:۲۱۶۷) (مسند احمد جلد۳ صفحہ۳۲۶' صحیح ابن حبان:۲۲۳۶)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے سال فرماتے ہوئے سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تھے: بے شک اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب' مردار' خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے''۔

(۱۱) ''عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: لما فتح الله علیٰ رسوله مكة اقام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فيهم فحمد الله واثنیٰ عليه ثم قال: ان الله حبس عن مكة الفيل وسلّط عليها رسوله والمؤمنين وانما احلت لی ساعة من النهار ثم هی حرام الیٰ يوم القيامة لا يعضد شجرها ولا ينفر صيدها' ولا تحل لقطتها الا لمنشد فقام عباس وقال: يا رسول الله! الا الاذخر فانه لقبورنا وبيوتنا' فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : الا الاذخر هذا لفظ لابی داؤد''۔

(صحیح بخاری' کتاب: العلم' باب: کتابۃ العلم' رقم الحدیث:۱۱۲' اطراف الحدیث:۲۴۳۴۔۶۸۸۰) (صحیح مسلم' کتاب: الحج' باب: تحریم مکۃ صیدھا' رقم الحدیث:۳۲۹۲) (سنن ابوداؤد' کتاب: المناسک' باب: تحریم حرم مکۃ' رقم الحدیث:۲۰۱۷) (سنن النسائی' کتاب: القسامۃ' باب: ہل یؤخذ من قاتل العمد الدیۃ اذا عفا' رقم الحدیث:۴۷۹۹۔۴۸۰۰) (سنن ابن ماجۃ' کتاب: الدیات' باب: من قتل لہ قتیل فھو بالخیار بین احدی ثلاث' رقم الحدیث:۲۶۲۴) (مسند ابوعوانہ: جلد۴ صفحہ۴۴' صحیح ابن حبان:۳۷۱۵' سنن دارقطنی جلد۳ صفحہ۹۶' سنن بیہقی جلد۸ صفحہ۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی:۵۸۵۵' سنن دارمی:۲۶۰۰' مسند احمد:۷۲۴۲)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے مکہ کو فتح کر دیا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے' اللہ جل مجدہ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور اپنے رسول اور مؤمنین کو اس پر مسلط فرمایا' یہ مکہ صرف میرے لیے دن کی ایک گھڑی کے لیے حلال ہوا' پھر یہ حرام ہے قیامت کے دن تک' نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا' نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا' نہ اس کی گری ہوئی چیز اُٹھائی جائے گی سوائے اعلان کرنے والے کے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ماسوا اذخر (گھاس) کے (کہ اس کی خصوصی اجازت عطا فرمائی جائے)' کیونکہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں کے لیے استعمال کرتے ہیں' تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ماسوا اذخر کے (یعنی اس کی اجازت ہے)''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریع میں اختیارات کے متعلق چند علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابن تیمیہ نے لکھا:

''وقد اقام اللّٰہ تعالٰی مقام نفسہ فی امرہ ونھیہ واخبارہ وبیانہٖ'' ۔ (الصارم المسلول جلد ا صفحہ ۴۱)

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے امر اور نہی' اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے''۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

''ان للشارع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یبیح ما شاء لقوم ویحرمہ علٰی قوم آخرین'' ۔

(کتاب المیزان' فصل: قال المحققون' جلد ا صفحہ ۷۰)

(ترجمہ:) ''شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ہے کہ جو چاہیں کسی قوم کے لیے مباح کر دیں اور اس کو دوسری قوم پر حرام کر دیں''۔

یہی امام شعرانی فرماتے ہیں:

''فان ما فرضہ اللّٰہ تعالٰی اشد مما فرضہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ذات نفسہ'' ۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ جلد ا صفحہ ۱۲۴)

(ترجمہ:) ''جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا' وہ اس سے زیادہ اہم ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے فرض قرار دیا ہے''۔

امام احمد قسطلانی' شارح بخاری فرماتے ہیں:

''خصوصیۃ لہ لا تکون لغیرہ اذ کان لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یخص من شآء بما شآء من الاحکام''

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری) (المواھب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

(ترجمہ:) ''شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا کی ہے جس میں دوسرے کا حصہ نہیں' اس لیے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں' جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں''۔

محقق علی الاطلاق' شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''احکام مفوض است بآں حضرت ہر چہ خواکند وہر چہ خوانکند ہر کرا خواہد تخصیص نماید'' ۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۱۲۳)

(ترجمہ:) ''احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مفوض ہیں جو چاہیں حکم دیں' جو چاہیں نہ دیں اور جس کو چاہیں جس حکم سے خاص فرمالیں''۔

یہی بات حضرت شیخ نے مدارج النبوۃ میں بھی فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۹۳)۔

شارح صحیح مسلم' علامہ نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''للشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یخص من العموم ماشآء'' ۔ (شرح صحیح مسلم)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہیں خاص فرما دیں''۔

محقق احناف' ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''عد ائمتنا من خصائصه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه یخص من شآء بماشآء لجعله شهادة خزیمة بن ثابت بشهادتین رواه البخاری و کترخیصه فی النیاحة لام عطیة'' . (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۵۰)

(ترجمہ:) ''ہمارے ائمہ نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے یہ گنا ہے کہ آپ کو یہ اختیار تھا کہ جس کو جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں' جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی دو کے قائم مقام فرما دی (بخاری) اور جیسے کہ اُم عطیہ کو خاص جگہ نوحہ کی اجازت بخشی''۔

آٹھواں نکتہ: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ویضع عنهم اصرهم والاغلٰل التی کانت علیهم'' .

(ترجمہ:) ''یعنی وہ (رسولِ معظم) ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے' اُتارے گا''۔

''اصر'' سے مراد وہ سخت تکالیف ہیں جو سابقہ اُمتوں کو دی گئیں مگر اس اُمت کو اس سے محفوظ رکھا گیا ہے' جیسے توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا اور جن اعضاء سے گناہ صادر ہوں ان کو کاٹ ڈالنا۔ اور ''اغلال'' سے مراد وہ احکامِ شاقہ ہیں جو پچھلی اُمتوں کو دیئے گئے لیکن اس اُمت کو ان حوارج اور محن سے محفوظ فرما لیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

''وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط'' . (الحج:۷۸)

(ترجمہ:) ''اور اللہ نے دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں فرمائی''۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

''يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ'' . (البقرہ:۱۸۵)

(ترجمہ:) ''اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور وہ تم پر دشواری نہیں چاہتا''۔

جیسے سابقہ اُمتوں کے لیے یہ حکم تھا کہ ان کے بدن اور کپڑے کے جس حصہ پر نجاست لگے تو وہ حصہ دھونے سے پاک نہیں ہوگا' بلکہ اسے قینچی سے کاٹنا ہوگا جبکہ اس اُمت کے لیے یہ آسانی ہے کہ کپڑے یا بدن پر نجاست لگ جائے تو کاٹنے کا حکم نہیں بلکہ یہ دھونے کا حکم ہے۔ اسی طرح سابقہ اُمتوں کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا بلکہ اگر وہ مال قبول ہوتا تو آسمان سے سفید آگ آ کر اسے جلا دیتی اور اگر قبول نہ ہوتا تو آگ آ کر نہ جلاتی۔ ظاہر ہے کہ اس میں بڑی مشقت تھی' اس لیے کہ ایک تو وہ مال سے انتفاع نہیں لے سکتے تھے' دوسرا قبول نہ ہونے کی صورت میں ان کی ذلت و رسوائی ہوتی کہ مالِ غنیمت بلکہ عمل قتال و جہاد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوا لیکن اس اُمت کے لیے یہ حکم نہیں بلکہ انہیں یہ حکم ہے۔

''فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا'' . (الانفال:۶۹)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''پس تم غنیمت کا مال حلال اور طیب سمجھ کر کھاؤ''۔

سو اس اُمت کے لیے نہ صرف مالِ غنیمت حلال ہوا بلکہ اس اُمت کو محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے خذلان اور ذلت سے بھی محفوظ فرما لیا گیا۔ اسی طرح سابقہ اُمم میں سے کوئی گناہ کرتا تو وہ گناہ اس کے مکان کے باہر لکھ دیا جاتا جس سے اس بندے کی رسوائی ہوتی لیکن اس اُمت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت کے پردوں سے ڈھانپ دیا اور ان کے گناہ ظاہر نہ فرمائے۔

اب قرآن کا یہ بیان پڑھیں کہ ''ویضع عنهم اصرهم والاغلٰل التی کانت علیهم'' کہ میرا محبوب ان سے بھاری بوجھ اور گلے کے وہ پھندے جو ان پر تھے' اُتار دے گا۔ یہاں بڑا اہم نکتہ قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ بھاری بوجھ اور گلے کے پھندے اُتار دینا یقیناً ایک بہت بڑا نفع ہے اور قرآن فرماتا ہے کہ میرے محبوب نے یہ بوجھ اور پھندے تم سے اتارے۔ یعنی تمہیں یہ عظیم نفع میرے محبوب نے پہنچایا اور ظاہر ہے کہ یہ نفع صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مختص نہیں تھا بلکہ تاقیامت پوری اُمت کے لیے یہ نفع عام ہے اور یہ نفع عظیم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری اُمت کو پہنچایا ہے' اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ جل مجدہ کی توفیق سے اپنی پوری اُمت کے مددگار اور پوری اُمت کے لیے نافع ہیں۔ سو جو بدبخت حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلقاً نافع اور مددگار ہونے کا انکار کرتا ہے' وہ قرآن کی اس آیت کریمہ کی کیا توجیہ اور تاویل کرے گا' جس میں اشارۃً آپ کو پوری اُمت کے لیے نافع اور مددگار بتایا گیا ہے۔ یقیناً حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی اُمت کو کوئی نفع نہیں پہنچایا' اس آیت کریمہ کے انکار کو مستلزم ہے۔ چنانچہ علامہ صاوی مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''فهو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الدلیل الشفیع المشفع جعل اللّٰه تعالٰی مفاتیح خزائنه بیده فمن زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاحاد الناس لا یملك شینا اصلا ولا نفع به لا ظاهرًا ولا باطنًا فهو کافر خاسر الدنیا والاٰخرة''۔ (تفسیر صاوی جلد ا صفحہ ۱۵۸)

(ترجمہ:) ''حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام دلیل شفیع اور مشفع ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی کنجیاں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرما دی ہیں' تو جس نے یہ گمان کیا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام عام لوگوں کی طرح ہیں' کسی چیز کے مالک نہیں اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی نفع نہیں' نہ ظاہری اور نہ باطنی' تو وہ کافر ہے اور دنیا و آخرت میں نقصان اُٹھانے والا ہے''۔

نوٹ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باذن اللہ تعالیٰ نافع ہونے پر مزید دلائل اور مزید وضاحت راقم الحروف کی کتاب ''نجدیوں کی بے باکیاں'' ضرور مطالعہ فرمائیں۔

نواں نکتہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○'' (الاعراف: ۱۵۷)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''تو وہ جو ان پر ایمان لایا اور انہوں نے ان کی تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا تو وہی کامیاب ہیں O''

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان والوں کی نسبت اور تعلق کے چار مراتب، حسن ترتیب کے ساتھ بیان فرمائے۔

پہلا مرتبہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ایمان کا ہے، جسے ''فالذین امنوا بہ'' کے ساتھ تعبیر فرمایا اور ایمان کا لفظ آپ علیہ السلام کے ساتھ محبت وعشق اور وارفتگی اور خود رفتگی کو متضمن ہے اور ایمان کا اقتضاء یہ ہے کہ آپ سے تمام مخلوق سے بڑھ کر محبت کی جائے۔ چنانچہ حدیث معروف میں ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم نے متفقاً روایت کیا:

''عن ابی هريرة وانس بن مالك قالا: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا يؤمن احدكم حتىٰ اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين''۔

(صحیح بخاری، کتاب: الایمان، باب: حب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الایمان، رقم الحدیث:۱۴۔۱۵، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:۱۶۸۔۱۶۹) (سنن نسائی، کتاب: الایمان، باب: علامۃ الایمان، رقم الحدیث:۵۰۲۴، دارالفکر، بیروت) (سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب: فی الایمان، رقم الحدیث:۶۷، دارالسلام، ریاض) (مسند احمد جلد۳ صفحہ۱۷۷) (سنن دارمی، کتاب: الرقاق، باب: لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ، رقم الحدیث:۲۷۷۵) (صحیح ابن حبان، کتاب: الایمان، باب: ذکر اطلاق اسم الایمان، رقم الحدیث:۱۷۹، دارالمعرفۃ، بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب: الایمان، رقم الحدیث:۷) (مسند ابوعوانہ جلد۱ صفحہ۳۳، مسند ابویعلی رقم الحدیث:۳۰۴۹، شعب الایمان رقم الحدیث:۱۳۷۴، شرح السنۃ رقم الحدیث:۲۲، المعجم الاوسط:۲۸۵۴)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

ایک اور حدیث میں ہے:

''عن انس رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان: ان يكون اللہ ورسوله احب اليه مما سواهما وان يحب المرء لا يحبه الا للہ وان يكره ان يعود فی الكفر كما يكره ان يقذف فی النار''۔

(صحیح بخاری، کتاب: الایمان، باب: حلاوۃ الایمان، رقم الحدیث:۶۱، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث، رقم الحدیث: ۶۰۴۱۔۶۹۴۱) (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: بیان خصال من اتصف بہن وجد حلاوۃ الایمان، رقم الحدیث:۱۶۵۔۱۶۶، دارالکتاب العربی، بیروت) (سنن الترمذی، کتاب: الایمان، باب: حدیث ثلاث من کن فیہ رقم الحدیث:۲۶۲۴، دارالمعرفۃ، بیروت) (قال ابوعیسیٰ: ھذا حدیث حسن

Marfat.com

صحیح) (سنن النسائی' کتاب: الایمان' باب: طعم الایمان وحلاوۃ الایمان' رقم الحدیث: ۴۹۹۷۔۴۹۹۸۔۴۹۹۹' دارالفکر' بیروت) (صحیح ابن حبان' کتاب: الایمان' باب: اثبات وجود حلاوۃ الایمان لمن احب قوماً للہ جل وعلا' رقم الحدیث: ۲۳۷۔۲۳۸' دارالمعرفہ' بیروت) (مسند احمد' مسند انس بن مالک' جلد ۵ صفحہ ۲۹۸' رقم الحدیث: ۱۲۳۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: الایمان' رقم الحدیث: ۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (مسند ابویعلیٰ: ۳۲۷۹' شعب الایمان: ۱۶۲۴)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا: (۱) یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو (۲) اور یہ کہ وہ شخص جس آدمی سے بھی محبت کرے صرف اللہ کیلئے محبت کرے (۳) اور یہ کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسندیدہ ہے''۔

دوسرا مرتبہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبت اور تعلق کا ایمان کے متصل بعد جو مرتبہ ہے وہ ادب' توقیر' تعظیم اور تعزیر کا ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں جو لفظ ''تعزّروہ'' ہے' اس میں ''ز'' پر تشدید ہے اور شد فعل کی شدت اور اس کے مبالغہ پر دلالت کرتی ہے' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف تعظیم وتوقیر کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ اس تعظیم میں شدت اور مبالغے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الشفا'' میں فرماتے ہیں:

''قال المبرد: تعزروہ ای تبالغوا فی تعظیمہ''۔ (الشفا صفحہ ۲۶۰' دارابن حزم' بیروت)

(ترجمہ:) ''مبرد نے کہا کہ ''تعزروہ'' کا معنی یہ ہے کہ تم میرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرو''۔

اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم میں ممکنہ حد تک مبالغہ کرنا چاہیے' اس لیے کہ مجرد تعظیم اور توقیر محض تو کسی عام آدمی کی بھی ہوتی ہے۔ تعظیم تو اولیاء' علماء اور حکمرانوں کی بھی ہوتی ہے' سو اگر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی مجرد تعظیم ہو تو نبی اور اُمتی کی تعظیم میں کیا فرق رہے گا؟ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو قرآن کے اسرار ورموز' معارف ودقائق اور منشاءِ ایزدی کے واقف وعارف تھے' انہوں نے بھی اس آیت کریمہ سے مجرد تعظیم نہیں سمجھی بلکہ تعظیم میں شدت اور مبالغہ سمجھی ہے اور انہوں نے عملاً تعظیم میں مبالغہ کر کے دکھایا بھی تھا' حالت نماز میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے صفیں توڑنا' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مصلّٰی چھوڑنا' اسی طرح حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کے پانی' آپ کے غسالہ مبارک یہاں تک کہ لعابِ دہن کو بھی زمین پر نہ گرنے دینا بلکہ اپنے ہاتھوں پر لے کر چہرے اور بدن سے مل لینا' مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند مبارک پر عصر کی نماز قربان کرنا' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آقا کریم علیہ السلام کی نیند مبارک پر جان تک نچھاور کر دینا' اور صحابہ کرام کا حالت نماز میں اپنے چہرے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پھیر دینا' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آوازوں کا پست کرنا' یہ سب آداب' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کی اشدیت اور اس کے مبالغے پر دلالت نہیں تو اور

کیا ہیں؟

یہاں ایک قلبی صدمے اور دلی افسوس کے ساتھ واقعہ قارئین کو بتانا چاہتا ہوں اور اس واقعہ پر تفصیلی گفتگو راقم الحروف نے اپنی کتاب ''نجدیوں کی بے باکیاں'' میں کی ہے لیکن یہاں موقع کی مناسبت سے واقعہ جو میری اپنی آپ بیتی ہے' وہ بتانا چاہتا ہوں:

جون ۲۰۱۱ء میں راقم الحروف کی بحمد اللہ تعالیٰ دوسری بار حرمین شریفین کی حاضری کا شرف میسر آیا (خدایا ایں کرم بار دگر کن) ان دونوں حاضریوں میں مکہ و مدینہ پر متسلط اور متغلب نجدیوں کے انتہائی دل سوز اور دلخراش واقعات دیکھنے کو ملے۔ جن میں ایک یہ تھا کہ راقم محمد عاطف رمضان نے ایک رات حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی' مواجہہ شریف کے سامنے دست بستہ سلام کے لیے غلام حاضر تھا' دل میں رقت تھی اور آنکھوں میں نمی' جذب و شوق سے راقم اپنی کیفیت اور سوز و گداز میں حاضری پیش کر رہا تھا کہ ایک نجدی جو وہاں ڈیوٹی پر مقرر تھا اور وہ پاکستانی تھا' میرے پاس آ کر میری ادب و نیاز اور سوز و گداز کی کیفیت دیکھ کر بڑے کرخت انداز میں کہنے لگا:

''لا یجوز تعظیم رسول اللّٰہ' تعظیم فقط للّٰہ''۔

(ترجمہ:) ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعظیم جائز نہیں' تعظیم صرف اللہ عزوجل کی کرنی چاہیے''۔

اس بے باک اور جسور کا یہ کلمہ سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی' میں اس وقت کچھ کر تو نہیں سکتا تھا اور نہ ہی وہ بحث' جدال کا محل و مقام تھا لیکن راقم الحروف نے اتمامِ حجت کے لیے اس قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر سنائی:

''لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقرہ''۔

(ترجمہ:) ''کہ تم ایمان لاؤ اللہ کی ذات پر اور اس کے رسول کی ذات پر اور اس کی تعظیم و توقیر کرو''۔

قبل اس کے کہ میں اس کو مزید دلائل دیتا' وہ یہ کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا کہ یہاں پر رسول کی ذات مراد نہیں' بلکہ اللہ پاک کی ذات مراد ہے؟

وہ نجدی تو چلا گیا لیکن قارئین کی تشفی کے لیے گزارش ہے کہ ضمیر کو قریب کے مرجع کی طرف لوٹانا اولیٰ و انسب ہے اور یہاں قریب کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔ نیز اگر یہ مانا بھی جائے کہ یہاں ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو الاعراف کی اس آیت کی جس کی ہم تفسیر کر رہے ہیں' کیا توجیہ اور تاویل پیش کی جائے گی' جس میں صراحۃً اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی شدت کا حکم دیا اور اس آیت ''والذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ'' میں قطعی طور پر ''ہ'' ضمیر کا مرجع رسول اللہ کی ذات ہے اور یہ صرف ایک آیت نہیں بلکہ قرآن مجید کی بیسیوں آیات' حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے ادب اور تعظیم پر دلالت کرتی ہیں' جن کی کچھ تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ سو قرآن مجید تو ہمیں محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم پر مبالغہ کا حکم دے اور صحابہ کرام اس پر عمل بھی کر کے دکھائیں لیکن یہ نجدی' وہابی'

Marfat.com

تعظیم میں مبالغہ تو کجا' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجرد تعظیم بھی ماننے کو تیار نہیں۔ یہ صرف اس فرد واحد کا عقیدہ نہیں تھا بلکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے جمیع اتباع کا یہی نظریہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابی حامد بن مرزوق' محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تقدم فی المقدمة ان امهات عقیدته منحصرة فی الربع' تشبیه الله سبحانه وتعالیٰ بخلقه وتحید الالوهیة والربوبیة وعدم توقیره النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتکفیره المسلمین''۔

(التوسل بالنبی وجهلة الوهابیین صفحہ ۲۴۴)

(ترجمہ:) ''مقدمہ میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ شیخ نجدی کے بنیادی عقیدے چار ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ ماننا (۲) الوہیت اور ربوبیت کو صفت واحدہ جاننا (۳) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم نہ کرنا (۴) تمام مسلمانوں کی تکفیر کرنا''۔

مسلک دیوبند کی عظیم شخصیت' مولانا حسین احمد مدنی نے بھی محمد بن عبدالوہاب اور اس کے اتباع کا یہی نظریہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''شانِ نبوت وحضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانۂ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں' ان کا خیال ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے' معاذ اللہ! نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے' ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخرِ عالم علیہ السلام سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے (العیاذ باللہ تعالیٰ)''۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۱۸۴' ادارہ تحقیقاتِ اہل سنت' لاہور)

تیسرا مرتبہ: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے تعلق اور نسبت کا تیسرا درجہ اور مرتبہ یہ ہے جسے قرآن نے بیان فرمایا: ''ونصروہ'' کہ انہوں نے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور مدد کی' یہاں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت سے مراد ہے' احیائے کلمۃ اللہ' اقامت دین' نفاذ شریعت' احکامِ الٰہی عزوجل کا فروغ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترویج۔

چوتھا مرتبہ: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے نسبت وتعلق کا چوتھا درجہ اور رتبہ یہ ہے جسے قرآن نے بیان فرمایا: ''واتبعوا النور الذی انزل معهٗ'' اور انہوں نے اس نور کی پیری کی کہ جو نور میرے حبیب پر نازل ہوا۔

اس سے مراد قرآن کی تعلیمات اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت' اسوہ' کردار اور آپ کے اوامر واحکام پر عمل پیرا ہونا او

آپ کی منہیات سے اجتناب کرنا۔ جسے ایک دوسرے مقام پر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ'' ۔ (الحشر:۷)

(ترجمہ:) ''اور رسول تمہیں جو احکام دے تو انہیں مضبوطی سے تھام لو اور جس سے منع فرما دے تو اس سے رُک جاؤ''۔

ایک لطیف علمی نکتہ

یہاں ایک لطیف علمی نکتہ قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ بعض لوگ ساری زندگی اقامت دین اور احیائے دین کے لیے سعی کرتے ہیں اور پوری زندگی تقویٰ، پرہیز گاری، خوفِ آخرت، اطاعت اللہ اور اطاعت الرسول کا درس و تبلیغ کرتے ہیں لیکن کبھی بھولے سے اپنی محافل، مجالس اور خطبات میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی فضائل و کمالات، محاسن و محامد، علوم و معارف اور تصرفات و اختیارات بیان نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے خطبات میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنون اور وارفتگی کی حد تک ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کرنے کا درس دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ رسول نے ہمیں احکام دے دیئے ہیں، لہٰذا اب ہمیں صرف احکام سے غرض و مطلب ہے اور رسول کی ذات سے کوئی غرض و مطلب نہیں۔ ایسے لوگ دراصل بادیہ ضلالت میں بھٹکے ہوئے اور مزاج قرآنی اور منشاءِ ایزدی سے ناواقف ہیں۔ قرآن کی یہی الاعراف کی آیت نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صرف دو نسبتوں، نسبتِ نصرت اور نسبتِ اتباع کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان نسبتوں سے پہلے، دو نسبتوں، نسبتِ عشق و محبت اور نسبتِ ادب و تعظیم کا ذکر فرمایا، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نسبت عشق اور نسبت ادب کو نسبت نصرت اور نسبت اتباع پر تقدم اور فوقیت ہے۔ منشاءِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ پہلے رسول کی ذات سے ازخود رفتگی کی حد تک محبت کرو، ان کی تعظیم و توقیر کا عقیدہ رکھو اور پھر دین متین کی اقامت کی کوشش کرو اور ان کی اتباع و پیروی کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت اور ادب و تعظیم کی نسبت کو چھوڑ کر ساری زندگی تبلیغ و وعظ کرتے رہو، تم کبھی ایمان کی حقیقت نہیں پا سکتے۔ یہی مضمون قرآن مجید کی ایک دوسری آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

''اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝'' (الفتح:۹-۸)

(ترجمہ:) ''بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ۝ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور تم اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو ۝''

آیت کریمہ ''یایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول'' کا مفہوم

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ'' ۔ (الانفال:۲۴)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! حاضر ہو جاؤ اللہ کی بارگاہ میں اور رسول کی بارگاہ میں جب وہ تمہیں بلائے اس چیز کے لیے جو تمہیں زندگی بخشے گی''۔

اس آیت کریمہ کا ٹھیک مفہوم سمجھنے کے لیے یہ دو احادیث پیش نظر رکھیں۔ چنانچہ امام بخاری اور دیگر محدثین حدیث پاک روایت کرتے ہیں:

(۱) ''عن ابی سعید بن المعلّٰی قال کنت اصلی فی المسجد فدعانی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلم اجبہ فقلت یا رسول اللّٰہ' انی کنت اصلی' فقال: الم یقل اللّٰہ (استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم) (الانفال: ۲۴)''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' باب: ماجآء فی فاتحۃ الکتاب' رقم الحدیث: ۴۴۷۴' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث: ۴۶۴۷-۴۷۰۳-۵۰۰۶) (سنن ابوداؤد' کتاب: الوتر' باب: فاتحۃ الکتاب' رقم الحدیث: ۱۴۵۸' ریاض) (سنن النسائی' کتاب: الافتتاح' باب: تاویل قول اللہ عزوجل (ولقد اتینا ک سبعا من المثانی) رقم الحدیث: ۹۰۹' دارالفکر' بیروت) (سنن دارمی' کتاب: فضائل القرآن' باب: فضل فاتحۃ الکتاب' رقم الحدیث: ۳۴۰۵) (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۷۶۸' سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۶۸' المعجم الکبیر جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۳) (صحیح ابن حبان' کتاب: الرقائق' رقم الحدیث: ۷۷۷' دارالمعرفۃ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا' پس میں نے جواب نہ دیا' (پھر جب میں حاضر ہوا) تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا کہ حاضری دو اللہ کی بارگاہ میں اور اس کے رسول کی بارگاہ میں جب اس کا رسول تمہیں بلائے''۔

(۲) ''عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج علیٰ ابی بن کعب' فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابی وھو یصلی' فالتفت ابی فلم یجبہ وصلّٰی ابی فخفف ثم انصرف الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: السلام علیک یا رسول اللّٰہ' فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیک السلام' ما منعک یا ابی ان یجیبنی اذ دعوتک؟ فقال: یا رسول اللّٰہ! انی کنت فی الصلوٰۃ فقال: الم تجد فیما اوحی اللّٰہ تعالیٰ الی ان استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم' قال بلیٰ ولا اعود ان شآء اللّٰہ تعالیٰ''۔ (سنن الترمذی' کتاب: فضائل القرآن' باب: ماجآء فی فضل فاتحۃ الکتاب' رقم الحدیث: ۲۸۷۵' دارالسلام' ریاض) (السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۸۰۱۰)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: یا ابی! حضرت ابی نے مڑ کر

دیکھا اور (نماز کی وجہ سے) حاضر نہ ہوئے اور حضرت ابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کی: السلام علیک یا رسول اللہ! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وعلیک السلام! اے ابی! جب میں نے تمہیں بلایا تھا تو کس چیز نے تمہیں حاضر ہونے سے روکا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو وحی نازل کی ہے کیا تم نے اس میں یہ آیت نہیں پائی: ''اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ''۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ میں دوبارہ اس طرح نہیں کروں گا''۔

ان دو احادیث کو پیش نظر رکھیں اور پھر آیت کریمہ سے مستنبط و مستخرج نکات ملاحظہ فرمائیں:

نکتہ اولیٰ: پہلا نکتہ تو یہ قابل توجہ ہے کہ ''دعـــاکـم'' میں دعا مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اس میں ھو ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے' بلانے والی ذات ایک ہے لیکن حاضری دو کی طرف ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف' تو ایک بلاوے پر دو کی بارگاہ میں حاضری تب متصور ہو سکتی ہے جب دونوں کی بارگاہ ایک ہی بارگاہ ہو۔ اس میں یہ اشارہ تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلاوے پر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا وہ صرف آپ کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

امام اہل سنت عرض کرتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

سو جو لوگ آج حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آنے سے روکتے اور منع کرتے ہیں' وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنے سے روکتے اور منع کرتے ہیں۔

نکتہ ثانیہ: آیت کریمہ اور مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کے بلانے پر حاضر ہونا فرض و لازم ہے' یہاں تک کہ بندہ نماز پڑھ رہا ہو اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بلائیں تو نماز چھوڑ کر آپ کی بارگاہ میں آنا ضروری ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جتنی دیر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آپ کی خدمت کے لیے نمازی حاضر رہے گا تو اس خدمت اور اس حاضری کی وجہ سے اس کی نماز باطل نہیں ہو گی بلکہ جہاں سے نماز چھوڑ کر گیا تھا وہیں سے نماز شروع کرے گا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی حاضری ہے' اور نماز میں انقطاع و خلل نہیں آئے گا بلکہ نماز بدستور برقرار رہے گی۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۴ھ فرماتے ہیں:

''ان اجابة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الصلوة فرض یعصی المرء بترکه' وانه حکم یختص بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری' جلد ۹ صفحہ ۱۳۴' دار الکتب العلمیہ)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''نماز میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلاوے پر حاضری دینا فرض ہے' جس کے ترک سے انسان گنہ گار ہوگا اور یہ حکم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہے''۔

محدث دیوبند مولانا انور شاہ کشمیری نے لکھا:

''دل الحدیث علٰی ان اجابة الرسول لا تبطل الصلوٰة''۔

(العرف الشذی شرح جامع ترمذی' جلد۲ صفحہ ۵۷۸' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

(ترجمہ:) ''حدیث نے اس بات پر دلالت کی کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری سے نماز باطل نہیں ہوتی''۔

نکتہ ثالثہ: جب بندہ حالت نماز میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں آپ کے بلانے پر حاضر ہوگا تو اس کے ذہن میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر کا تصور ہوگا اور سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال مبارک بھی آئے گا اور آپ کی طرف توجہ بھی مبذول ہوگی۔ ظاہر ہے کہ نماز جیسی عظیم عبادت چھوڑ کر جس ذاتِ مبارک کے حکم کی تعمیل میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے تو اس کے ذہن میں قطعاً یہ بات آئے گی کہ یہ کسی عام اور معمولی آدمی کا بلاوا نہیں اور نہ ہی کوئی عام بارگاہ ہے بلکہ یہ ایک غیر معمولی اور جملہ مخلوق سے ممتاز اور منفرد بارگاہ ہے۔ تو عظمت کا یہ تصور بھی ذہن میں نقش ہوگا اور جب بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوگا تو جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابانیاں اور رُخِ والضحیٰ کی رعنائی وزیبائی آنکھوں کے سامنے آئے گی' واللیل والی عنبریں زلفیں بھی اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائیں گی' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا سراپا نگاہوں کو ٹھنڈک اور جلاء بخشے گا۔ تو کیا یہ حاضری حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف توجہ اور آپ کی طرف خیال کے بغیر ممکن ہے؟ جس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ نماز میں حضور اقدس علیہ السلام کی تعظیم اور آپ کی طرف توجہ کے مبذول ہونے سے اور آپ کے خیال سے عقیدۂ توحید میں قطعاً کوئی فرق نہیں آتا اور اس پر کفر وشرک کا فتویٰ لگانا بلکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیال مبارک کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر کہنا قطعاً باطل ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت' استحقار' استخفاف اور آپ کی گستاخی کو مستلزم ہے۔ چنانچہ امام الوہابیہ' اسماعیل دہلوی کی ایمان سوز اور دلخراش عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''ظلمت بعضها فوق بعض ''زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں' اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بدرجہا بُرا ہے' کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو' وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے''۔ (صراط مستقیم مترجم صفحہ ۱۱۸' ادارہ نشریاتِ اسلام' لاہور)

ملاحظہ فرمائیں کہ اسماعیل دہلوی نے کتنے واشگاف الفاظ میں حالت نماز میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف توجہ کو اور آپ

Marfat.com

کی تعظیم کو کفر وشرک قرار دیا بلکہ یہاں تک بارگاہِ رسالت کی اہانت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نماز کی حالت میں توجہ العیاذ باللہ تعالیٰ گدھے اور بیل کے خیال سے بدرجہا بدتر ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز کی حالت میں خیال تعظیم کے ساتھ آئے گا جبکہ گدھے، بیل کا خیال تعظیم کے ساتھ نہیں آئے گا اور نماز میں غیر کا خیال، تعظیم کے ارادہ سے کفر وشرک ہے حالانکہ اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال، حالت نماز میں کفر وشرک ہے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوسعید بن معلّٰی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نماز چھوڑ کر اجابت نہ کرنے پر سرزنش کیوں فرمائی اور انہیں کیوں فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ''**استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم**'' کیا نماز چھوڑ کر آنے میں اور بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری میں، خیالِ مصطفیٰ اور توجہ الیٰ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازراہِ تعظیم دل میں نہیں ہوتی۔ بلکہ ان دونوں احادیث سے بھی بہت واضح دو عدد احادیث ملاحظہ فرمائیں، جس میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حالت نماز میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف توجہ بھی کی اور حالت نماز میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم بھی کی۔

اس باب میں اگرچہ بہت احادیث ہیں لیکن خوفِ طوالت کی وجہ سے اتمامِ حجت کے لیے دو عدد نجدیت سوز احادیث ملاحظہ فرمائیں:

امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور دیگر محدثین روایت کرتے ہیں:

''**عن انس بن مالك رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، وکان تبع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخدمہ وصحبہ: ان ابا بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کان یصلی لھم فی وجع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی توفی فیہ حتیٰ اذا کان یوم الاثنین وھم صفوف فی الصلوٰۃ فکشف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستر الحجرۃ ینظر الینا وھو قائم کان وجھہ ورقۃ مصحف ثم تبسم یضحك فھممنا ان نفتتن من الفرح برؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فنکص ابو بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ علیٰ عقبیہ لیصل الصف، وظن ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خارج الی الصلوٰۃ فاشار الینا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اتموا صلاتکم وارخی الستر فتوفی من یومہ**''۔

(صحیح بخاری، کتاب: الاذان، باب: العلم والفضل احق بالامامۃ، رقم الحدیث: ۶۸۰، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۶۸۱۔۷۵۳۔۱۲۰۵۔۴۴۴۸) (صحیح مسلم، کتاب: الصلوٰۃ، باب: استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر من مرض، رقم الحدیث: ۴۱۹) (سنن نسائی، کتاب: الجنائز، باب: الموت یوم الاثنین، رقم الحدیث: ۱۸۳۱، دارالفکر، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب: الجنائز، باب: ماجآء فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث: ۱۶۲۴، دارالسلام، ریاض) (مسند احمد: ۲۱۱، صحیح ابن حبان: ۵۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۴۴)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع فرمان، خدمت گار اور صحابی ہیں، سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرضِ وصال میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور صحابہ کرام صفیں باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو نبی

مکرم ﷺ نے حجرہ کا پردہ اُٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے گویا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ انور، قرآن کا ورق ہے، پھر تبسم فرما کر مسکرانے لگے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گمان کیا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں، پس آپ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تا کہ صف میں مل جائیں۔ نبی مکرم ﷺ نے ہماری طرف اشارہ فرمایا کہ تم اپنی نماز مکمل کرو، پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پردہ گرا دیا اور اسی دن نبی مکرم ﷺ کا وصال مبارک ہو گیا"۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان جو پوری یکسوئی، توجہ الی اللہ، عاجزی، انکساری اور خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے تھے، ان کا یہ کہنا کہ "**کان وجھہ ورقة مصحف**" کہ گویا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ اقدس قرآن کا ورق ہے اور یہ کہنا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھ کر مسکرائے اور ہم اس خوشی و مسرت میں قریب تھا کہ نمازیں توڑ دیتے۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حالت نماز میں اپنے چہرے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پھیر لیے ہوں، اس لیے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ مبارک، محراب سے بائیں جانب میں ہے اور جو بندہ خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو، اسے بائیں جانب میں کسی کے مسکرانے کا علم نہیں ہو سکتا لیکن صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نگاہیں چونکہ کئی دن سے دیدارِ محبوب ﷺ کے لیے بے تاب و مضطرب تھیں، تو جونہی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجرہ کا پردہ اُٹھایا تو بے تاب نگاہیں تو ں ہی رُخِ مصطفیٰ ﷺ کا دیدار کرنے لگیں اور اس خوشی اور فرطِ مسرت میں قریب تھا کہ وہ نماز توڑ دیتے۔ ہے کسی بڑے سے بڑے نام نہاد موحد کی جرأت کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس اقدام پر کفر و شرک کا فتویٰ لگائے؟

اس سے بھی واضح حدیث جسے امام بخاری و مسلم سمیت کئی محدثین نے روایت کیا ہے، وہ یہ حدیث ہے:

"عن سهل بن سعد الساعدی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، ان رسول اللّٰه ﷺ ذهب الیٰ بنی عمرو بن عوف لیصلح بینهم فحانت الصلوٰة فجاء المؤذن الیٰ ابی بکر، فقال: اتصلی بالناس فاقیم؟ قال: نعم فصلّٰی ابو بکر فجاء رسول اللّٰه ﷺ والناس فی الصلوٰة فتخلص حتیٰ وقف فی الصف فصفق الناس و کان ابوبکر لا یلتفت فی صلاته فلما اکثر الناس التصفیق التفت فرای رسول اللّٰه ﷺ فاشار الیه رسول اللّٰه ﷺ: ان امکث مکانك، فرفع ابو بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یدیه فحمد اللّٰه علیٰ ما امره به رسول اللّٰه ﷺ ثم استأخر ابو بکر حتی استوی فی الصف، وتقدم رسول اللّٰه ﷺ فلما انصرف، قال: یا ابا بکر ما منعك ان تثبت اذا امر تك، فقال ابو بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ما کان لابن ابی قحافة ان یصلی بین یدی رسول اللّٰه ﷺ، فقال رسول اللّٰه ﷺ، مالی رایتکم اکثرتم التصفیق من رابه شیء فی صلاته فلیسبح فانه اذا سبح

Marfat.com

التفت الیه وانما التصفیق للنسآء''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الاذان' باب: من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاوّل' رقم الحدیث:۶۸۳' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث: ۱۲۰۱۔۱۲۰۴۔۱۲۱۸۔۲۶۹۰۔۲۶۹۳۔۷۱۹۰) (صحیح مسلم' کتاب: الصلوٰۃ' باب: تقدیم الجماعۃ من یصلی بہم اذا تأخر الامام' رقم الحدیث:۹۲۴' بیروت) (سنن ابوداؤد' کتاب: الصلوٰۃ' باب: التصفیق فی الصلوٰۃ' رقم الحدیث:۹۴۰' دارالسلام' ریاض) (سنن النسائی' کتاب: آداب القضاۃ' باب: مصیر الحاکم الی رعیتہ للصلح بینہم' رقم الحدیث:۵۴۱۳' دارالفکر' بیروت) (موطا امام مالک' کتاب: قصر الصلوٰۃ فی السفر' رقم الحدیث:۶۱) (صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۲۲۶۱' مسند احمد رقم الحدیث:۲۲۸۶۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۱۶۲۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۵۹۳۲' جامع المسانید:۲۴۱۸)

(ترجمہ:) ''حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے' پس نماز کا وقت آ گیا' پھر مؤذن حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں نماز کی اقامت پڑھوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور لوگ اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آئے حتیٰ کہ (پہلی) صف میں آ کھڑے ہوئے' پس لوگوں نے تالیاں بجائیں اور حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر التفات نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو انہوں نے توجہ کی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا' پھر حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے حتیٰ کہ صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کو اپنی جگہ برقرار رہنے سے کس چیز نے روکا حالانکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا وجہ ہے میں نے تمہیں بہت زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جس کو نماز میں کوئی امر پیش آ جائے وہ سبحان اللہ کہے' جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا' تالیاں بجانا عورتوں کے لیے ہے''۔

قارئین کرام! اس حدیث میں قابل توجہ یہ بات ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حالت نماز میں ایک دوسرے کو متنبہ کرنے کے لیے تالیاں بجائیں' صفیں توڑیں' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلّٰی چھوڑا تو یہ سب اہتمام نماز کی حالت میں کس کے لیے تھا؟ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے' اور جب صحابہ نے صفیں توڑیں اور حضرت صدیق اکبر نے مصلّٰی چھوڑا تو کیا ان کے ذہنوں میں تصور اور خیال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں آیا ہو گا؟ کیا یہ انہوں نے عین حالت نماز میں حضور اقدس علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم نہیں کی؟ یہ وہ تعظیم ہے کہ جو نماز کی حالت میں آپ دنیا کے کسی بھی عظیم انسان کے لیے نہیں کر سکتے لیکن صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عملاً یہ تعظیم وتوقیر اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز کی حالت میں یہ ادب کر کے دکھایا جو کہ بقول دہلوی کے کفر وشرک کی طرف مؤدی ہے۔ سو اگر واقعۃً ایسا ہوتا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر منصب رسالت کی وجہ سے لازم تھا کہ آپ صحابہ کرام کو تنبیہ فرماتے' ان سے توبہ کرواتے اور تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم دیتے اور یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ بھی وحی نازل فرما کر صحابہ کرام کی سخت سرزنش فرماتا کہ عین میری بندگی کی حالت میں تم نے میرے غیر کی تعظیم کیوں کی؟ سو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی منع نہیں فرمایا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ نے بھی صحابہ کرام کو ملامت اور سرزنش نہیں فرمائی تو یہ اس بات پر دلیل قاطع ہے کہ حالت نماز میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیال وتصور سے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر سے ایمان میں خلل ونقص نہیں آتا بلکہ ایمان میں حسن وکمال آتا ہے۔ اور یہ عقیدہ صریحاً قرآن وسنت اور سیرتِ صحابہ کے منافی اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ السلام کی بے ادبی اور اہانت پر مشتمل ہے کہ حالت نماز میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کفر وشرک کی طرف لے جاتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فہم سلیم اور نورِ بصیرت عطا فرمائے۔ آمین!

نکتہ رابعہ: اللہ تعالیٰ نے ''لما یحییکم'' یعنی اگر تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل اور اس کی اجابت کرو گے تو میں تمہیں حیات دوں گا اور ظاہر ہے اس سے دنیا کی حیات مراد نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ یہ تو ہر انسان کو خواہ وہ مؤمن ہے یا کافر کو میسر ہے۔ تو اس حیات سے مراد دل کی حیات ہے یا اُخروی و برزخی حیاتِ جاوداں ہے جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً'' ۔ (النحل:۹۷)

(ترجمہ:) ''جو کوئی نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے''۔

سو محل تدبر ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت' آپ کے تعلق اور آپ کی اتباع واطاعت کے توسل وتصدق سے غلاموں کو حیاتِ جاوداں عطا فرماتا ہے تو اس نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس قدر اعلیٰ وارفع حیاتِ اخروی وبرزخی سے نوازا ہوگا؟

آیت کریمہ ''وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم'' اور رحمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کفار نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عذابِ استیصال کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

''وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝'' (الانفال:۳۲)

(ترجمہ:) ''اور جب (کفار) بولے کہ اے اللہ! اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے

Marfat.com

پتھر برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پر لاO"

اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ" ۔ (الانفال:۳۳)

(ترجمہ:) "اور اللہ کا یہ کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو"۔

اُمم ماضیہ سابقہ کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی قوم مسلسل اور پیہم نافرمانی، فسق وفجور اور عصیان و طغیان کی روش کو اپناتی اور رسول کی تنبیہات وفہمائش کے باوجود اپنے رویہ پر مستقر رہتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس قوم پر عذابِ کلی اور عذابِ استیصال نازل فرما کر انہیں نیست ونابود فرما دیتا اور صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا جیسا کہ حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقوام کے متعلق جابجا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ جل مجدہ نے جب اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمینی کی سفید عبا پہنا کر بھیجا اور رافت ورحمت کا تاج سجا کر دنیا میں مبعوث فرمایا تو کفارِ مکہ اور قریش کی دعا کے باوجود اور ان کی ہٹ دھرمی کے باوجود ان پر اللہ تعالیٰ نے سابقہ اُمتوں کی طرح عذابِ کُلی اور عذاب استیصال نہیں نازل فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت یہ نہیں چاہتی تھی کہ ان پر عذابِ کُلی نازل فرما کر اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کو داغدار کروں، سو اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت، عظمت، رفعت اور علومرتبت کے پیش نظر اپنا وہ قانون تبدیل فرما دیا جو کہ تمام سابقہ اقوام پر لاگو ہوتا رہا، آپ اس کو یوں بھی تعبیر فرما سکتے ہیں کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے آنے کے بعد عذاب ٹلتا نہیں تھا اور محبوب کے آنے کے بعد عذاب آتا نہیں۔ ارشاد فرمایا:

"وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم" ۔

(ترجمہ:) "کہ محبوب اگر میں ان پر عذاب نازل نہیں فرما رہا تو یہ صرف تیری وجہ سے"۔

سبحان اللہ! اس میں جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت افزائی اور قدر افزائی ہے اس کا ادراک صرف صاحبانِ بصیرت ومعرفت کر سکتے ہیں۔

آیت کریمہ "قل ان کان اٰباؤکم الخ" اور محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لزوم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَO" (التوبہ:۲۴)

(ترجمہ:) "تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور

Marfat.com

تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان' یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتاO''

اس آیت کریمہ کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے چند احادیث پیش نظر رکھیں اور وہ یہ ہیں:

محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لزوم پر احادیث

(۱) ''عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه وانس بن مالك رضی الله عنه قالا: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : لا يؤمن احدكم حتی اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين'' .

(صحیح بخاری' کتاب: الایمان' باب: حب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الایمان' رقم الحدیث:۱۴۔۱۵' دارالکتاب العربی) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۱۶۸۔۱۶۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن نسائی' کتاب: الایمان' باب: علامۃ الایمان' رقم الحدیث:۵۰۲۵۔۵۰۲۴۔۵۰۲۳' دارالفکر' بیروت) (سنن ابن ماجہ' المقدمہ' باب: فی الایمان' رقم الحدیث:۶۷' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد جلد۳ صفحہ۱۷۷۔ جلد۳ صفحہ۲۷۵) (سنن دارمی' کتاب: الرقاق' باب: لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ' رقم الحدیث:۲۷۷۵) (صحیح ابن حبان' کتاب: الایمان' باب: ذکر طلاق اسم الایمان' رقم الحدیث:۱۷۹' دارالمعرفہ' بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: الایمان' رقم الحدیث:۷) (مسند ابوعوانہ جلد۱ صفحہ۳۳' مسند ابویعلیٰ:۳۰۴۹' شعب الایمان:۱۳۷۴' شرح السنۃ:۲۲' المعجم الاوسط:۲۸۵۴) .

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

(۲) ''عن انس رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ثلاثٌ من كن فيه وجد حلاوة الايمان ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما' وان يحب المرء لا يحبه الا لله وان يكره ان يعود فی الكفر كما يكره ان يقذف فی النار'' .

(صحیح بخاری' کتاب: الایمان' باب: حلاوۃ الایمان' رقم الحدیث:۶۱' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث' رقم الحدیث: ۶۰۴۱۔۶۹۴۱) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان' رقم الحدیث:۱۶۵۔۱۶۶' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: الایمان' باب: حدیث ثلاث من کن فیہ' رقم الحدیث:۲۶۲۴' دارالمعرفہ' بیروت) (قال ابوعیسیٰ: ھذا حدیث حسن صحیح) (سنن النسائی' کتاب: الایمان' باب: طعم الایمان وحلاوۃ الایمان' رقم الحدیث:۴۹۹۷۔۴۹۹۸۔۴۹۹۹' دارالفکر' بیروت) (صحیح ابن حبان' کتاب: الایمان' باب: اثبات وجود حلاوۃ الایمان لمن احب قوماً للہ جل وعلا' رقم الحدیث:۲۳۷۔۲۳۸' دارالمعرفہ' بیروت) (مسند احمد' مسند انس بن مالک' جلد۵ صفحہ۲۸۷' رقم الحدیث:۱۲۳۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: الایمان' رقم الحدیث:۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

(مسند ابویعلیٰ:۳۲۷۹' شعب الایمان:۱۶۲۴)

(ترجمہ:) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا: (۱) یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو (۲) اور یہ کہ وہ جس شخص سے بھی محبت کرے صرف اللہ کیلئے محبت کرے (۳) یہ کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا' ناپسندیدہ ہے''۔

(۳) ''عن عبد اللّٰه بن هشام قال: كنا مع النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو اخذ عمر ابن الخطاب فقال له عمر يا رسول اللّٰه' لانت احب الى من كل شىء الا من نفسى فقال النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا والذى نفسى بيده' حتى اكون احب اليك من نفسك فقال له عمر: فانه الآن واللّٰه' لانت احب الى من نفسى فقال النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الآن يا عمر''.

(صحیح بخاری' کتاب: الایمان والنذور' باب: کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۶۶۳۲' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد' مسند الکوفیین' حدیث جد زهرة بن معبد' جلد ۷ صفحہ ۶۵۷' رقم الحدیث:۱۹۴۷۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (الشفاء للقاضی عیاض' الباب الثانی فی لزوم محبتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۱۱۹۶' دارابن حزم)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن ہشام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اس حال میں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے' آپ نے فرمایا: اے عمر! نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یہاں تک کہ میں تجھے تیری ذات سے بھی بڑھ کر محبوب ہو جاؤں (تب تیرا ایمان مکمل ہوگا)۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: پس بے شک خدا کی قسم! اب آپ مجھے میری ذات سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں' آپ نے فرمایا: اب اے عمر! (یعنی اب تمہارا ایمان کامل ہے)''۔

(٤) ''عن على ابن ابى طالب رضى اللّٰه تعالىٰ عنه: ان النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخذ بيد حسن وحسين قال: من احبنى واحب هٰذين واباهما وامهما كان معى فى درجتى يوم القيمه''.

(السنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: امرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبسد الابواب الا باب علی' رقم الحدیث:۳۷۳۳' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد' مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ' جلد ۱ صفحہ ۲۳۵' رقم الحدیث:۵۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (المعجم الکبیر جلد ۳ صفحہ ۵۰' رقم الحدیث:۲۶۵۴)

(ترجمہ:) ''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد

ووالدہ سے محبت کی' وہ قیامت کے دن (جنت میں) میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا''۔

(۵) ''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ : احبوا اللّٰہ لما یغذوکم من نعمه واحبونی بحب اللّٰہ' واحبوا اهل بیتی بحبی''۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب اهل بیت النبی ﷺ' رقم الحدیث:۳۷۸۹' دارالمعرفہ) (المستدرک للامام الحاکم' کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم' باب: اهل بیتی امان لامتی' جلد۴ صفحہ۱۳۱' رقم الحدیث:۷۷۰' دارالمعرفہ' بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: المناقب' باب: مناقب اهل بیت النبی ﷺ' رقم الحدیث:۶۱۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (شعب الایمان:۴۰۸' حلیۃ الاولیاء جلد۳ صفحہ۲۱۱' تاریخ بغداد جلد۴ صفحہ۱۶۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۲۶۳۹)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اور میری اہل بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو''۔

محبت کے تین مراتب و درجات ہیں: محبت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ کسی شے کی محبت معمولی حد تک ہوتی ہے' شدت اختیار نہیں کرتی جیسے لذیذ مطعومات کی محبت' مشروبات کی محبت' عمدہ ملبوسات کی محبت' دیدہ زیب حسین مناظر کی محبت۔ محبت کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی شے کی محبت معمولی درجہ سے بڑھ کر شدت اختیار کر جاتی ہے جیسے ماں باپ کی محبت' اہل وعیال کی محبت' اعزہ و اقارب کی محبت اور دوست احباب کی محبت وغیرہ۔ محبت کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی شے سے اتنی اشد محبت ہو جائے کہ وہ محبت' تمام محبتوں سے فزوں تر اور فائق ہو جائے اور اس اوجِ کمال اور نقطۂ عروج پر پہنچ جائے کہ اس سے زیادہ کسی بھی شے کے لیے محبت کا تصور تک نہ آئے' آپ اسے فنائیت سے تعبیر کریں تب بھی درست ہے اور اسے عشق سے تعبیر کریں تب بھی درست ہے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک عشق کی تعبیر یہ ہے کہ ''العشق نار یحرق عما سوی المحبوب'' کہ عشق وہ آگ ہے کہ جو محبوب کے ماسوا دل میں ہر خیال کو بھسم کر دیتی ہے۔ یا بقول ڈاکٹر اقبالؔ عشق کی یہ تعبیر ہے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے نہ محبت کا پہلا درجہ درکار ہے اور نہ محبت کا دوسرا درجہ یعنی اگر اتنی محبت بھی ہو جتنی اہل' اولاد اور دیگر محبوبوں سے ہوتی ہے تب بھی وہ محبت ردّ ہے۔ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے محبت کا تیسرا درجہ اور محبت کی اشدیت درکار ہے' یعنی سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اس قدر فزوں تر ہو کہ باقی محبتیں ہیچ ہو جائیں اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سب مخلوقات کی محبت سے بالاتر ہو جائے اور یہ کوئی فرض' واجب یا استحباب و استحسان کا معاملہ نہیں بلکہ ایمان کا معاملہ ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام موجودات و مخلوقات سے محبت کرنا ایمان کا اقتضاء' ایمان کی اصل و اساس' ایمان کی بنیاد اور ایمان کی حقیقت ہے۔ بغیر اس کے کوئی بھی بندہ حقیقت

Marfat.com

ایمان سے بہرہ یاب نہیں ہوسکتا' محبت کے اس تیسرے مرتبے میں بھی مختلف عاشقوں کی کیفیاتِ عشق میں تفاوت وفرق ہے۔ کسی کو محبت کی اشدیت میسر ہے لیکن وہ تمام وکمال درجے کی نہیں اور کسی کو اس حد تک حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ازخود رفتگی اور جذب وشوق میسر ہے کہ اس کی تمام توجہات کا اور تصور وخیال کا مرکز ومحور محبوب کی ذات بن جاتی ہے۔ اس عاشق کا دھیان اور گیان محبوب کی ذات ہی کی طرف رہتا ہے اور وہ عاشق محبوب کے شوقِ وصال میں اور اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجر وفراق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے' مرغ بسمل کی طرح پھڑکتا ہے' محبوب کے لقاء ووصل کے لیے گریہ وبکا اور آہ وزاری کرتا ہے اور بالآخر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک واصل ہو جاتا ہے۔

محبت کی وجوہات واسباب

سطور سابقہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جملہ مخلوقات سے بڑھ کر محبت کرنا' عین ایمان اور اصل ایمان ہے' لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ جب بندہ کسی سے محبت کرتا ہے تو اس محبت کی کچھ وجوہات' علل اور اسباب ہوتے ہیں۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو تمام مخلوقات سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے تو اس کی وجوہات واسباب کیا ہیں؟ سو یہاں محبت کے چند اسباب عرض کرتا ہوں۔

محبت کا پہلا سبب: حسن وجمال

محبت کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب' محبوب کا حسن وجمال ہوتا ہے۔ جب انسان کسی حسین وجمیل انسان کے حسن وجمال اور اس دلکشی ورعنائی کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور بعض اوقات وہ جذبات اتنی شدت اختیار کر لیتے ہیں کہ بندہ جنون' فریفتگی اور خودرفتگی کی حالت تک پہنچ جاتا ہے' اس کا کھانا' پینا' چلنا' پھرنا' اُٹھنا' جاگنا اور شب وروز خیالِ محبوب میں گزرتے ہیں۔ ہم اس طرح کے بہت سے واقعات کا کثرت کے ساتھ سنتے ہیں لیکن قرآن مجید نے بھی ایک واقعہ بیان فرمایا ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ زلیخا حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کے حسن زیبا پر فریفتہ وعاشق ہوگئی اور اس کی کیفیت یہ ہوگئی کہ وہ ہر وقت حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیال وتصور میں رہنے لگی اور گم گشتگی وفریفتگی کی حد تک عاشق بن گئی' یہاں تک کہ شہر کی عورتوں نے بھی اسے اس بات کا طعنہ دیا جسے قرآن مجید نے بیان فرمایا:

''وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ O'' (یوسف:۳۰)

(ترجمہ:) ''اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے' بے شک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے' ہم تو اسے صریح خودرفتہ پاتے ہیں O''

زلیخا نے جب سہیلیوں کا طعنہ سنا تو اس نے سوچا کہ یہ مجھ پر اسی لیے اعتراض کر رہی ہیں کہ انہوں نے ابھی حسن یوسف کی جاذبیت اور کشش نہیں دیکھی۔ سو کیوں نہ ان کو بھی میں اس حسن کا جلوہ کرا دوں جس پر میں فریفتہ ہوں تاکہ ان کو اس

Marfat.com

حقیقت کا ادراک ہو جائے کہ میں جذب وجنون کی اس کیفیت تک کیوں پہنچی ہوں۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد فرمایا:

''فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ○ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُّنَّنِىْ فِيْهِ ؕ'' ۔ (یوسف:۳۲۔۳۱)

(ترجمہ:) ''تو جب زلیخا نے ان کا اعتراض سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لیے مسندیں تیار کیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف سے کہا: ان پر نکل آؤ! جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بولیں: پاکی ہے اللہ کی' یہ تو جنس بشر سے نہیں' یہ تو نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ○ زلیخا نے کہا: یہی تو وہ ہے جس پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں''۔

اندازہ فرمائیں کہ کل تک وہی عورتیں جو زلیخا کو عشق وجنون کا طعنہ دے رہی تھیں' آج وہ خود حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کا حسن دیکھ کر اس قدر' اس حسن کی معنویت اور جاذبیت میں کھو گئیں کہ ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ بیٹھیں لیکن استغراق میں انہیں تکلیف کا احساس نہ رہا بلکہ حسن یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف وثناء کرنے لگیں۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ محبت کے اسباب میں سے بنیادی سبب محبوب کا حسن و جمال ہے اور اگر محبت کا یہ سبب دیکھیں تو یہ سبب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ارفع واعلیٰ میں اس حد کمال اور حد تمام تک پایا جاتا ہے کہ اس سے بڑھ کر حسن و جمال اور رعنائی وزیبائی کسی مخلوق میں ممکن نہیں۔ اہل اسلام کے اتفاق واطباق سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری کائنات میں سب سے زیادہ دلکشی' جاذبیت' تابانی اور حسن و جمال اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ زیبا اور رخ والضحیٰ' اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرتِ باہرہ کا شاہکارِ اتم' اس کی خلاقی کا نقش اکمل اور اس کے حسن مطلق کا مظہر کامل ہے۔ جس ذات نے پوری کائنات میں' عرش تا فرش' حسن کے جلوے بکھیرے ہیں' اسی ذات نے حسن کے وہ تمام جواہر اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں جمع فرما دیئے ہیں۔ بقول ؎

داستان حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی — اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

اور بقول اعظم چشتی ؎

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشق بے قرار — کہ تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

اللہ جل مجدہ نے یونہی تو قرآن مجید میں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ زیبا کی قسم ارشاد فرمائی:

''وَالضُّحٰى○'' (الضحیٰ:۱)

(ترجمہ:) ''رخِ محبوب کی قسم!○''

قسم کسی بھی شے کی تب اُٹھائی جاتی ہے کہ جب وہ شے غیر معمولی ہو اور اپنی عظمت میں نقطۂ کمال پر ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ

Marfat.com

نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ زیبا کی قسم اسی لیے ارشاد فرمائی کہ اس چہرہ میں غیر معمولی حسن ہے اور نقطہ کمال پر پہنچا ہوا جمال ہے۔

'والضحیٰ' کنایت بود زروئے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس مقام پر کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت سیّدنا یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو کیا کوئی ایسا واقعہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی ہے؟ اس سوال کے کئی جواب ہیں' ایک جواب تو وہ ہے جو امام اہل سنت' مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلی علیہ الرحمۃ نے دیا ہے اور واقعی کمال جواب دیا ہے۔ حق ہے کہ کلام الامام' امام الکلام۔

فرمایا: ؎

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں　　سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

یہاں اعلیٰ حضرت نے حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کے حسن پر کٹنے والی عورتوں کی انگلیوں کے جواب میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی جاں نثاری اور سرفروشی بیان فرمائی اور اس میں چند فرق بیان فرمائے۔

پہلا فرق: وہاں حسن دیکھ کر انگلیاں کٹیں اور یہاں فقط نام سن کر سر کٹے۔ سو جب نام کی کشش وحرمت کا یہ عالم ہے تو حسن سراپا کی جاذبیت کا عالم کیا ہوگا؟

دوسرا فرق: وہاں انگلیاں کٹیں اور یہاں سر۔

تیسرا فرق: وہاں مصر تھا اور یہاں عرب۔ ظاہر ہے کہ دل کی جتنی سختی اہل عرب میں تھی' اتنی اہل مصر میں نہیں تھی۔ تو یہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے حسن کا اعجاز ہے کہ اہل عرب جیسے سخت دل والوں نے آپ کے نام پر اپنی جانیں نچھاور کیں۔

چوتھا فرق: وہاں عورتیں تھیں اور یہاں مرد اور ظاہر ہے کہ عورتیں صنف نازک اور کمزور دل والی ہوتی ہیں اور ان کے مقابلہ میں مرد سخت دل والے اور قوی ہوتے ہیں' عورتوں کی انگلیوں کا کٹ جانا اتنا بڑا کمال نہیں جتنا بڑا کمال مردوں کے سروں کا کٹنا ہے۔

پانچواں فرق: حسن یوسف پہ "کٹیں" لفظ کٹیں عدم قصد وعدم ارادہ پر دلالت کر رہا ہے' یعنی ان عورتوں کا ارادہ نہیں تھا اپنی انگلیاں کاٹنے کا' وہ تو اچانک حضرت یوسف علیہ السلام نگاہوں کے سامنے آئے تو وہ حواس باختہ ہوگئیں اور قصد' ارادہ اور اختیار کے بغیر اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں' لیکن غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی حرمت' تقدس اور ناموس پر بالقصد اپنے سر تک کٹا دیتے ہیں اور اسے اپنے لیے سب سے بڑی خوش بختی اور سعادت مندی سمجھتے ہیں۔

مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ' تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں پابند سلاسل ہوئے اور ان کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ انہیں سولی دی جائے۔ داروغہ وہ فیصلہ لے کر آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اس فیصلہ کو چوم کر آنکھوں سے

Marfat.com

لگا لیا۔ داروغہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا اور کہنے لگا: جناب! یہ آپ کی موت کا پیغام ہے اور یہ پیغام دیکھ کر بڑے بڑے سورماؤں کے پسینے چھوٹ پڑتے ہیں اور وہ لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ مولانا نے جواب دیا کہ جس ذاتِ اقدس کے نام پر میں نے جان نچھاور کرنی ہے' اگر میری ایک کیا سو جانیں بھی ہوں تو پرواہ نہیں ہے۔

چھٹا فرق: اعلیٰ حضرت کے اس شعر سے چھٹا فرق یہ معلوم ہوا کہ لفظ ''کٹیں'' ماضی ہے جو عدم استمرار پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ انگلیاں صرف ایک بار کٹ گئیں' دوبارہ ایسا واقعہ نہیں ہوا جب کہ یہاں معاملہ یہ ہے کہ ''سر کٹاتے ہیں'' کٹاتے ہیں' مضارع ہے جو استمرار اور تجدد پر دلالت کر رہا ہے' یعنی غلامانِ مصطفےٰ ﷺ تا قیامت اپنے محبوب کے نام پر اپنی گردنیں نچھاور کرنے کو تیار ہیں' بلکہ انسانوں کی محبت کا معاملہ تو بڑا جدا ہے' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ایسے محبوب خلائق ہیں کہ جانور بھی آپ پر اپنی جان نچھاور کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''عن عبد اللّٰہ بن قرط' قال: قرب لرسول اللّٰہ ﷺ بدنات خمس اوست فطفقن یزدلفن الیہ بایتھن یبدأ''۔ (سنن ابوداؤد' کتاب: المناسک' رقم الحدیث: ۱۷۶۵' دارالسلام' ریاض)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں پانچ یا چھ اونٹ قربانی کے لیے پیش کیے گئے۔ تو ان میں سے ہر اونٹ یہ کوشش کرتا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے نحر کرنے سے ابتداء فرمائیں''۔

اللہ اکبر! وہ اونٹ جن میں عقل و دماغ نہیں لیکن انہیں اتنا شعور ہے کہ مرنا تو ایک دن ہے ہی' اگر محبوب کے ہاتھوں سے نحر ہو کر مریں تو اس سے بڑی سعادت کون سی ہے؟ سو کہاں زلیخا کی سہیلیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن پر انگلیاں کاٹنا اور کہاں انسانوں بلکہ حیوانوں کا حضور اقدس علیہ السلام کے نامِ اقدس پر جانیں نچھاور کرنا۔

ہم آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف — بہ امید آں کہ روزے بہ شکار خواہی آمد

مذکورہ سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابھی اس دنیا میں اپنے حبیب مکرم ﷺ کا حسن تام اور جمالِ کامل ظاہر ہی نہیں فرمایا: بلکہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے حسن تمام پر اپنی غیرت کے پردے ڈال دیئے اور جو دنیا نے رخ والضحیٰ کی تابانیاں دیکھی ہیں۔ درحقیقت یہ اس حسن تام کی تجلیات میں سے اک تجلی ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اک ایمان افروز واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ انہیں حضور نبی مکرم ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں یہی بات عرض کی کہ یارسول اللہ! حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کا حسن دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں لیکن آپ کے حسن پر کسی نے انگلیاں نہیں کاٹیں تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً فرمایا:

''جمالی مستور عن اعین الناس غیرۃ من اللّٰہ عزوجل''۔

Marfat.com

(ترجمہ:) ''میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا دیا گیا ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ کی غیرتِ محبت کی وجہ سے''۔

یعنی جس طرح محبّ کی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اس کے محبوب کو کوئی دوسرا دیکھے۔ محبّ یہ چاہتا ہے کہ محبوب صرف مجھے دیکھے اور میں صرف اپنے محبوب کو دیکھوں' سو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ سے جملہ مخلوقات سے بڑھ کر محبت فرماتا ہے اور حضور اقدس علیہ السلام جملہ مخلوقات سے بڑھ کر اس کے محبوب وحبیب ہیں اور اللہ رب العزت' غیور بھی ہے' سو اس کی غیرتِ محبت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس کے محبوبِ مکرم ﷺ کے حسن تام اور جمال کامل کو کوئی دیکھے' سو اللہ جل مجدہ نے دنیا میں صرف اس حسن کی چند تجلیات دکھا دیں لیکن حسن کامل کو محجوب ومستور رکھا۔

لیکن جو چند تجلیات' دنیا والوں نے دیکھیں وہ دیکھنے والے اس حسن کی کشش وجاذبیت سے خود رفتہ اور دیوانہ ہو گئے۔ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کیا ہے۔ ذرا سنئے کہ وہ حسن مصطفیٰ ﷺ کی رعنائی اور دلکشی کو کن الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: ما رايت شيئا احسن من رسول الله ﷺ كانما الشمس تجری فی وجهه''۔ (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: صفة النبی ﷺ' رقم الحدیث: ۳۶۴۸' دار المعرفۃ بیروت) (صحیح ابن حبان' کتاب: التاریخ' رقم الحدیث: ۶۳۰۹' مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۸۰) (دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

(ترجمہ:) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر حسین وجمیل کسی کو نہیں دیکھا (آپ کا چہرۂ اقدس اس قدر تاباں ومنور تھا) کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے سورج آپ کے چہرہ میں تیر رہا ہے''۔

(۲) ''عن جابر بن سمره رضی الله تعالیٰ عنه قال: رأيت رسول الله ﷺ فی ليلة اضحيان' فجعلت انظر الیٰ رسول الله ﷺ والی القمر وعليه حلة حمراء' فاذا هو عندی احسن من القمر''۔

(سنن الترمذی' ابواب الادب' رقم الحدیث: ۲۸۱۱) (شمائل ترمذی رقم: ۱۰) (سنن دارمی' مقدمہ' رقم الحدیث: ۵۷) (مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۷۴۷' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۱۹۶' شعب الایمان: ۱۴۱۷' السیرۃ النبویہ لابن عساکر جلد ۳ صفحہ ۱۶۷' المستدرک جلد ۴ صفحہ ۱۸۶)

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک چاندنی رات میں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' اس وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے' اس رات کبھی میں رسول اللہ ﷺ کے حسن زیبا پر نظر ڈالتا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر' پس میرے نزدیک حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے''۔

(۳) ''عن ابی اسحاق قال: سال رجل البراء: اكان وجه رسول الله ﷺ مثل السيف؟ قال: لا مثل القمر''۔

(صحیح بخاری، کتاب: المناقب، باب: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقم الحدیث:۳۵۵۲) (سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: ما جاء فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:۳۶۳۶) (الشمائل المحمدیہ للترمذی صفحہ۴۰، مسند احمد جلد۴ صفحہ۲۸۱، صحیح ابن حبان:۶۲۸۷، سنن دارمی:۶۴، مسند ابویعلیٰ: ۴۵۶۷، التاریخ الکبیر للامام بخاری جلد۱ صفحہ۱۰، الطبقات الکبریٰ جلد۱ صفحہ۴۱۷، البدایۃ والنہایہ جلد۳ صفحہ۳۸۱)

(ترجمہ:) ''ابواسحاق روایت کرتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضرت براء بن عازب سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں! بلکہ مثل ماہتاب (روشن وتاباں) تھا''۔

(٤) ''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ''۔ (سنن دارمی جلد۱ صفحہ۷۲، رقم الحدیث:۵۹) (الشمائل المحمدیہ رقم الحدیث:۱۵، المعجم الکبیر:۱۲۱۸۱، المعجم الاوسط:۱۷۷، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۱ صفحہ۲۱۵، مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۲۷۹)

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دو دانتوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ کشادہ تھی اور جب گفتگو کرتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہو''۔

(٥) ''عن ابی عبیدۃ بن محمد ابن عمار بن یاسر قال، قلت للربیع بنت معوذ بن عفراء صفی لنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت یا بنی لو رایتہ رایت الشمس طالعۃ''۔

(سنن دارمی، مقدمہ، جلد۱ صفحہ۷۳، رقم الحدیث:۶۱) (المعجم الکبیر رقم الحدیث:۶۹۶، مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۲۸۰)

(ترجمہ:) ''ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا کہ آپ ہمارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے حسن وجمال) کا تذکرہ کریں، انہوں نے جواب دیا: اے میرے بیٹے! اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو تم یہ محسوس کرتے گویا تم سورج کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہو''۔

(٦) ''عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: ما رایت احدا انجد ولا اجود ولا اشجع ولا اوضاء من رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(سنن دارمی، المقدمہ، جلد۱ صفحہ۷۳، رقم الحدیث:۶۰) (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۶۸۹، المعجم الکبیر:۱۲۱۸۱، المعجم الاوسط:۷۶۷)

(ترجمہ:) ''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخی، دلیر اور روشن چہرے والا کوئی اور نہیں دیکھا''۔

(٧) ''عن نافع رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، قال: قال سیّدنا علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ یقول ناعتہ: لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: ماجاء فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث:۳۶۳۷، دارالمعرفۃ بیروت) (الشمائل للترمذی جلد۱ صفحہ۳۲،

Marfat.com

رقم الحدیث:۷) (شعب الایمان:۴۱۷' مصنف ابن ابی شیبہ:۳۱۸۰۹' التمہید لابن عبد البر جلد۳ صفحہ۲۹' السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد۲ صفحہ۲۴۷' الطبقات الکبریٰ جلد۱ صفحہ۴۴' دلائل النبوۃ جلد۱ صفحہ۲۶۹' الخصائص الکبریٰ جلد۱ صفحہ۱۲۴)

(ترجمہ:) ''حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف بیان کرنے والا یہی کہتا تھا کہ میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا (پیکر حسن و جمال) نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا''۔

(۸) ''عن ابی اسحاق قال: سمعت البراء یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احسن الناس وجھا واحسنہ خلقا' لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر (وفی روایۃ قال براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مربوعا' بعید ما بین المنکبین' لہ شعر یبلغ شحمۃ اذنہ' رایتہ فی حلۃ حمراء' لم ار شیئا قط احسن منہ''۔

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۵۴۹۔۳۵۵۱' دار الکتاب العربی) (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانہ کان احسن الناس وجھا' رقم الحدیث:۶۰۶۴۔۶۰۶۶) (سنن ابی داؤد' کتاب: اللباس' باب: فی الرخصۃ فی ذلک' رقم الحدیث:۴۰۷۲' دار السلام' ریاض) (سنن نسائی' کتاب: الزینۃ' باب: اتخاذ الجمۃ' رقم الحدیث:۵۲۴۲۔۵۲۴۳' دار الفکر' بیروت)

(ترجمہ:) ''ابو اسحاق روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھا اور آپ کے اخلاق بھی سب سے زیادہ حسین تھے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قد مبارک نہ بہت زیادہ لمبا تھا اور نہ کوتاہ (بلکہ معتدل و متوازن قد تھا)۔ (اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت براء بن عازب نے فرمایا:) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط قد کے تھے' آپ کے دو کندھوں کے درمیان بُعد تھا یعنی سینہ کشادہ تھا' آپ کے سر کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے' میں نے ایک مرتبہ آپ کو سرخ حُلّہ میں دیکھا' میں نے آپ سے زیادہ حسین کسی چیز کو نہیں دیکھا''۔

(۹) ''عن ابی الطفیل انہ قیل لہ: صف لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: کان ابیض ملیح الوجہ''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الفضائل) (مسند احمد جلد۵ صفحہ۴۵۴' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۱ صفحہ۲۰۵)

(ترجمہ:) ''ابو طفیل سے کہا گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ اقدس سفید اور ملاحت والا تھا (ملیح اس چہرہ کو کہتے ہیں کہ بندہ جس چہرہ کو دیکھتا ہی رہے)''۔

(۱۰) ''اخرج الترمذی من حدیث ھند بن ابی ھالۃ: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتلألوا وجھہ تلالؤ القمر لیلۃ البدر''۔ (شمائل الترمذی رقم الحدیث:۹' مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۲۷۳' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۱ صفحہ۲۸۶)

(ترجمہ:) ''امام ترمذی نے روایت کیا کہ ھند بن ابی ھالہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس' چودھویں کے چاند کی طرح منور وتاباں تھا''۔

(۱۱) ''عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: ما بعث اللّٰہ نبیا قط الا بعثہ حسن االوجہ حسن الصوت' حتی بعث اللّٰہ نبیکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبعثہ احسنھم وجھا واحسنھم صوتا ۔ رواہ ابن عساکر'' ۔

(المواہب اللدنیہ جلد۲ صفحہ۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے ہر نبی کو چہرے اور آواز کی خوبصورتی عطا فرمائی ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی حسین تر چہرہ اور حسین تر آواز عطا فرمائی ہے''۔

(۱۱) ''حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی نے کیا خوب عرض کی:

واحسن منك لم ترقط عینی — واجمل منك لم تلد النسآء

خلقت مبرا من کل عیب — کانك قد خلقت کما تشآء

(ترجمہ:) ''یارسول اللہ! آپ جیسا پیکر حسن میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ جیسا مرقع جمال کسی ماں نے نہیں جنا' آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے گویا کہ جیسے آپ چاہتے تھے ویسے آپ کو پیدا کیا گیا''۔

اور دیکھنے والوں نے جس حسن و جمال کی تعریف کی ہے یہ تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کی تجلیات میں سے ایک تجلی اور جمال کامل کا ایک پرتو ہے۔ وگرنہ اگر اس دنیا میں مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ اکمل اور جمالِ تام کو ظاہر کیا جاتا تو کسی میں تاب وتواں نہ تھی کہ حسن مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جھلک دیکھ سکتا۔ چنانچہ:

امام احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ فرماتے ہیں:

''وقد حکی القرطبی فی کتاب الصلوٰۃ عن بعضھم انہ قال لم یظھر لنا تمام حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' لانہ لو ظھر لنا تمام حسنہ لما اطاقت اعیننا رؤیۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ۔

(المواہب اللدنیہ جلد۲ صفحہ۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(ترجمہ:) ''امام قرطبی نے کتاب الصلوٰۃ میں بعض علماء کا قول نقل فرمایا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن تمام ہمارے اوپر ظاہر نہیں ہوا' اس لیے کہ اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسنِ تمام ہمارے اوپر ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھوں میں اتنی طاقت نہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کر سکتیں''۔

سو اگر کوئی کسی سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبتوں کی سب سے زیادہ حق دار مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ارفع واعلٰی ہے' جن کو اللہ تبارک وتعالٰی نے اپنے حسن کا مظہر کامل' اپنے حسن تخلیق کا شاہکارِ اتم اور اپنی

Marfat.com

صناعی وخلاقی کا سب سے حسین نقش بنایا ہے۔ دنیا کے حسینوں کے حسن پر زوال بھی آتا ہے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ، حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن وجمال بوعدۂ الٰہی: ''وللاٰخرة خیر لك من الاولیٰ'' روز افزوں، فزوں تر ہے۔ لہٰذا یقیناً حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہی ایسی ذات ہے کہ جن کے ساتھ جملہ مخلوقات سے بڑھ کر محبت کرنی چاہیے۔

محبت کا دوسرا سبب..... جود واحسان

محبت کے بنیادی اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ جب کوئی انسان کسی پر احسان کرتا ہے، مشکل وقت میں اس کی دستگیری اور حاجت براری کرتا ہے، تو طبعی طور پر جس پر احسان کیا گیا اس کے دل میں محسن کے لیے محبت، مودّت اور تعظیم کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر محبت کا یہ سبب دیکھیں تو اس سبب اور وجہ سے بھی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ارفع ہماری محبتوں اور عقیدتوں کی سب سے زیادہ حق دار ہے۔ اس لیے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس قدر اپنی اُمت پر احسان اور جود وکرم فرمائے ہیں، اتنے احسان کسی نے بھی نہیں فرمائے۔ وہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے ہماری رُشد وہدایت اور ہمارے ایمان کے لیے اس قدر اذیتیں اور تکالیف برداشت کیں کہ خود زبانِ اقدس سے اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''ما اوذی نبی مثل ما اوذیت'' کہ کسی نبی کو بھی اتنی اذیتیں نہیں پہنچائی گئیں جتنی اذیتیں مجھے پہنچائی گئی ہیں۔ جنہوں نے اُمت کی ہدایت کے لیے ساحر، شاعر، مجنون کے طعنے اور کفار کی پھبتیاں اور مذاق برداشت فرمائے۔ جنہوں نے ہماری ہدایت کے لیے اور دین، اُمت تک پہنچانے کے لیے اُحد کے میدان میں تیروں اور تلواروں کے یہاں تک وار برداشت کیے کہ چہرۂ مبارک خون آلود ہو گیا۔ جنہوں نے طائف کے میدان میں گم گشتہ لوگوں کی ہدایت کے لیے اتنے پتھر برداشت فرمائے کہ قدم مبارک خون آلود ہو گئے۔ کبھی سرکار نماز ادا فرما رہے ہوتے تو کفار، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی رکھنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ وہ محبوب جنہوں نے اُمت کی مغفرت میں راتوں کو اُٹھ کر آنسو بہائے۔ صرف حیاتِ ظاہری میں نہیں بلکہ آج قبر انور میں بھی اُمت کے لیے استغفار فرما رہے ہیں اور قیامت کے اندوہناک اور ہولناک دن میں جبکہ ہر ایک کو نفسی نفسی یعنی اپنی ہی فکر ہوگی ہر ایک دوسرے کی فکر سے بے نیاز ہوگا۔

''یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ○ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ○'' (عبس: ۳۴ تا ۳۷)

(ترجمہ:) ''اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی ○ اور ماں اور باپ ○ اور بیوی اور بیٹوں سے ○ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہوگی کہ جو اسے دوسرے سے بے پرواہ کر دے گی ○''۔

یہاں تک کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس دن کی شدت کی وجہ سے اپنی اُمتوں کو نظر انداز فرما دیں گے اور نفسی نفسی کریں گے، ایک واحد ذات اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی جو ہم جیسے، گنہ گاروں کے لیے سہارا بنے گی۔ ''انا لها انا لها'' کا مژدہ جاں فزا سنائے گی اور اپنے ربِ عزوجل کے اذنِ شفاعت سے عاصیوں کو داخل جنت کروائے گی۔ سوچیے! اتنا

Marfat.com

عظیم احسان کیا کبھی ہم پر کسی نے کیا ہے؟ یا کرسکتا ہے؟ یقیناً نہیں! تو پھر سب سے زیادہ محبت بھی اسی ذات سے کرنی چاہیے جو ہم پر اپنا عظیم جود وکرم فرمانے والے ہیں۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت پر کس قدر جود وکرم اور احسان فرمانے والے ہیں' اس پر قرآن مجید کی چند آیات اور احادیث ملاحظہ فرمائیں:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

(۱) ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O'' (الانبیاء:۱۰۷)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا O''

(۲) ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O'' (التوبہ:۱۲۸)

(ترجمہ:) ''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے' تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے' تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے' مسلمانوں پر کمال مہربان' رحمت کرنے والے O''

(۳) ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ O'' (آل عمران:۱۶۴)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ نے بڑا احسان فرمایا مؤمنین پر جب ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں خوب پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے O''

(٤) ''ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم''۔

(ترجمہ:) ''اللہ کی یہ شان نہیں کہ محبوب تم ان میں موجود ہو اور اللہ انہیں عذاب دے''۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : هل اتی علیك یوم كان اشد من یوم احد؟ قال لقد لقیت و كان اشد ما لقیت منهم یوم العقبه' اذ عرضت نفسی علی ابن عبد یا لیل بن كلال فلم یجبنی الی ما اردت' فانطلقت وانا مهموم علٰی وجهی فلم استفق الا وانا بقرن الثعالب فرفعت راسی فاذا انا بسحابة قد اظلتنی فنظرت فاذا فیها جبرئیل فنادانی فقال: ان الله قد سمع قول قومك لك وما ردوا علیك وقد بعث الیك ملك الجبال لتامره بما شئت فیهم فنادانی ملك الجبال فسلم علی ثم قال: یا محمد فقال: ذالك فیما شئت ان اطبق علیهم الاخشبین؟ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : بل ارجوا ان یخرج الله من اصلا بهم من یعبد الله وحده لا

یشرك به شیئًا''۔

(صحیح بخاری' کتاب: بدء الخلق' باب: اذا قال احدکم: آمین والملائکہ فی السماء' رقم الحدیث:۳۲۳۱' وفی کتاب: التوحید' باب: قولہ تعالیٰ وکان اللہ سمیعًا بصیرًا' رقم الحدیث:۷۳۸۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الجہاد والسیر' باب: ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اذی المشرکین والمنافقین' رقم الحدیث:۴۶۵۳' دارالکتاب العربی) (صحیح ابن حبان:۴۵۶۱)

(ترجمہ:) ''نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: آپ پر جنگ اُحد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آیا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو تکالیف اُٹھائی ہیں وہ اُٹھائی ہیں اور سب سے زیادہ تکلیف یومِ عقبہ (جس دن آپ نے طائف کی گھاٹیوں میں جا کر تبلیغ کی تھی) کو اُٹھائی تھی' اس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا' میں جو کچھ چاہتا تھا اس نے اس کا کوئی جواب نہ دیا' پھر میں انتہائی افسردگی کے ساتھ چل پڑا' میں اس وقت قرن الثعالب میں تھا اور میرا غم ابھی دور نہیں ہوا تھا' میں نے سر اوپر اُٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہاں حضرت جبرائیل تھے' انہوں نے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سُن لیا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو کیا پیغام سنایا اور انہوں نے آپ کو کیا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے' تاکہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں' پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے پکارا اور مجھے سلام کیا اور عرض کی: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ چاہیں تو میں ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں! نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگ نکالے گا جو اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے''۔

(۲) ''عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص: ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلا قول اللہ عزوجل فی ابراھیم (رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی) (ابراھیم:۳۶) وقال عیسٰی علیہ السلام: (ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم) (المائدہ:۱۱۸) فرفع یدیہ وقال: اللّٰھم امتی' امتی وبکٰی' فقال اللہ عزوجل: یا جبریل! اذھب الٰی محمد' وربك اعلم' فسلہ ما یبکیك' فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بما قال' وھو اعلم فقال اللہ: یا جبریل اذھب الٰی محمد فقل' انا سنرضیك فی امتك ولا نسوك''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: دعاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لامتہ' رقم الحدیث:۴۹۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: احوال القیامۃ' باب: الحوض والشفاعۃ' رقم الحدیث:۵۵۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۲۶۹) (صحیح ابن حبان' کتاب: اخبارہ عن مناقب الصحابۃ' باب: ذکر ما وعد اللہ رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یرضیہ فی امتہ' رقم الحدیث:۷۲۳۴-۷۲۳۵' دارالمعرفۃ' بیروت)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی تلاوت کی: ''اور اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا' سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا'' (ابراہیم:۳۶) اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اگر تُو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تُو ان کو بخش دے تو تُو بہت غالب بہت حکمت والا ہے'' (المائدہ:۱۱۸)۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور عرض کی: اے اللہ! میری اُمت! میری اُمت! اور آپ رونے لگے' اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جاننے والا ہے' ان سے پوچھو کہ ان کو کیا چیز رُلاتی ہے؟ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ کو آپ کی اُمت کے متعلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے''۔

(۳) ''عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه: انه سمع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول: انما مثلی ومثل الناس كمثل رجل استوقد نارا فلما اضاء ت ماحوله جعل الفراش وهذه الدواب التی تقع فی النار يقعن فيها' فجعل ينزعهن ويغلبنه فيقتحمن فيها' فانا آخذ بحجز كم عن النار وهم يقتحمون فيها''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الرقاق' باب: الانتهاء عن المعاصی' رقم الحدیث:۶۴۸۴' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: شفقته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٰ امته' رقم الحدیث:۵۹۱۴) (سنن الترمذی' کتاب: الامثال' باب: مثل ابن آدم' رقم الحدیث:۲۸۷۴' دارالمعرفہ' بیروت) (صحیح ابن حبان' رقم الحدیث:۶۴۰۸)

(ترجمہ:) ''حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے آگ جلائی' پس جب آگ نے ماحول کو روشن کر دیا تو پتنگے اور وہ کیڑے جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنے لگے تو وہ آدمی ان کو پیچھے کرتا لیکن وہ اس پر غالب آ جاتے اور اس میں گر جاتے ہیں' پس میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ رہا ہوں' تمہیں آگ سے بچانے کے لیے' لیکن تم اس میں گرنا چاہتے ہو''۔

(٤) ''عن عمران بن حصين رضی الله تعالیٰ عنه' عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ليخرجن قوم من امتی من النار بشفاعتی يسمون الجهنميون''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الرقاق' باب: صفة الجنة والنار' رقم الحدیث:۶۵۶۲' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: صفة جهنم' باب: ماجاء ان للنار نفسين' رقم الحدیث:۲۶۰۰' دارالمعرفہ' بیروت) (سنن ابوداؤد' کتاب: السنة' باب: فی الشفاعة' رقم الحدیث:۴۷۴۰) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الزهد' باب: ذکر الشفاعة' رقم الحدیث:۴۳۱۵' مسند احمد جلد۴ صفحہ۴۳۴)

Marfat.com

(ترجمہ:) ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت کی وجہ سے ایک قوم کو جہنم سے نکالا جائے گا' ان کا نام جہنمین رکھا جائے گا''۔

(۵) ''عن عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: للانبیاء منابر من ذھب قال فیجلسون علیھا ویبقٰی منبری لا اجلس علیہ' اولا اقعد علیہ' قائما بین یدی ربی مخافۃ ان یبعث بی الی الجنۃ ویبقٰی امتی من بعدی' فاقول: یا رب امتی امتی فیقولُ اللّٰہ عزوجل: یا محمد ما ترید ان اصنع بامتك فاقول یا رب! عجل حسابھم' فیدعٰی بھم فیما سبعون فمنھم من یدخل الجنۃ برحمۃ اللّٰہ ومنھم من یدخل الجنۃ بشفاعتی' فما ازال اشفع حتٰی اعطٰی صکاکا برجال قد بعث بھم الی النار' وآتی مالکا خازن النار فیقول: ما ترکت للنار لغضب ربك فی امتك من بقیۃ ۔ قال الامام الحاکم: ھذا حدیث صحیح الاسناد''۔

(المستدرک جلد ا صفحہ ۲۴۲' رقم الحدیث: ۲۲۸) (المعجم الکبیر: ۱۰۷۷' المعجم الاوسط: ۴۷۰' مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۰' الترغیب والترہیب جلد ۴ صفحہ ۲۴۱' رقم الحدیث: ۵۵۱۵)

(ترجمہ:) ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے سونے کے منبر ہوں گے جس پر وہ بیٹھیں گے اور میرا منبر باقی رہے گا' میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے ربِ عزوجل کے حضور کھڑا رہوں گا' اس خوف سے کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری اُمت میرے بعد رہ جائے۔ پس میں عرض کروں گا: اے میرے رب عزوجل! میری اُمت! میری اُمت! اللہ رب العزت فرمائے گا: اے محمد! تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہاری اُمت کے ساتھ کیا کروں؟ پس میں عرض کروں گا: اے میرے رب! ان کا حساب جلد لے لے۔ پس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب ہوگا تو ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے داخل ہوں گے اور بعض وہ ہوں گے جو جنت میں میری شفاعت سے داخل ہوں گے تو میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا' یہاں تک کہ میں ان افراد کا پروانہ بھی حاصل کرلوں گا جنہیں دوزخ میں بھیجے جانے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا اور میں جہنم کے خازن مالک کے پاس آؤں گا تو وہ عرض کرے گا: اے محمد! آپ نے اپنی اُمت سے آگ میں اپنے رب عزوجل کے غضب کے لیے کچھ نہیں چھوڑا (بلکہ ساری اُمت بخشوالی ہے)''۔ فجزی اللّٰہ تعالٰی عنا سیّدنا ومولانا محمدًا ما ھو اھلہ ۔

(٦) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا اور دستی اُٹھا کر دی گئی اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دستی کا گوشت پسند تھا۔ آپ نے اسے دانت مبارک سے چبایا' پھر فرمایا: بے شک میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور تم جانتے ہو کہ یہ کیسے ہوگا؟ اللہ جل مجدہ تمام

Marfat.com

اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں اکٹھا فرمائے گا' جس میں منادی کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب دکھائی دیں گے اور سورج قریب ہوگا' پس لوگوں کو ایسا غم اور ایسی تکلیف لاحق ہوگی جس کی ان میں طاقت اور برداشت نہیں ہوگی' پس لوگ کہیں گے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہیں کتنی تکلیف پہنچ چکی ہے' کیا تم نہیں سوچتے کہ ہم کسی کو تلاش کریں جو تمہارے رب کے حضور تمہاری شفاعت کرے' تو کچھ لوگ دوسروں سے کہیں گے کہ تم آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو۔ پس وہ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ ابوالبشر ہیں' اللہ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا ہے اور آپ میں اپنی طرف سے خاص روح پھونکی ہے اور ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں' آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے شفاعت کریں' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہمیں کتنی تکلیف پہنچی ہے؟ تو آدم علیہ السلام فرمائیں گے: بے شک میرا رب آج اتنے غضب اور جلال میں ہے کہ پہلے کبھی اتنا غضب نہ فرمایا نہ آئندہ کبھی اتنا غضب فرمائے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت کے کھانے سے منع فرمایا تھا لیکن مجھ سے (بظاہر) خطاء ہوگئی' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے نوح! آپ زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام عبد شکور (بہت زیادہ شکر کرنے والا بندہ) رکھا ہے' آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ پس وہ فرمائیں گے: آج میرے رب نے ایسا غضب فرمایا کہ اس کی مثل غضب نہ پہلے ظاہر فرمایا اور نہ آئندہ ظاہر فرمائے گا اور بے شک میرے لیے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' میرے علاوہ تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ اللہ کے نبی اور اہل ارض میں اللہ ذوالمجد والعلیٰ کے خلیل ہیں' آپ ہمارے لیے اپنے رب کے حضور شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ تو آپ فرمائیں گے: بے شک میرے رب عزوجل نے آج ایسا غضب فرمایا کہ اس جیسا پہلے کبھی غضب فرمایا اور نہ اس جیسا آئندہ غضب فرمائے گا..... مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' تم موسیٰ کے پاس جاؤ۔ پس وہ موسیٰ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ لوگوں پر فضیلت بخشی ہے' آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ تو وہ فرمائیں گے: بے شک میرے رب عزوجل نے آج ایسا جلال ظاہر فرمایا ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا جلال ظاہر فرمایا اور نہ آئندہ کبھی ایسا جلال ظاہر فرمائے

Marfat.com

گا اور بے شک میں نے ایک جان کو قتل کیا تھا' جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم میں القاء فرمایا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور آپ نے بچپن میں پنگھوڑے میں لوگوں سے کلام فرمایا' ہمارے لیے شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: بے شک میرے رب نے آج ایسا غضب ظاہر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضب ظاہر فرمایا اور نہ آئندہ کبھی ایسا غضب ظاہر فرمائے گا' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اللہ کے رسول ہیں' تمام نبیوں کے آخری ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت فرما دی ہے' آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے شفاعت فرمائیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) کہ میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ ریز ہوں گا' پھر اللہ جل مجدہ مجھ پر حمد اور حسن ثناء کے راز کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی ایک پر بھی اس نے نہ کھولے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اُٹھایئے! آپ مانگئے آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کریں' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' پس میں اپنا سر اُٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب! میری اُمت! اے میرے رب! میری اُمت! پھر کہا جائے گا: اے محمد! تمہاری اُمت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کرو''۔

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' باب: ذریۃ من حملنا مع نوح انہ کان عبداً شکوراً' رقم الحدیث: ۴۷۱۲' وفی کتاب: احادیث الانبیاء' باب: قول اللہ تعالیٰ عزوجل: ولقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومہ' رقم الحدیث. ۳۳۴۰' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا' رقم الحدیث: ۱۹۳۔۱۹۴۔۱۹۵' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: الزھد' باب: ما جاء فی الشفاعۃ' رقم الحدیث: ۲۴۳۴' دارالمعرفۃ' بیروت) (سنن ابن ماجہ (عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کتاب: الزھد' باب: ذکر الشفاعۃ' رقم الحدیث: ۴۳۱۲' دارالسلام' ریاض) (السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۸۶) (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۶۲۳' رقم الحدیث: ۹۸۷۳' صحیح ابن حبان: ۶۴۶۵)

بلکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی اُمت پر یہ شفقتیں' عنایتیں اور جود و نوال آج بھی جاری و ساری ہے' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی اُمت پر یہ احسانِ عظیم ہے کہ آج قبر انور میں بھی سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گنہ گار غلاموں کے لیے استغفار فرما رہے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

''عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: حیاتی خیر لکم تحدثون وتحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما

Marfat.com

رأيت من شر استغفرت الله لكم . رواه البزار ورجاله رجال الصحيح" .

(مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۲۴' مسند البزار رقم الحدیث:۸۴۵' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۳۷۷۱)

(ترجمہ:) "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے' تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے' میں تمہارا جو نیک عمل دیکھوں گا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور میں تمہارا جو بُرا عمل دیکھوں گا' اس پر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کروں گا۔ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس غلام کے لیے استغفار فرما دیں' اس کی مغفرت قطعی اور یقینی ہے اور ایسے غلام کے مغفور ہونے میں کیا شک وشبہ رہے گا؟ سوچیے! یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے غلاموں اور اُمتیوں پر کتنا بڑا احسان ہے' سو اگر کوئی کسی کے جود واحسان کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبتوں اور عقیدتوں کی سب سے زیادہ حق دار حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔

"اللّٰھم ارزقنا حبك وحب حبيبك المكرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" .

محبت کا تیسرا سبب.....وسعت علمی

محبت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ انسان جب کسی کے علم کی وسعت اور بیکرانی دیکھتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے' لوگ علماء کی تعظیم' ان کا ادب اور ان کے ساتھ محبت ان کے حسب ونسب کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی صفت علم کی وجہ سے کرتے ہیں' محبت کا اگر یہ سبب دیکھیں تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علوم ومعارف اور حقائق ودقائق کے بحرِ ذخار اور بحرِ بیکراں عطا فرمائے اور آپ کو اعلم الخلق اور اعرف الخلق کے مرتبے پر فائز فرمایا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی پر یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب کو براہِ راست قرآن مجید کے اسرار ورموز اور علوم ومعارف عطا فرمائے اور آپ کے علم کو علمِ عظیم قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا O" (النساء:۱۱۳)

(ترجمہ:) "اور محبوب تم جو کچھ نہ جانتے تھے اللہ نے ہر اس شے کا علم آپ کو عطا فرمایا اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے O"

سوچیے! جس علم کو اللہ رب العزت جو خود عظیم ہے' عظیم قرار دے اس کی وسعت' جامعیت اور معنویت کا کون اندازہ' احاطہ اور ادراک کر سکتا ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث گواہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے صرف ایک ہی رات میں اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین وآسمان اور مشرق ومغرب کے مابین ہر چیز کا علم عطا فرما دیا۔ چنانچہ فرمایا: "علمت ما فی السموات

Marfat.com

والارض ''کہ میں جانتا ہوں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ پھر فرمایا: ''علمت ما بین المشرق والمغرب ''میں جانتا ہوں جو کچھ مشرق ومغرب کے مابین ہے۔ پھر فرمایا: ''فتجلّٰی لی کل شیء وعرفت ''کہ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں اسے پہچان گیا۔ مسلم شریف کی حدیث میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ''ان اللّٰہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا ''(ترجمہ:) بے شک اللہ عزوجل نے میرے لیے زمین سمیٹ دی ہے پس میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ ایک حدیث میں فرمایا: ''علمت علم الاوّلین والاٰخرین ''کہ مجھے اوّلین وآخرین کے علوم عطا کیے گئے ہیں۔ (حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم وسیع پر مدلل دلائل اسی کتاب میں آیت کریمہ ''علمك ما لم تكن تعلم ''کے تحت گزر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ محمد عاطف غفرلہٗ) سو اللہ جل مجدہ نے اپنی جملہ مخلوقات میں کسی کو علم کی یہ وسعت اور بیکرانی نہیں عطا فرمائی جو وسعت اور بیکرانی اس نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کو عطا فرمائی ہے۔ اس لیے اگر کوئی کسی سے اس کے علم کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت کی سب سے زیادہ حق دار حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے۔

ایک لطیف ذوق افزاء نکتہ

محبت کے اسباب اور اس کی جوہات بہت زیادہ ہیں، یہاں طوالت کے خوف سے چند ذکر کی ہیں، لیکن ان وجوہات کے تناظر میں یہ ذوق افزا اور محبت انگیز نکتہ سمجھ لیں کہ انسان جس سے بھی محبت کرتا ہے، ضروری نہیں کہ اس میں محبت کی تمام وجوہات اور اسباب جمع ہوں، مثلاً اگر حسین سے اس کے حسن کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ اس حسین میں صفت جود واحسان اور صفت علم بھی پائی جائے۔ اسی طرح اگر کسی سخی اور محسن سے محبت کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ اس میں صفت حسن اور صفت علم بھی پائی جائے۔ سو اگر کسی میں صرف محبت کی ایک وجہ اور اس کا ایک سبب پایا جائے تو ہم اس سے محبت کرتے ہیں تو اس ذاتِ اقدس سے ہماری وارفتگی، عقیدت، جذب وجنوں اور عشق ومحبت کی کیا کیفیت ہونی چاہیے کہ جن میں محبت کے تمام اسباب علیٰ وجہ التمام والکمال پائے جاتے ہیں، یقیناً وہی ذات اس بات کی مستحق ہے کہ ان سے ہر ایک سے بڑھ کر محبت کی جائے۔

محبت کی چند علامات

یہاں تک کہ قارئین کے سامنے محبت کے چند اسباب بیان کیے ہیں، اب یہ بھی سمجھ لیں کہ محبت محض دعویٰ کی چیز نہیں بلکہ محبّت کی بہت سی علامات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محبّ کو اپنے محبوب سے کتنی محبت ہے۔ سو یہاں ہم ان علامات کو اختصاراً بیان کرتے ہیں۔

محبت کی پہلی علامت: شوقِ وصال

محبت کی اساسی اور بنیادی علامت یہ ہے کہ جب انسان کو کسی سے سچی اور کھری محبت ہو جائے تو انسان اپنے محبوب کے دیدار کے لیے مضطرب، بے چین اور بے کل رہتا ہے، اس کے وصال اور اس کی لقاء کے شوق میں، اور اپنے محبوب کے ہجر وفراق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے، مرغ بسمل کی طرح پھڑکتا ہے، خلوت وتنہائی میں اپنے محبوب کے تصور سے گریہ وبکا اور

Marfat.com

گریہ زاری کرتا ہے۔ یہ محبت کی وہ بنیادی علامت ہے کہ جس پر محبت کی حقیقت استوار ہے اور بغیر اس کے محبت کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بھلا وہ کیسا محبّ و عاشق ہے کہ جن کے دل میں اپنے محبوب کے دیدار اور محبوب کے وصل کے لیے آتش شوق نہیں بھڑکتی، جس کی راتوں کی نیند خیالِ محبوب پر قربان نہیں ہوتی۔ سو ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ عشاق کے احوال میں پڑھتے ہیں کہ وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہجر و فراق میں تڑپتے رہے، گریہ کرتے رہے، آہ و فغاں کرتے رہے اور اس تڑپ کے ذریعے اپنے محبوب تک واصل ہو گئے۔ ذیل میں چند عشاق کے احوال سپردِ قلم کرتا ہوں۔

(۱) ''عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال خطب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال: ان اللّٰہ تعالٰی خیر عبدًا بین الدنیا والأخرۃ وبین ما عندہ فاختار ذلك العبد ما عند اللّٰہ ۔ قال: فبکٰی ابو بکر، فعجبنا لبکائہٖ، ان یخبر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن عبد خیر، فکان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھو المخیر، وکان ابو بکر اعلمنا ۔ وفی روایۃ قال سیّدنا ابوبکر، فدیناك یا رسول اللّٰہ بابائنا وامھاتنا''۔

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: سدوا الابواب الا باب ابی بکر، رقم الحدیث: ۳۶۵۴، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۴۶۶۔۳۹۰۴) (صحیح مسلم، کتاب: فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم، باب: من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۶۱۷۰۔۶۱۷۱، دارالکتاب العربی، بیروت) (سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: لو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ابا بکر خلیلاً، رقم الحدیث: ۳۶۵۹، دارالسلام، ریاض) (صحیح ابن حبان، کتاب: التاریخ، باب: ذکر وصف الخطبۃ التی خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث: ۶۵۹۳) (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۸، رقم الحدیث: ۱۱۳۴) (الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، جامع المسانید رقم الحدیث: ۱۹۹۰، التمہید جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۲، المعجم الکبیر جلد ۲۲ صفحہ ۳۲۸)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی نے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ عزوجل کے پاس ہے، کے درمیان اختیار دیا ہے، پس اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ تعالٰی کے پاس ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ شدت سے رونے لگے، ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ایک بندے کا حال بیان کیا ہے کہ اسے اختیار دیا گیا ہے۔ پس (ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ) وہ جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہم سے زیادہ علم رکھنے والے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے آباء و اُمہات آپ پر فدا ہوں''۔

یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبہم انداز میں اپنے داغِ مفارقت اور صدمہ ہجر و فراق کا ذکر فرمایا جو کہ صحابہ کرام نہ سمجھ سکے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی چونکہ شناسائے مزاجِ رسول تھے، اس لیے بات کو سمجھ گئے اور یہ بات سن کر کہ محبوب ہمیں اب چھوڑ کر جا رہے ہیں، گریہ و بکاء شروع فرما دی۔

(۲) ''عن سالم بن عبد اللّٰہ عن ابیہ قال: کان سبب موت سیّدنا ابی بکر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ،

Marfat.com

وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ما زال جسمہ یجری حتی مات''۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد۴ صفحہ۶، رقم الحدیث:۴۴۶۶، دارالمعرفۃ بیروت) (صفۃ الصفوۃ لابن جوزی جلد۱ صفحہ۲۶۳)

(ترجمہ:) ''حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا سبب، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داغِ مفارقت کا صدمہ تھا اور آپ کا جسم مسلسل (ہجر وفراق اور آتش شوق کی وجہ سے) گھلتا رہا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا''۔

(۳) ''سئل سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کیف کان حبکم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: کان واللہ، احب الینا من اموالنا واولادنا وآبائنا وامہاتنا ومن الماء البارد علی الظماء''۔

(الشفاء صفحہ۲۵۱، رقم الحدیث:۱۲۱۶، دارابن حزم بیروت) (مواہب اللدنیہ جلد۲ صفحہ۴۸۱، فصل فی وجوب محبتہ، بیروت)

(ترجمہ:) ''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیسی محبت تھی؟ آپ نے فرمایا: اللہ ذوالمجد والعلیٰ کی قسم! حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ہماری اولاد، آباؤاجداد اور سخت پیاسے کی ٹھنڈے پانی کی محبت سے بڑھ کر محبوب تھے''۔

(٤) ''عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: جاء رجل الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انک لاحب الی من نفسی وانک لاحب الی من اہلی واحب الی من ولدی وانی لاکون فی البیت فاذکرک فما اصبر حتی آتیک فانظر الیک واذا ذکرت موتی وموتک عرفت انک اذا دخلت الجنۃ رفعت مع النبیین وانی اذا دخلت الجنۃ حسبت ان لا اراک فلم یرد الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیئًا حتیٰ نزل جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بہذہ الایہ (ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم.....(النساء: ٦٩) فدعا بہ فقراء علیہ''۔

(المعجم الاوسط جلد۱ صفحہ۱۵۲، رقم الحدیث:۴۷۷) (حلیۃ الاولیاء جلد۴ صفحہ۲۴۰، مجمع الزوائد جلد۷ صفحہ۷) (جامع البیان جلد۵ صفحہ۱۰۴، رقم الحدیث:۹۹۲۹) (الشفاء صفحہ۲۵۰، رقم الحدیث:۱۲۰۵) (مواہب اللدنیہ جلد۲ صفحہ۴۸۱، تفسیر ابن کثیر جلد۱ صفحہ۵۲۴، الدرالمنثور جلد۲ صفحہ۱۸۲)

(ترجمہ:) ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صحابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے میری جان اور میرے اہل وعیال اور میری اولاد سے بڑھ کر محبوب ہیں اور جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک چین اور صبر نہیں آتا جب تک آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کا دیدار نہ کرلوں اور جب میں اپنی موت اور آپ کے وصالِ اقدس کا خیال کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ فرما ہوں گے اور جب میں جنت میں جاؤں گا تو ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ رہ جاؤں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے اس صحابی کو کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: (اور جو کوئی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمائے.....) پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی"۔

(۵) "امام ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو سب صحابہ صدمہ سے نڈھال تھے لیکن حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیفیت بیان سے باہر تھی۔ آپ نے شدتِ صدمہ اور فرطِ غم کی وجہ سے اذان دینا چھوڑ دی اور مدینہ کی گلیوں میں اور مسجد نبوی میں ان مقامات پر جہاں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فرما ہوتے' جا کر لوگوں سے کہتے کہ اس مقام پر میرے آقا قیام فرما ہوتے تھے' اس مقام پر میرے آقا بیٹھا کرتے تھے۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ وہ اذان تو سنائیں جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حین حیات میں سنایا کرتے تھے' آپ نے فرمایا کہ جب میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حین حیات میں اذان پڑھا کرتا تھا تو سامنے منبر پر حضور اقدس علیہ السلام کے رُخِ زیبا کی زیارت بھی کرتا تھا' میرے آقا کا جلوہ تم کرا دو' میں تمہیں اذان سنا دیتا ہوں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر آ کر حضرت بلال اپنا چہرہ رکھ دیتے اور بلک بلک کر روتے اور یا محمداہ! یا رسول اللہ! کہتے رہتے' جب ہجر کا غم اور صدمہ بڑھ گیا اور برداشت سے باہر ہو گیا تو آپ شام چلے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ گزرا کہ ایک رات خواب میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوہ جانفزا کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا: "یا بلال! ما هذه الجفوة" اے بلال! یہ کیسی بے وفائی ہے کہ تم کتنا عرصہ ہو گیا ہماری زیارت کو نہیں آئے۔ جب صبح اُٹھے تو حضرت بلال کے بحرِ محبت میں طلاطم تھا۔ جذب و شوق اور قلق و اضطراب کی کیفیت میں سوئے مدینہ روانہ ہوئے۔ جب دیارِ محبوب میں پہنچے تو چشمِ تصور میں وہ سارے مناظر آ گئے کہ جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گزرے تھے۔ بے چینی و اضطراب اتنا بڑھ گیا کہ بے ہوش ہو گئے اور غشی میں یا محمد' یا رسول اللہ پکارتے رہے۔ پورے مدینہ میں دھوم مچ گئی کہ بلال مؤذنِ رسول آ چکے ہیں۔ لوگ بوڑھے' جوان لپکتے ہوئے حضرت بلال کے پاس جمع ہو گئے' عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں۔ جب حضرت بلال کو افاقہ ہوا تو لوگوں نے عرض کی کہ آپ ہمیں اذان سنائیں' آپ نے معذرت کر لی لیکن حضراتِ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ اے بلال! جو اذان نانا جان کے دور میں سنایا کرتے تھے آج ہمیں وہ اذان سناؤ! شہزادوں کی ماننی پڑی۔ حضرت بلال آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر آئے اور بلک بلک کر رونے لگے' بڑی ضبط کے بعد منبر کے سامنے آئے' اذان دینا شروع کی' یہ آج مدینہ کی فضاؤں میں حضرت بلال کی پہلی اذان تھی جب رُخِ والضحیٰ ان کی نگاہوں کے سامنے نہیں تھا' مدینہ میں قیامت کا سماں تھا' ہر آنکھ اشک ریز تھی' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا صدمہ یوں تازہ ہوا کہ لوگوں کے کلیجے منہ کو آ گئے' مدینہ کی فضاؤں میں آہ و

Marfat.com

فغاں اور سسکیوں کی آوازیں ہر سمت سے آ رہی تھیں، حضرت بلال جب ''اشہد ان محمداً رسول اللہ'' کے کلمات پر پہنچے، نگاہیں اُٹھا کر منبر مبارک کو دیکھا تو محبوب کا جلوہ نظر نہ آیا، پھر چیخ نکلی اور تین دن بے ہوش رہے''۔

بقول امام اہل سنت ؎

یاد میں جن کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو　　پھر دکھا دے وہ رخ مہر فروزاں ہم کو

اور عرض کرتے ہیں ؎

رحم فرمایئے اے شاہ! کہ اب تاب نہیں　　تا بکے خون رلائے غم ہجراں ہم کو

(٦) ''عن زید بن اسلم: خرج عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ یحرس الناس، فرای مصباحا فی بیت، واذا عجوز تنفش صوفا، وتقول:

علیٰ محمد صلاۃ الابرار　　صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد کنت قواما بکا بالاسحار　　یالیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدار؟

فجلس عمر رضی اللہ تعالیٰ یبکی''۔ (الشفا صفحہ ۲۵۱، دار ابن حزم، بیروت)

(ترجمہ:) ''زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی حفاظت کے لیے نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھر میں چراغ جلا ہوا ہے اور ایک بڑھیا اُون کات رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ابرار کے درود ہوں، ان پر درود بھیجا ہے پاک اور نیک لوگوں نے، تحقیق آپ بہت زیادہ قیام فرمانے والے اور سحر کے وقت گریہ و بکاء کرنے والے تھے، ہائے افسوس کہ اُمیدیں مختلف ہیں، تو کیا اے اللہ! تو مجھے اور میرے حبیب یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں ایک درجے میں جمع فرما دے گا؟''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ اشعار سنے تو فراق کا صدمہ تازہ ہو گیا، شدت سے گریہ و بکاء شروع فرما دی اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار سن کر کئی دن تک صاحبِ فراش بھی رہے''۔

(٧) امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نقل فرماتے ہیں:

''ویروی ان امراۃ قالت لعائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: اکشفی لی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فکشفۃ لہا، فبکت حتی ماتت''۔ (الشفاء رقم الحدیث: ۱۲۲۰، صفحہ ۲۵۲، دار ابن حزم)

(ترجمہ:) ''مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور دکھائیں، پس آپ نے اس عورت کو قبر انور دکھائی، تو وہ عورت اتنا روئی کہ اس کی روح قفس عنصری سے

Marfat.com

پرواز کر گئی"۔

(۸) "عن جابر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالٰی عنهما' ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقوم یوم الجمعة الٰی شجرة او نخلة' فقالت امرأة من الانصار' او رجل یا رسول اللّٰه! الا نجعل لك منبرا؟ قال: ان شئتم فجعلوا له منبرا' فلما کان یوم الجمعة رفع الی المنبر' فصاحت النخلة صیاح الصبی' ثم نزل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضمه الیه' تئن انین الصبی الذی یسکن" ۔

(صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: علامات النبوة فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۸۴۔۳۵۸۵' دار الکتاب العربی' بیروت) (سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی حنین الجذع' رقم الحدیث:۳۶۲۷' دار السلام' ریاض) (سنن ابن ماجۃ' کتاب: اقامة الصلوٰة' باب: ماجآء فی بدء شان المنبر' رقم الحدیث:۱۴۱۵' دار السلام' ریاض) (صحیح ابن حبان' رقم الحدیث:۶۵۰۷' المعجم الاوسط جلد۲ صفحہ ۱۰۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۲۷۵۶' سنن الدارمی' المقدمہ' رقم الحدیث:۳۷)

(ترجمہ:) "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن درخت یا کھجور کے تنے سے (ٹیک) لگا کر قیام فرماتے۔ پس انصار کی ایک عورت یا مرد نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم آپ کیلئے منبر نہ بنوا دیں؟ فرمایا: اگر تم چاہو! پس انہوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے منبر بنوایا' پھر جب جمعہ کا دن آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ فرما ہوئے تو اس کھجور کے تنے میں سے بچے کے چیخنے کی طرح آواز آئی (حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہجر برداشت نہ کر سکا) پھر نبی محتشم علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر سے نیچے اترے اور کھجور کے تنے کو اپنے سینے سے لگایا' وہ کھجور کا تنا ایسے سسکیاں لیتے ہوئے چپ ہوا جیسے بچہ چپ ہوتے سسکیاں لیتا ہے"۔

(۹) "عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه' ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: من اشد امتی لی حبا' ناس یکونون بعدی' یود احدکم لو رانی' باهله وماله" ۔

(صحیح مسلم' کتاب: الجنۃ' باب: فیمن یود رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باهله وماله' رقم الحدیث:۷۱۴۵' دار الکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد بن حنبل' مسند ابی ہریرۃ' جلد۴ صفحہ ۵۶۷' رقم الحدیث:۹۶۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (صحیح ابن حبان' کتاب: مناقب صحابہ' باب: ذکر البیان بان من قد آمن بالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یرہ' رقم الحدیث:۷۲۳۱' دار المعرفہ' بیروت)

(ترجمہ:) "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھ شدید محبت کرنے والے میری اُمت میں وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے اور ان میں سے ہر ایک کی تمنا یہ ہوگی کہ کاش وہ اپنے سب اہل وعیال اور مال واسباب کے بدلے مجھے دیکھ لیں"۔

(۱۰) "عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : والذی نفس محمد بیده لیاتین

Marfat.com

علی احدکم یوم ولا یرانی' ثم لان یرانی احب الیه من اهله وماله معهم''۔

(صحیح مسلم' کتاب: الفضائل' باب: فضل النظر الیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۶۱۲۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح بخاری' کتاب: المناقب' باب: علامات النبوۃ فی الاسلام' رقم الحدیث:۳۵۸۹' دارالکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد' مسند ابی ھریرۃ' جلد۴ صفحہ۲۶۱' رقم الحدیث:۸۳۶۳' دارالکتب العلمیہ) (مسند احمد:۱۰۰۴۷۔۱۰۸۲۹) (صحیح ابن حبان' کتاب: التاریخ' باب: ذکر الاخبار عن تمنی المسلمین رؤیۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی آخر الزمان' رقم الحدیث:۶۷۶۵' صفحہ۱۸۰' دارالمعرفۃ بیروت) (مشکوٰۃ المصابیح' کتاب: الفضائل' رقم الحدیث:۵۹۷۸' دارالکتب العلمیہ)

(ترجمہ:) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! تم لوگوں پر ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ تم مجھے دیکھ نہیں سو گے' لیکن میری زیارت کرنا ہر مؤمن کے نزدیک اس کے اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہوگی''۔

محبت کی دوسری علامت: کثرتِ ذکر

محبت کی دوسری علامت اور پہچان یہ ہے: ''من احب شیئا اکثر ذکرہ'' یعنی جو کسی سے محبت کرتا ہے تو کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔ محبت آپ سے آپ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ محبّ صادق کے دل کی توجہات' اس کا دھیان و گیان اور اس کا خیال و تصور محبوب کے حسن کی طرف رہے اور وہ کثرت کے ساتھ اپنے محبوب کے ذکر میں' محبوب کی ثناء میں' محبوب کے محاسن' فضائل' محامد اور کمالات بیان کرنے میں رطب اللسان رہے۔ سو جب ایمان کے تقاضا کے پیش نظر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیے تو اس محبت کا یہ اقتضاء ہے کہ جملہ مخلوقات کے ذکر سے بڑھ کر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر زبان پر جاری ہونا چاہیے۔

سو ایمان کی کسوٹی اور معیار یہ ہے کہ دیکھیں جس کی زبان ہمہ وقت اپنے محبوب پر درود وسلام اور محبوب کے کمالات' تصرفات' معجزات اور عظمت و افضلیت پر مشتمل آیات میں محو ہے تو گواہی دیں کہ اس کے دل میں ایمان کی جڑیں راسخ' واثق اور مستحکم ہیں اور جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے' آپ کے علوم و معارف کے بیان سے اور آپ کے کمالات و معجزات اور تصرفات و اختیارات کے بیان سے کترائے بلکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سن کر طبیعت میں انقباض آ جائے تو اس کے لاکھ ایمان کے دعویٰ کے باوجود گواہی دیجئے کہ اس کے دل میں کفر و نفاق ہے۔

(اس پر تفصیلی دلائل انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں دیئے جائیں گے۔)

محبت کی تیسری علامت: ادب و تعظیم

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل اور سچی محبت کی ایک علامت' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب اور آپ کی تعظیم و توقیر ہے' جس بندے کو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جتنا ادب میسر ہے' اس کا ایمان اسی قدر محکم ہے' صحابہ کرام علیہم الرضوان جو اس اُمت میں سب سے زیادہ کامل الایمان تھے اور جن کے ایمان کو اللہ رب العزت نے کسوٹی اور معیار قرار دیا:

Marfat.com

''فان امنوا بمثل ما امنتم بہٖ فقد اھتدوا ''ان کے ادب کی کیفیات مفصل دلائل سے پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں کہ وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعابِ دہن' ناک مبارک کی ریزش' وضو کا پانی اور آپ کا غسالہ زمین پر نہ گرنے دیتے بلکہ ہاتھوں پر لے کر اپنے چہروں اور سینوں سے مل لیتے۔ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں سراپا ادب ہو کر بیٹھتے جیسے بے جان مجسمے پڑے ہیں' اپنی آوازیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پست رکھتے' کبھی عین حالت نماز میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آتے تو اپنی صفیں توڑ کر تعظیم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں' حضور علیہ السلام کو آگے جانے دیتے تو یہ سب انداز واطوار ان کی محبت کامل اور ان کے ایمان کامل کے دلائل ہیں' اور اللہ رب العزت ہم سے بھی ایسے ہی ایمان' ایسی ہی محبت اور ایسے ہی ادب کا مطالبہ فرماتا ہے۔ سو جن کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت میسر آئی' انہوں نے بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب کرنے میں ایک تاریخ رقم کر دی۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

خلیفہ ابوجعفر نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے مسجد نبوی میں مناظرہ کیا تو امام مالک علیہ الرحمۃ نے اسے کہا: اے امیر المؤمنین! اس مسجد میں اپنی آواز اونچی مت کر' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھایا تو فرمایا: ''لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ ''اور ایک قوم کی مدح فرمائی تو فرمایا: ''ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوٰی لھم مغفرۃ واجر عظیم ''اور ایک قوم کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ان الذین ینادونک من ورآء الحجرات اکثرھم لا یعقلون''۔

اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بعد از وصال بھی اسی طرح ادب کیا جائے گا' جیسے آپ کی ظاہری حیات میں ادب کیا جاتا تھا۔ (الشفاء صفحہ ۲۶۴)

یہ وہ امام مالک ہیں جنہوں نے کبھی سرزمین مدینہ پر سواری نہیں کی اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میری سواری کے قدم اس زمین کو روندیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں۔

نیز ایک بار دورانِ حدیث امام مالک علیہ الرحمۃ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حدیث پڑھانے کے بعد طلباء سے کہا کہ میری پشت پر دیکھو کہ کیا ہے؟ دیکھا تو ایک بچھو تھا جس نے آپ کی کمر پر کئی جگہوں پر ڈنک مارا ہوا تھا' شاگردوں نے عرض کی: حضور! آپ ہمیں پہلی بار ہی درد کا بتا دیتے' تو آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنی تکلیف کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث منقطع کر دوں۔

امام مالک علیہ الرحمۃ سے جب کوئی شاگرد ملنے آتا تو آپ لونڈی کے ذریعے پتا کرواتے کہ فقہی مسئلہ پوچھنے آیا ہے یا حدیث؟ اگر فقہی مسئلہ کا طالب ہوتا تو اسی حالت میں جا کر بیان کر آتے اور اگر حدیث کا طالب ہوتا تو وضو کرتے' خوبصورت بیش قیمت لباس پہنتے اور تمکنت' وقار اور ادب سے پھر حدیث بیان فرماتے۔ (الشفاء صفحہ ۲۶۷)

امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابوایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ اپنا چہرہ جھکا لیتے اور اتنا روتے کہ مجھے ان پر رحم آ جاتا۔ (الشفاء صفحہ ۲۶۵)

Marfat.com

اسی طرح عبدالرحمٰن بن قاسم جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کا چہرہ اتنا سرخ ہو جاتا گویا کہ ان کے چہرے پر خون مل دیا گیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت اور آپ کے اجلال کی وجہ سے ان کی زبان خشک ہو جاتی۔ (الشفاء صفحہ ۲۶۵)

محبت کی چوتھی علامت: اطاعت واتباع

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ محبّ صادق اپنے محبوب کی اتباع واطاعت کرتا ہے، چنانچہ مشہور ہے:

''ان المحب لمن یحب مطیع''۔

(ترجمہ:) ''بے شک محبّ اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے''۔

اور ایمان کے اقتضاء سے جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سب مخلوقات سے زیادہ ہونی چاہیے اور اس سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ خلوت وجلوت، ظاہر و باطن اور عسر و یسر میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی فرمانبرداری کی جائے۔ جو بندہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا دعویٰ تو کرے لیکن آپ کے فرامین واحکام کو نظر انداز کر دے، اس کی محبت ناقص اور اس کا ایمان متزلزل ہے، اللہ جل مجدہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی''۔ (آل عمران:۳۱)

(ترجمہ:) ''محبوب! تم فرماؤ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو''۔

پھر فرمایا:

''وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا''۔ (الحشر:۷)

(ترجمہ:) ''رسول تمہیں جو حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس سے منع فرما دیں اس سے رُک جاؤ''۔

''ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللّٰہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم''۔ (الاحزاب:۳۶)

(ترجمہ:) ''کسی مؤمن مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی حکم کا فیصلہ کریں تو ان کو اپنے معاملے میں اختیار ہو''۔

''فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم''۔

(ترجمہ:) ''پس ڈریں وہ لوگ جو میرے محبوب کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں کہ کہیں انہیں فتنہ نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے''۔

☆☆☆☆☆

نوٹ: انشاء اللہ تعالیٰ ''نکات الفرقان فی شان حبیب الرحمٰن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی دوسری جلد کا آغاز آیت کریمہ ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ'' (التوبہ:۳۳) کے تفسیری نکات کے ساتھ ہوگا۔

محمد عاطف رمضان سیالوی 0311-6055005/0301-7698701

مُحدّثِ خیرُ الامم

(فضائلِ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

قادیانیت سے مکالمہ

مصنف:
پروفیسر عبدالخالق نجمی

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

عیدِ میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک تحقیق ایک جائزہ

پروفیسر محمد عرفان قادری

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ○

سو جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے تو وہ باغ جنت میں (نغماتِ طرب انگیز سماع سے) مسرور کیے جائیں گے (الروم:۱۵)

عارف باللہ شیخ علامہ عبدالغنی نابلسی نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی مشروط طریقے سے مزامیر کے ساتھ سماع صوفیہ کے جواز پر لکھی جانے والی کتاب

''ایضاح الدلالات فی سماع الالات'' کا اُردو ترجمہ بہ نام

سازوں کے ساتھ قوالی کی شرعی حیثیت

(مترجم)

فقہاء کرام، ائمہ محدثین اور صحابہ و تابعین عظام کے اقوال و افعال سے مزامیر کے وجود و عدم کا لحاظ رکھے بغیر، لہو سے خالی ہونے کی شرط کے ساتھ سماعِ صوفیہ کرام کے جواز پر لکھی جانے والی فقیہانہ انداز میں ایک منفرد کتاب

مترجم

مفتی ضمیر احمد مرتضائی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار، لاہور

Marfat.com


نکات الفرقان
فی
شانِ حبیب الرحمٰن
جلد اول
حضور نبی مکرم ﷺ کی علو مرتبت اور رفعت شان پر مشتمل
آیات سے مستنبط ایمان افروز و جدآور نکات، آیات
اور دیگر احادیث اور حوالہ جات کی مفصل تخریج
مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی
نکات الفرقان فی شان حبیب الرحمٰن
محمد عاطف رمضان سیالوی
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com